نورالانوار

جدید

مخدوم زادہ اختر احمد انصاری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نورالانوار

جدید

1

مخدوم زادہ اختر احمد انصاری

نام	:	نور الانوار جدید
مولف	:	مخدوم زادہ اختر احمد انصاری
قانونی مشیر	:	سید حیدر قدوائی ایڈووکیٹ ہائی کورٹ
اشاعت اول	:	اکتوبر 2003ء
تعداد	:	ایک ہزار
صفحات	:	۲۳۸
ڈیزائننگ نقشہ جات	:	سہیل نسیم انصاری
ناشر	:	عبداللہ انصاری، سوسائٹی کراچی، بی ۱۹۷، بلاک A، نارتھ ناظم آباد، کراچی ۔ فون 6679685

والدِ محترم شیخ محمد نسیم انصاریؒ

سجادہ مخدوم شیخ خیرالدین انصاریؒ دریا نثار کے نام

جن کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کے جذبہ نے مجھے یہ ہمت

اور عزم دیا کہ اس کتاب کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکا۔

خاکِ پائے بزرگان

مخدوم زادہ اختر احمد انصاری سدھوری

مقیم کراچی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اس ذاتِ بے مثال کے لئے ہے جس نے انسان کی تخلیق کی اور اس کو علم سے سرفراز فرمایا۔ اور درود و سلام احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر جن کے ذریعہ نورِ ہدایت ہم تک پہنچا۔

ہمارے بزرگ شیخ قادر بخشؒ نے ۱۲۵۲ھ میں کتاب 'نورالانوار فارسی زبان میں تحریر فرمائی۔ اور اس قلمی کتاب کے تین نسخے اپنے خاندان کے مختلف حضرات کو عنایت فرمائے۔ اس کتاب کی ایک جلد حضرت قبلہ والد صاحبؒ کے توسط سے مجھ تک پہنچی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر حضرت قبلہ قادر بخشؒ صاحب نے یہ کتاب تحریر نہ کی ہوتی تو ہم لوگوں کو اپنے خاندانی بزرگوں کے بارے میں اتنی معلومات نہ ہو پاتیں۔ اللہ انکو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور مراتب میں بلندی عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت قبلہ والد صاحبؒ کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ اس کتاب کو اردو میں ترجمہ کر کے چھپوادیا جائے اور خانوادہ حضرت ابوایوب انصاریؓ میں زیادہ سے زیادہ لوگوں تک اس کو پہنچادیا جائے۔ ۱۹۸۳ء اور پھر ۱۹۸۵ء میں حضرت والد صاحبؒ بغرض حج بیت اللہ سعودی عرب تشریف لائے اور یہ کتاب اپنے ساتھ لائے۔ میں اس زمانے میں سعودی عرب میں بغرضِ ملازمت رہائش پذیر تھا۔ اس کتاب کا کچھ حصہ انہوں نے خود ترجمہ کیا۔ لیکن وقت کی کمی کی وجہ سے پوری کتاب ترجمہ نہ ہو سکی۔ اور پھر دوسرے حج سے واپس جا کر ۱۹۸۶ء میں حضرت والد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا۔

چونکہ یہ ذمہ داری انہوں نے مجھ ناچیز پر ڈالی تھی اس لئے میں مستقل اس کاوش میں تھا کہ اگر کوئی اس سلسلہ میں میری مدد کرنے والا مل جائے تو میں اس ترجمہ کو پورا کرواسکوں۔ اس سلسلہ میں میرے برادرِ نسبتی محترم سید حیدر قدوائی صاحب خلف سید امیرالدین قدوائیؒ سابق ساکن بنکی (جواب امریکہ میں رہائش پذیر ہیں)، انھوں نے بڑی مدد فرمائی اور باقی حصہ کا ترجمہ بڑی عرق ریزی سے مکمل کیا۔ اللہ ان کو اس کا اجر عطا فرمائے اور دین و دنیا کی بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ امین۔

جب میں نے ساری کتاب کا ترجمہ پڑھا تو جہاں مجھے اس خزانہ گراں مایہ سے آگاہی ہوئی وہاں یہ احساس بھی ہوا کہ آجکل لوگ جب اس ترجمے کو پڑھیں گے تو شجرۂ انصاریہ سے ناواقفیت کی بناء پر اس کو سمجھنے میں مشکل محسوس کرینگے۔ یہ کتاب جسوقت لکھی گئی تھی اسوقت لوگ ہمارے خاندانی

بزرگوں کے القابات سے واقف تھے لیکن اب بہت کم لوگ ایسے ہونگے جو ان القابات سے صحیح شخصیت کی نشاندہی کر پائیں گے۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے سوچا کہ کیوں نہ میں اس کتاب کو بار بار پڑھ کر اور سمجھ کر سلیس اردو میں بغیر تغیر مواد پھر سے تحریر کردوں تاکہ آنے والی نسلیں بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ چونکہ نورالانوار ہمارے جدِ امجد شیخ حضرت خیرالدین انصاری دریا نثارؒ کے ذکر سے شروع ہو کر شیخ شاہ مرادؒ پر ختم ہوگئی تھی اسلیئے میں نے اس میں کچھ اضافہ کر کے پھر سے تحریر کر دیا ہے۔ اضافہ سے میری مراد مدینہ منورہ اور انصارِ مدینہ کی تاریخ ،حضرت ابوایوب انصاریؓ کی سوانح حیات اور حضرت عبداللہ انصاری ہراتیؒ کے بارے میں معلومات فراہم کرنا ہیں۔ چونکہ ہم سب حضرت ابوایوب انصاریؓ کی اولاد ہیں اسلیئے وہ تمام تاریخِ اسلام کے واقعات جن سے آپؓ کا کسی نہ کسی صورت میں تعلق رہا تھا مفصل پیرایہ میں تحریر کر دیا ہے۔ جن حضرات کو اسلامی دور اور قبل از اسلام مدینہ منورہ کے بارے میں معلومات نہیں ہیں، اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

ہندوستان میں جہاں اب اردو آنے والی نسلوں کی سمجھ سے باہر ہو جانے کا احتمال ہے، لوگ اس کو ہندی یا انگریزی میں ترجمہ کر کے محفوظ کر سکتے ہیں۔ اگر آنے والے وقت میں میری صحت اور زندگی نے ساتھ دیا تو اس کو انگریزی میں، میں خود ترجمہ کر دونگا۔ اللہ اس سلسلے میں میری مدد فرمائے۔ آمین۔

حضرت والد صاحبؒ کی خاص توجہ اس ناچیز پر تھی، اس لئے انہوں نے خاندان کے حالات اور رشتہ داریوں اور فیوض سے مجھ گنہگار کو نوازا اور اللہ کے کرم اور بزرگوں کی توجہ کے طفیل میں ساری بات کو احاطۂ تحریر میں لا سکا۔

اس کتاب کی تکمیل میں میری بیوی محترمہ رشیدہ افضل فاطمہ بنتِ سید امیرالدین قدوائی صاحبؒ اور میری بیٹی صدف نسیم فاطمہ کی کاوشوں کا بڑا ہاتھ ہے۔ خاصکر شجروں کی ترتیب کے سلسلے میں انھوں نے میرا ہاتھ بٹا کر میرے کام کو آسان بنایا۔ اللہ انکو اس کا اجر عطا فرمائے۔ یہاں اگر محترم شاہ قمر احمد انصاری سجادہ حضرت مخدوم شیخ خیرالدین انصاری دریا نثارؒ کا ذکر نہ کروں تو بات ادھوری رہ جائے گی۔ اس کتاب کو لکھنے کے دوران بہت سے مقامات ایسے آئے جہاں کچھ چیزیں تشنہ رہ جانے کا احتمال تھا۔ میں وقتاً فوقتاً اپنی ان مشکلات سے ان کو مطلع کرتا رہا۔ اور انھوں نے اپنی سخت علالت کے باوجود حتی الامکان کوشش کر کے وہ تمام مواد مجھ کو بہم پہونچایا۔ خاصکر حضرت

والد صاحب قبلہ کے بارے میں ایک مفصل مضمون مرحمت فرمایا۔ جس سے یہ اندازہ ہوا کہ سلسلہ ولایت ہمارے خاندان سے ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اللہ ان کو ان کی اولاد کو اپنی بہترین نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور جو روحانی بارِ گراں ان کے کندھوں پر آ پڑا ہے اس کو بحسن وخوبی انجام دینے اور دنیا وآخرت میں سرفراز ہونے کی توفیق عطا فرمائے اس کتاب کے لکھنے کا جب میں نے ارادہ کیا اور اس کا ذکر محترم آفتاب احمد انصاریؒ (میرے بڑے بھائی) سے کیا تو انھوں نے میری بڑی حوصلہ افزائی کی جو میرے لئے باعث طمانیت ہوا۔

اب بات رہ جاتی ہے اس کتاب کی طباعت کی۔ اس سلسلہ میں میرے فرزندان جناب سہیل نسیم انصاری اور جناب فرخ نسیم انصاری نے مالی معاونت کر کے میرے لئے اس کو آسان بنا دیا۔ اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں اعلیٰ مراتب عطا فرمائے۔

اس کتاب میں کچھ اوراق شجرہ کے ہیں، جو کہ حتی الامکان موجودہ دور تک مکمل ہیں۔ آنے والی نسلیں اس کو آگے مکمل کر سکتی ہیں۔

اس کتاب کے پڑھنے والوں سے میری استدعا ہے کہ وہ اس ناچیز کے حق میں دعا کریں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اپنے اجداد کے طریقہ پر چل کر اس مقام اور مرتبہ کو حاصل کر سکوں جو ایک مسلمان کے لئے باعثِ افتخار اور ذریعہ بخشش ونجات ہے۔ انسان ہونے کی حیثیت سے اس کتاب میں جہاں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی یا غلطی سرزد ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف فرمائے۔ آمین۔

احقر

مخدوم زادہ اختر احمد انصاری

۱۱ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

بمطابق ۱۲ جون ۲۰۰۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساری حمد وثنا کا مستحق خدائے یکتا، غالب، سب پر قابو یافتہ اور بخشش و درگزر کرنیوالا ہے۔ رات کو دن میں اسلیئے بدلتا رہتا ہے کہ اہلِ دانش وبینش اور قلب ونظر والوں کے لئے نصیحت وعبرت ہو۔ وہ، وہ ذات ہے کہ جس نے اپنے بندوں میں سے جن کو منتخب کیا خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ زہد وقناعت کی نعمت سے سرفراز فرمایا اور غور وتدبر اور فکر ونظر، مراقبہ ومشاہدہ میں مشغول کیا۔ نصیحت قبول کرنے اور غفلت پر متنبہ ہونے کا وصف لازم بخشا طاعت پر مداومت اور کوشش کی۔ یومِ آخرت کی تیاری کی نیز ان امور سے بچنے کی جو موجبِ عذاب ہوں توفیق مرحمت فرمائی۔ اور تغیرات احوال کے باوجود ان پر جمے رہنے کی توفیق بخشی۔

میں اس ذاتِ ارفع اور اعلیٰ کی بلیغ تر، پاک تر اور تمام اوصافِ حمد پر حاوی الفاظ میں تعریف کرتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ اس بہتر سلوک کرنے والے بہت مہربان اور نہایت مشفق ورحیم اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا اور مولا محمد مصطفےٰ ﷺ اسکے بندے اور رسول، حبیب اور خلیل ہیں، جو صراطِ مستقیم کے رہنما اور دینِ حق کے داعی ہیں۔ آپ پر اور تمام انبیاء علیہم السلام پر نیز اللہ کے صالح بندوں اور انکی اولاد پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں مدام نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مبین میں فرمایا ہے کہ میں نے جن وانس کو اسلیئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے یہ نہیں چاہتا کہ وہ میری روزی کا بندوبست کریں۔ نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں پلائیں' (سورۃ ذاریات ۵۶۔۵۷)

یہ ارشادِ ربانی اس بات کی واضح اور کھلی دلیل ہے کہ جن وانس کی تخلیق محض عبادتِ الٰہی کی خاطر کی گئی ہے۔ لہٰذا ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں مقصدِ تخلیق کو پیشِ نظر رکھیں اور دنیاوی لذات، آرائش وزیبائش اور دلچسپیوں سے مقصدِ تخلیق کو نہ بھلادیں۔ بلکہ احتراز واجتناب اور کنارہ کشی اختیار کریں۔ اسلیئے کہ دارِ دنیا فنا ہونے والا ہے۔ اسے دوام نہیں، یہ تو عبوری وقفہ یا

مسافرِ راہ کے قیام چند ساعت کے مانند ہے۔ مسرت وشادمانی کی منزل ومقام نہیں۔لہٰذا بیدار و چوکس اللہ کے وہی بندے ہیں جنکے شب وروز عبادتِ الٰہی میں بسر ہوتے ہیں۔اور وہی دانا بینا و خردمند ہیں جو یہاں زاہدانہ گزربسر اور پرہیزگاری ونکوکاری کو حاصلِ زیست بناتے ہیں۔ اس کتاب میں ایسے ہی صحابہ کرام، علماء، اولیاء اللہ، صوفی، نیک و پرہیزگار لوگوں کا ذکر ہے جن کا تعلق حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حوالہ سے خانوادہ انصارِ مدینہ سے ہے۔ یہ بزرگانِ دین وسلسلہ اللہ تعالیٰ کے ان عاقل وعاقبت اندیش بندوں میں سے ہیں جنہوں نے دنیاداری سے کنارہ کرلیا اور فتنوں سے دور ہوگئے۔ دنیا کو انھوں نے غوروفکر سے دیکھا اور سمجھ گئے کہ یہ مستقل وطن و جاء قرار نہیں۔ انھوں نے دنیا کو ایک گہرا اور عمیق سمندر سمجھا اور اسے پار کرنے کے لئے اعمالِ صالحہ کے سفینے اس میں ڈال دیئے۔

اس کتاب سے استفادہ کرنے والے اپنے بھائی بہنوں سے یہ استدعا ہے کہ وہ مجھے، میرے والدین، احباب نیز تمام مسلمانوں کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں۔ نیکی کی طرف لانے اور برائیوں سے روکنے کی قوت وطاقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی میں بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ’نیکی اور تقویٰ میں باہم اعانت کرتے رہو‘ (سورۃ مائدہ) اور حضورﷺ کا ارشاد ہے’ جب تک کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس بندہ کا مددگار رہتا ہے‘ (بحوالہ مسلم، نسائی، ترمذی)۔ نیز رسول اللہﷺ نے فرمایا’ جس نے کسی کو بھلی اور نیک بات بتائی تو بتانے والے کو بھی عمل کرنے والے کے برابر اجر وثواب ملتا رہے گا‘ (مسلم، ابوداؤد)۔

تاریخ مدینہ منورہ/بطحا/یثرب

یثرب کو عمالیق یا عمالقہ نے ۱۶۰۰ ق م اور ۲۲۰۰ ق م کے درمیان آباد کیا تھا۔ عمالیق کا سلسلہ نسب عملاق بن ارفخشد بن سام بن نوح علیہ السلام سے ملتا ہے۔ (یہ سلسلہ نسب معجم البلدان یاقوت حمودی سے نقل کیا گیا ہے)

دوسرے مؤرخین کو اس سے اختلاف ہے۔ کچھ کا خیال حسب ذیل ہے:

۱۔ عمالیق بن لاوذ بن سام بن نوح (معارف ابن قتیبہ)

۲۔ عملیق بن لاوذ بن سام بن نوح (قلقشزری)

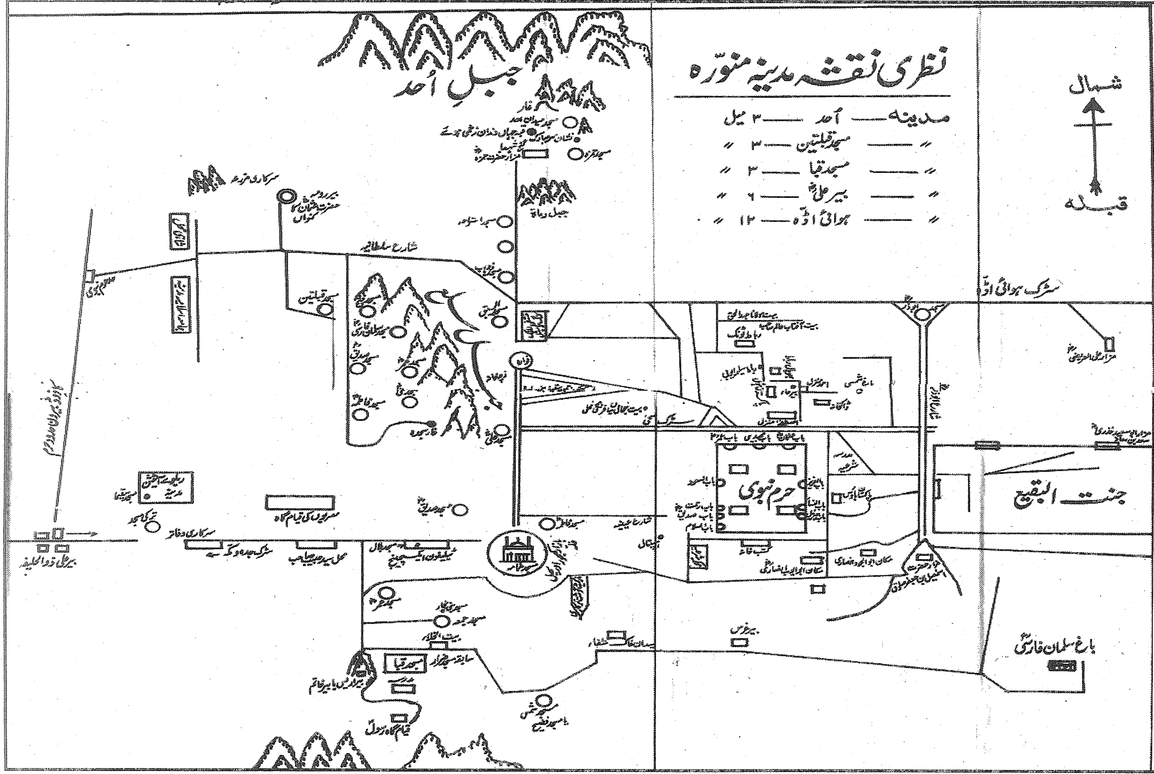
یہ لوگ تمام ملک عرب میں پھیل گئے تھے۔ بحرین عمان اور حجاز سے لیکر شام اور مصر تک انکے قبضہ میں آگئے تھے۔ مدینہ میں ان کے قبائل جو آباد ہوئے ان کے نام حسب ذیل ہیں

۱۔ بنوہفان ۲۔ سعد بن ہفان ۳۔ بنومطر ویل

ایک اور قول کے مطابق یثرب کو یثرب بن قانیہ بن مہلا ئیل بن ارم بن عبیل بن عوص بن ارم بن سام بن نوح نے آباد کیا تھا۔ غرضکہ ایک بات واضح ہے کہ اس خطۂ زمین پر سام بن نوح کی اولاد نے بودوباش اختیار کی۔

عمالیق کے بعد یہود یثرب میں آکر آباد ہوئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک فوج یثرب کی طرف روانہ کی تھی جس نے عمالیق کو شکست دے کر ارض حجاز پر قبضہ کر لیا اور انکی ایک کثیر تعداد یثرب اور اس کے گردونواح میں آباد ہوگئی۔ ایک مدت کے بعد رومیوں نے شام پر فاتحانہ یلغار کی اور یہودیوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ مشہور یہودی قبائل بنوقریظہ اور بنونضیر اس وقت شام میں آباد تھے، وہ اس قتل عام سے بچنے کے لئے شام سے بھاگ کر حجاز چلے آئے اور اپنے یہودی بھائیوں کے ساتھ آباد ہو گئے۔

ایک اور مشہور روایت یہ ہے کہ علماء یہود نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد پر یقین رکھتے تھے۔ اور توریت کے ذریعہ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا دار الہجرت ایک ایسا شہر ہوگا جو دو پتھریلی



نظری نقشہ مدینہ منوّرہ
مدینہ — اُحد — ۳ میل
″ — مسجد قبلتین — ۳ ″
″ — مسجد قبا — ۳ ″
″ — بیر علیؓ — ۶ ″
″ — ہوائی اڈہ — ۱۲ ″
شمال
قبلہ
جبلِ اُحد
جبل رماۃ
سرکاری مزرعہ
شارع سلطانیہ
مسجد قبلتین
سڑک ہوائی اڈہ
حرم نبوی
جنت البقیع
باغ سلمان فارسیؓ
مسجد قبا
سڑک جدہ و مکہ
بیر علی ذوالحلیفہ
قیام گاہ رسولؐ

زمینوں کے درمیان نخلستان سے گھرا ہوگا۔ چنانچہ ایسے شہر کی تلاش میں وہ اپنے آبائی وطن شام سے نکلے اور اپنی اپنی سمجھ کے مطابق جس قبیلہ نے کسی شہر یا آبادی کو ان خصوصیات کا حامل پایا وہیں آباد ہوگئے۔ بعض نے خیبر کو اپنا مسکن بنایا اور ایک کثیر تعداد یثرب میں اقامت گزیں ہوگئی۔

طبری کے مطابق یہودی بخت نصر کے حملہ کے وقت شام سے حجاز آئے۔ بہرصورت عمالیق کے بعد یہود نے اس کے نواحی علاقوں پر دور دور تک شاہانہ اقتدار قائم کرلیا تھا۔

عین اس وقت جب یثرب سے لیکر حدود شام تک یہود کے اقتدار کا آفتاب نصف لنہار پر تھا 'اوس' و 'خرج' نام کے دو قبائل کا ورود یثرب میں ہوا۔ تازہ ترین تحقیق کے مطابق یہ لوگ عرب مستعربہ تھے یعنی نابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ مولانا سلیمان ندویؒ نے ارض القرآن جلد دوم میں اور مولانا سعید انصاری نے سیر الانصار جلد اول میں یہی لکھا ہے۔ ثابت بن اسمٰعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کی اولاد عرب کے مختلف حصوں میں پھیل گئی۔ آل اسمٰعیل علیہ السلام کی متعدد شاخوں میں ایک شاخ 'ازد' یا 'اسد' کے نام سے موسوم ہوئی۔ قبیلہ ازد کسی زمانہ میں جا کر یمن میں آباد ہوگیا۔ پھر جب یمن میں مشہور سیلاب آیا جسے قرآن میں سیل ارم' کا نام دیا گیا ہے اس سے کچھ عرصہ پہلے یا اس سے کچھ عرصہ بعد قبیلہ ازد نے یمن سے کوچ کیا۔ اسوقت اس قبیلہ کا رئیس عمرو بن عامر تھا جو مزیقاء کے لقب سے مشہور ہے۔ اسی مزیقاء کے پر پوتے دو بھائی اوس وخزرج تھے۔ انصار مدینہ کے تمام خاندان انھیں اوس وخزرج پر جا کر مل جاتے ہیں۔

ازدی قبائل یمن سے نکل کر شام، عراق نجد، عمان، یمامہ بحرین اور عرب کے دوسرے مختلف مقامات پر آباد ہوگئے۔ ان قبائل کی ایک شاخ ثعلبیہ میں مقیم ہوئی، جب ان کی تعداد میں اضافہ ہوا تو وہ ثعلبیہ کی سکونت ترک کر کے یثرب میں آ کر آباد ہوگئی۔ یہی قبائل اوس وخزرج تھے جو بعد میں انصار کہلائے۔ شروع شروع میں ان لوگوں نے نہایت عسرت کے ساتھ محکومانہ زندگی بسر کی۔ یہود سے حلیفانہ تعلقات قائم کر کے انہوں نے بھی اپنے قلعے اور مکانات بنالئے۔ اور آہستہ آہستہ اوس وخزرج کی اولاد اور مال و دولت میں ترقی ہونے لگی اور ان میں آزادی اور خودسری کے

جذبات ابھرنے لگے۔ دوسری طرف یہودی بھی چوکنے ہوگئے۔ اور اس طرح دونوں قوموں میں ایک دوسرے کے متعلق بداعتمادی پیدا ہوگئی۔ اُس زمانہ میں اوس وخزرج کا سردار مالک بن عجلان تھا اور یہود کا سردار فیطوان تھا۔ فی الحقیقت وہ اوس وخزرج اور یہودیوں دونوں کا حاکم تھا۔ اور معاہدہ کے مطابق اوس وخزرج اس کی بالادستی تسلیم کرنے پر مجبور تھے۔ یہ شخص نہایت جابر اور بدکار تھا۔ اس نے حکم دیا کہ یثرب کی جو دوشیزہ بیاہی جائے وہ اپنی سسرال جانے سے پہلے ایک رات اس کے عشرت کدہ میں بسر کرے۔ یہودیوں نے تو اس حکم کو گوارہ کر لیا لیکن اوس وخزرج نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور مالک بن عجلان مخفی طور پر شام کے غسانی بادشاہ ابوجبیلہ کے پاس پہونچ گیا۔ بنوغسان اور اوس وخزرج ہم نسب تھے۔ مالک نے جب یثربی یہودیوں کے ظلم وستم کی داستان ابوجبیلہ کو سنائی تو اس کی نسبی اور قبائلی غیرت حرکت میں آگئی۔ چنانچہ غسانیوں کا جرار لشکر ابوجبیلہ کی سرکردگی میں یثرب آیا اور تمام یہودی سرداروں کو ایک رات میں قتل کر دیا اس طرح یہودیوں کا زور ٹوٹ گیا اور اوس وخزرج برسراقتدار آنے کے بعد کثیر مال وجائداد کے مالک ہو گئے اور انھوں نے نہایت کثرت سے قلعے بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں بڑی برکت دی۔ یہود کے اقتدار کے زمانہ میں وہ ایک جگہ آباد تھے لیکن ان کا زور ٹوٹ جانے پر یثرب کے مختلف حصوں میں دور دور تک پھیل گئے اور ان کی مختلف شاخوں نے اپنے محلّہ آباد کر لئے۔ ان کے قلعوں کی تعداد ۲۰۰ سو کے قریب ہوگئی تھی۔

اوس:۔

اوس کا صرف ایک بیٹا تھا 'مالک' اس کی اولاد مندرجہ ذیل شاخوں میں تقسیم ہوگئی :۔

۱۔ عمرو بن مالک: "بنیت"، "عبدالاشہل"، "بنوظفر"

۲۔ عوف بن مالک: بنوعمرو بن عوف (اہل قباء) جحجی

۳۔ جشم (یا عبداللہ) بن مالک: بنوخطمہ

۴۔ امراء القیس بن مالک: بنوواقف

۵۔مرہ بن مالک: بنوسعد، بنوعامر، امیہ، وائل اور عطیہ

خزرج:۔

خزرج کے پانچ بیٹے جشم، عوف، حارث، عمرو اور کعب تھے۔

۱۔جشم بن خزرج: بنوتزید، بنوسلمہ، بنوبیاضہ

۲۔عوف بن خزرج: بنوالحبلیٰ (عبداللہ بن ابی کا قبیلہ)، بنوقوافل، بنوسالم

۳۔حارث بن خزرج: جشم، زید، عوف، عوف سے حذرہ اور ذارہ

۴۔عمرو بن خزرج: بنونجار (حضرت ابوایوب انصاریؓ کا قبیلہ)

۵۔کعب بن خزرج: بنوساعدہ (رئیس الانصار حضرت سعد بن عبادہ اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

یثرب/مدینہ میں عروج واقتدار حاصل کرنے کے بعد اوس وخزرج کی تمام شاخیں عرصہ تک باہم متحد رہیں اور اپنی متحدہ طاقت کے بل بوتے پر نہایت دم خم سے زندگی بسر کی۔ اس کے بعد قبل اسلام کے عرب کی بدویانہ فطرت کے مطابق ان کے درمیان خانہ جنگیوں کا اک طویل سلسلہ شروع ہوگیا۔ جوایک سوبیس برس تک جاری رہا۔ اس کی ابتدا جنگ سمیر سے ہوئی اور اختتام جنگ بعاث پر ہوا۔ اوس وخزرج کی اس طویل باہمی آویزش میں ان کی متحدہ طاقت بالکل پاش پاش ہوگئی اور دونوں خاندانوں کے اکثر نامور لڑ کر مر گئے۔

ایام الانصار:

''ایام الانصار'' کی آخری لڑائی جنگ بعاث ہجرت نبوی سے صرف پانچ سال قبل ہوئی۔ 'بعاث' مدینہ منورہ سے دومیل کے فاصلہ پر ایک مقام تھا۔ اس مقام پر اوس وخزرج کے درمیان ایک خونریز جنگ ہوئی۔ اس جنگ میں یہودیان بنوقریظہ اور بنونضیر نے اوس کا ساتھ دیا اور قبائل اشجع اور جہنیہ نے خزرج کی مدد کی۔ جانبین نہایت ثابت قدمی سے لڑے لیکن آخر میں اوس اور ان کے حلیفوں پر ہزیمت کے آثار طاری ہوئے۔ یہ دیکھ کر اوس کے سپہ سالار حضیر الکتائب بن سماک

(صحابی حضرت اُسیدؓ کے والد) میدان جنگ میں گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہوگئے اور از سرِ نو اپنے قبیلہ میں جنگی روح پھونک دی اور اس طرح بھاگتے ہوئے اوسیوں کے قدم جم گئے اور انھوں نے پلٹ کر اس زور کا حملہ کیا کہ خزرجیوں کو بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ خزرج کا سردار عمرو بن نعمان بیاضی میدان جنگ میں کام آیا۔ حضیر بھی شدید زخمی ہوگئے اور بعد میں اس جنگ کے زخموں کی وجہ سے فوت ہوگئے۔ اس لڑائی نے اوس وخزرج کو اس قدر ضعیف اور درماندہ کر دیا کہ ان میں کسی اور جنگ کی سکت نہیں رہی۔ تھک ہار کر دونوں قبیلہ عوف بن خزرج کے سردار عبداللہ بن ابّی بن سلول کو متفقہ طور پر اپنا بادشاہ اور یُثرب کا تاجدار بنانے پر آمادہ ہوگئے۔ اس اثناء میں اسلام کے خورشید جہاں تاب کا طلوع ہوا جس نے اوس وخزرج کی کایا پلٹ کر رکھدی اور وہ انصار کے نام سے متحد اور یکجان ہوکر اسلام ؐ کے زبردست بازو بنے۔

زمانہ جاہلیت میں انصار کا تمدن:

بنو اسماعیل میں نبطیوں کو سب سے زیادہ متمدنؔ سمجھا جاتا ہے۔ اوس وخزرج بھی چونکہ نبطی الاصل تھے اس لئے تہذیب وتمدن کے معاملہ میں وہ قبل از اسلام عرب کے اکثر دوسرے قبائل سے ممتاز نظر آتے ہیں۔ وہ عہد قدیم سے جمہوری اصولوں کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے۔ ان کی قیادت ایک سردار اور ایک سپہ سالار کے سپرد ہوتی تھی۔ جنھیں وہ باہم مشورہ اور اتفاق سے منتخب کرتے تھے۔ کبھی کبھار ایسا بھی ہوتا تھا کہ ان دونوں عہدوں کی ذمہ داریاں ایک ہی شخص کو تفویض کر دی جاتی تھیں۔ جب تک اوس وخزرج میں اتفاق رہا ان کا سردار بالعموم قبیلہ خزرج سے ہوتا تھا۔ لیکن جب ان میں افتراق کا دور دورہ ہوا تو دونوں قبائل اپنا اپنا سردار الگ الگ منتخب کرنے لگے۔ خزرج کی قیادت بنوساعدہ کے حصہؔ میں آئی۔ اور اوس کی سیادت خاندان عبدالاشہل کے حصہ میں آئی۔ سپہ سالاری کے عہدہ کا بھی یہی حشر ہوا۔ لیکن بات یہیں پر ختم نہ ہوئی ان بڑے قبائل کے اندر بھی تفریق پیدا ہوگئی۔ اور ان کی تمام شاخوں نے اپنے الگ الگ سردار چن لئے۔ جنگ بعاث کے بعد دونوں قبائل کا ضعف انتہاء کو پہونچ گیا تو انھوں نے اپنے قدیم نظام کی طرف لوٹنا

چاہا۔ اور سب نے باہمی رضامندی سے قبیلہ خزرج کے ایک شخص عبداللہ بن ابی کو اپنا بادشاہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ لیکن طلوع اسلام نے حالات کا رخ بالکل دوسری طرف پھیر دیا اوس وخزرج نے باہمی تنازعات کے باوجود یثرب کو ایک چھوٹی سی ریاست کی شکل دے رکھی تھی۔ انھوں نے بکثرت قلعے تعمیر کر رکھے تھے اور اپنے اپنے محلوں کے گرد چہار دیواریاں بنا رکھی تھیں۔ اس کے علاوہ ایک دیوار سے سارے شہر کو گھیر رکھا تھا۔ جسے 'سدّ' مدینہ کہا جاتا تھا۔ شہر کی آبادی نہایت گنجان تھی اور اپنی گنجان آبادی قلعوں اور فصیلوں کی وجہ سے وہ ایک مضبوط قلعہ بن گیا تھا۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو 'درع الحصنیہ' یعنی مضبوط زرہ کا خطاب دیا۔

انصار کے معاش کا انحصار کلیتہً زراعت پر تھا۔ زمین کاشت کرتے اور باغات لگاتے تھے۔ مدینہ منورہ کی زمین زرخیز تھی اس لئے معاشی لحاظ سے انصار عام طور پر خوش حال تھے۔ بعض لوگوں نے تجارت کو بھی ذریعہ معاش بنایا تھا۔ لیکن تجارت کا میدان عام طور پر یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ تجارت عام طور پر اشیاء کے تبادلہ کے ذریعہ ہوتی تھی۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں سکہ کا رواج نہیں تھا۔ انصار میں صنعت وحرفت کا رواج شاذ ونادر ہی تھا۔ البتہ بعض لوگوں نے بافندگی، نجاری، حجام اور قصاب وغیرہ کے پیشوں کو اپنا رکھا تھا۔ انصار میں تعلیم کا رواج بہت کم تھا اور وہ عام طور پر جاہل تھے۔ البتہ کچھ لوگ عربی میں لکھ پڑھ لیتے تھے اور کچھ لوگوں نے یہودیوں سے عبرانی زبان سیکھ رکھی تھی۔ یہ لوگ رفاہ عامہ کے کاموں میں دلچسپی لیتے تھے۔ انھوں نے یثرب کے قرب وجوار میں کئی پل بنائے تھے۔ پانی کی سبیلیں قائم کرنا ان کے نزدیک نہایت ثواب کا کام تھا۔ عام اہل عرب کی طرح انصار بے حد مہمان نواز تھے۔ ایفاء عہد کو جان سے بڑھکر عزیز جانتے تھے۔ طہارت کے معاملہ میں وہ دوسرے تمام اہل عرب سے ممتاز تھے۔ نجاست دور کرنے کے لئے ڈھیلوں کے ساتھ پانی بھی استعمال کرتے تھے۔ وراثت کے معاملہ میں انکا اخلاق بہت پست تھا۔ سوتیلی ماؤں سے شادی جائز سمجھتے تھے اور آبائی جائدادوں سے بیٹیوں کو کوئی حصہ نہیں دیتے تھے۔ السیر ۃ النبو یہ میں ابن ہشام لکھتے ہیں۔ اوس وخزرج مشرک تھے بتوں کے پرستار تھے۔ جنت و

دوزخ، بعث ونشر، قیامت، کتاب، حلال وحرام سے ناواقف تھے۔

انصار کا مذہب:

زمانۂ قدیم میں اوس وخزرج ''لات'' کی پوجا کرتے تھے۔اس کے علاوہ انکا مخصوص بُت مناۃ بھی تھا۔مناۃ کی ایک سنگی مورت ساحلِ بحرِ احمر کے قریب ایک پہاڑ 'مشلل' پر نصب تھا۔اور تمام اوس و خزرج، آلِ غسان اور کئی دوسرے عرب قبائل اس کو پوجتے تھے۔اوس وخزرج کے نزدیک 'مناۃ' بھی ایک دیوی تھی۔وہ فرشتوں کو بھی دیویاں سمجھتے تھے اور تمام نظامِ قدرت عورتوں کے ہاتھ میں دے رکھا تھا۔اوس وخزرج 'مناۃ' کے لکڑی کے بت بنا کر اپنے گھروں میں رکھتے تھے۔'مناۃ' کے علاوہ اوس وخزرج کچھ دوسرے بتوں قیس، عزیٰ، وغیرہ کی بھی پوجا کرتے تھے۔انھوں نے ایک بُت خانہ بھی تعمیر کر رکھا تھا۔طلوعِ اسلام کے وقت یثرب کے بڑے بت خانہ کا متولی عمرو بن قیس نامی ایک شخص تھا۔اوس وخزرج کے نزدیک 'مناۃ' قضاوقدر کی دیوی تھی اور ہر قسم کا نفع نقصان اس کے اختیار میں تھا۔

ان میں بعض لوگ دینِ حنیف کے بھی پیرو تھے۔انصار حج اور قربانی کے بھی قائل تھے۔یثرب سے ہر سال یہ لوگ حج کے لئے مکہ معظّمہ جاتے ہوئے پہلے جبل مشلل' پر مناۃ کے سامنے نماز پڑھتے (جو کسی نہ کسی صورت میں موجود تھی) پھر عازم مکہ معظّمہ ہوتے۔منیٰ کی گھاٹی کے قریب قیام کرتے، صفاء ومروہ کی سعی کرتے اور حج کی دوسری رسومات ادا کر کے پھر جبل مشلل' پر جا کر مناۃ کے سامنے سر منڈاتے اور قربانی کرتے۔حج کے ایام میں ہتھیار نہیں اٹھاتے تھے۔اشہر الحرام کی دل سے عزت کرتے تھے۔جھاڑ پھونک پر یقین رکھتے تھے۔ان کی اخلاقی حالت قریش مکہ اور دوسرے قبائل کی نسبت قدرے بہتر تھی۔فواحش کو برا سمجھتے تھے۔اور اخلاقی جرائم کا کسی نہ کسی صورت میں محاسبہ کرتے تھے۔

یثرب/مدینہ منورہ کا پہلا مسلمان

ایام الانصار میں اوس نے 'معبس' اور 'مفرس' کی جنگوں میں خزرج سے پے در پے شکستیں کھائیں تو ایک وفد مرتب کر کے خزرج کے خلاف قریش کو اپنا حلیف بنانے کے لئے مکہ معظمہ پہونچے۔ اس وفد میں ایک سعید الفطرت شخص ایاس بن ماذؓ بھی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کے سامنے قرآن حکیم کی چند آیات پڑھیں تو انکا دل پگھل گیا اور وہ بے اختیار پکار اٹھے میرے بھائیو جس کام کے لئے ہم لوگ یہاں آئے ہیں یہ کام (یعنی قبول اسلام) اس سے یقیناً بہتر ہے۔ وفد کا امیر ایاس ان کی اس بات پر بہت خفا ہوا اور اس نے مٹی کی کنکریاں ان کے منہ پر ماری اور کہا تیرا برا ہو ہم اس کے لئے یہاں نہیں آئے۔ مدینہ واپس جا کر ایاس اعلانیہ رب واحد کی بڑائی اور پاکیزگی بیان کرنے لگے اور لوگوں کو توحید کی طرف بلانے لگے۔ ہجرت نبوی سے پہلے ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

سنہ ۱۰ نبوت کے حج میں رسول اللہ ﷺ تبلیغ کرتے کرتے منیٰ میں یثرب سے آئے لوگوں کے پاس پہونچے۔ یہ قبیلہ خزرج کے چھ آدمی تھے۔ ان کے پاس جب آپ ﷺ نے اللہ کی وحدانیت پاکی اور بڑائی بیان کی اور قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں تو انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا واللہ یہ تو وہی نبی ہیں جن کا تذکرہ ہر وقت یہودیوں کی زبان پر ہے۔ دیکھنا کہیں یہودی ہم سے قبول حق میں سبقت نہ لے جائیں۔ غرضکہ یہ سارے لوگ اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ ان چھ نیک ارواح میں اسعدؓ بن زرارہ، عقبہؓ بن عامر، عوفؓ بن حارث، رافعؓ بن مالک، قطبہؓ بن عامر اور جابرؓ بن عبداللہ شامل تھے۔ اس کے بعد چراغ سے چراغ جلنے لگا۔ یہ لوگ یثرب جا کر تندہی سے دینِ حق کی تبلیغ کرنے لگے۔ اور بہت سے لوگوں نے دینِ حق کو قبول کر لیا۔

بیعت عقبیٰ اولیٰ:

اگلے سال ۱۱ نبوی کے موسمِ حج میں مدینہ منورہ سے بارہ مسلمان سرورِ کونین ﷺ کی زیارت کے

لئے مکہ معظمہ پہونچے۔ان میں دس قبیلہ خزرج اور دو قبیلہ اوس کے تھے۔ان حضرات کے نام حسب ذیل ہیں۔:

قبیلہ خزرج:

۱۔اسعدؓ بن زرارہ ۲۔عوفؓ بن حارث ۳۔رافعؓ بن مالک ۴۔قتیبہؓ بن عامر ۵۔عقبہؓ بن عامر (یہ پانچوں اصحاب پچھلے سال ایمان لاچکے تھے) ۶۔معاذؓ بن حارث ۷۔ذکوانؓ بن عبد قیس ۸۔عبادہؓ بن صامت ۹۔ابوعبدالرحمٰنؓ یزید بن ثعلبہ ۱۰۔عباسؓ بن عبادہ

قبیلہ اوس:

۱۔ابوالہیثمؓ بن تیہان ۲۔عویمؓ بن ساعدہ

ان لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی۔رسول اللہ ﷺ نے مندرجہ ذیل باتوں کی تاکید کی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کو ان کے ساتھ کر دیا تاکہ مدینہ منورہ جاکر تبلیغ کا کام سرانجام دیں اور دین کی تعلیم دیں:

۱۔ہم شرک نہ کریں گے۔

۲۔ہم چوری نہ کریں گے۔

۳۔ہم زنا نہ کریں گے۔

۴۔ہم کسی کی چغلی نہ کریں گے اور نہ کسی پر جھوٹی تہمت لگائیں گے۔

۵۔ہم اپنی لڑکیوں کو قتل نہ کریں گے۔

۶۔ہم رسول اللہ ﷺ کی تمام اچھی باتوں میں اطاعت کریں گے۔

بیعت لینے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے اپنے عہد کو پورا کیا تو جنت کے حقدار بن جاؤ گے۔اگر نقص عہد کے مرتکب ہوئے تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے کہ وہ تمہیں عذاب دے یا معاف کر دے۔حضرت مصعب بن عمیرؓ کی جدو جہد سے مدینہ منورہ میں سید الخزرج حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت اسیدؓ جو نہایت شجاع مشہور تھے مسلمان ہو گئے۔ان کے مسلمان ہوتے

مکہ معظمہ تا عرفات

شاہراہ عرب
مقام بیعت عقبہ اولیٰ
تمہید ہجرت
جمرہ اولیٰ
جمرہ وسطیٰ
جمرہ عقبہ
شارع ملک عبدالعزیز
وادی محصر
حد مزدلفہ
المازمین
جبل رحمت
عرفات
مشعر الحرام
مسجد خیف
مسجد نمرہ
جبل ابو قبیس
جنت المعلی
محلہ سلیمانیہ
محلہ شامیہ
غزہ
مولد النبی
بیت اللہ
محلہ شبیکہ
شاہراہ کدائی

منیٰ میں تبلیغی سرگرمیاں
وتمہید ہجرت

۱۱ نبوی ۶ انصار مدینہ کی بیعت عقبہ اولیٰ

۱۲ نبوی مزید ۶ انصار کا قبول اسلام بیعت
عقبہ ثانی اور حضور کی خدمت میں دعوت مدینہ کی پیشکش

مکہ — منی ۶ ½ کلومیٹر
منی — وادی محصر ۳ ½ ″
منی — مشعر الحرام ۲ ″
مشعر الحرام — عرفات ۱۰ ″

جملہ ۲۵ کلومیٹر

پیدل راہ صرف ۱۲ ″

ہی تمام انصار مدینہ دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ یہی وہ موقع تھا جب حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ مشرف با اسلام ہوئے۔

نوٹ:

۱۔ جنگ حنین میں اسیدؓ اوس کے علمبردار تھے اور فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں فتح بیت المقدس کے وقت اسیدؓ امیر المومنینؓ کے ساتھ مدینہ منورہ سے شام گئے۔ ۲۰ھ میں انتقال ہوا۔

۲۔ سید الخزرج حضرت سعدؓ بن عبادہ بڑے عظیم المرتبت صحابی ہیں۔ ایام جاہلیت میں لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور فنون حرب میں مہارت رکھتے تھے۔ بیعت عقبۂ ثانی میں رسول اکرم ﷺ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ بڑے دولتمند اور سخی تھے۔ غزوات احد، مصطلق، احزاب، حدیبیہ اور خیبر میں نہایت ثابت قدمی سے لڑے۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ غزوۂ حنین میں خزرج کے علمبردار تھے۔ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد انصار انھیں کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔ بعد میں ترک وطن کر کے دمشق کے قریب خوزاں میں جا بسے ۱۵ھ میں کسی نامعلوم شقی نے آپ کو شہید کر دیا۔

بیعت عقبہ ثانی:

۱۲ نبوت کے موسم حج میں مدینہ منورہ سے پانچ سو آدمیوں کا قافلہ حج کے لئے مکہ مکرمہ آیا۔ اس قافلہ میں اوس وخزرج کے پچھتر نفوس قدسی بھی شامل تھے۔ جو نور ایمان سے سعادت اندوز ہو چکے تھے۔ اور سید موجودات ﷺ کی زیارت کے مشتاق تھے۔ ان میں دو عورتیں اور تہتر مرد تھے۔ ان میں ابوایوب خالد بن زیدؓ بھی شامل تھے۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو یثرب آنے کی دعوت دینا چاہتے تھے۔ ان پچھتر نفوس قدسی کا مکہ مکرمہ آنا تاریخ اسلام میں بے انتہا اہمیت رکھتا ہے۔ انھوں نے جو شجاعانہ اور بیباکانہ اقدام کیا اُس نے مسلمانوں کی کایا پلٹ دی اور تاریخ کا رخ موڑ دیا۔ جو بعد میں اسلامی ریاست کے قیام کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد سرورِ کائنات ﷺ نے ایک رات مقرر کی اور انصارِ مدینہ کا مقدس گروہ رات کی تاریکی میں 'عقبہ' کی گھاٹی میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوا۔ رسول اللہ ﷺ

بھی اپنے چچا حضرت عباسؓ کو ساتھ لیکر وہاں پہونچے۔ حضرت عباسؓ نے ان پچھتر نفوس قدسی سے مخاطب ہو کر کہا کہ ''اے برادرانِ یثرب محمد ﷺ اپنے خاندان میں معزز و محترم ہیں۔ قریش ان کے جانی دشمن ہیں۔ تاہم ہم نے ہمیشہ دشمنوں سے ان کی حفاظت کی ہے۔ اور آئندہ بھی اپنی استطاعت کے مطابق کریں گے۔ اگر تم اپنے وعدوں کو پورا کر سکتے ہو اور مرتے دم تک محمد ﷺ کی حفاظت کر سکتے ہو تو کوئی بات کرنا۔ خوب سمجھ لو کہ محمد ﷺ سے کوئی عہد و پیمان کرنا گویا ہولناک مصائب اور خونریز جنگوں کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے سب کچھ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا ورنہ انکو ﷺ اپنے حال پر چھوڑ دو'' اس پر انصار نے ان کی بات کاٹ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی کچھ فرمائے۔ حضور ﷺ نے قرآن حکیم کی چند آیات کی تلاوت فرمائی اور اہلِ یثرب کو اسلام پر قائم رہنے کی تلقین فرمائی اور پھر فرمایا ''میں تم سے اس بات کی بیعت لیتا ہوں کہ تم اپنی جان و مال اور اہل و عیال کی مانند میری حفاظت کرو گے اور دین کی اشاعت میں میری پوری مدد کرو گے''

حضرت براء بن معرور نے آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ لیا اور کہا ''یا رسول اللہ ﷺ خدائے برتر کی قسم ہم اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ آپ کی حفاظت کریں گے۔'' ابو الہیثم بن التیہانؓ نے اُن کی بات کاٹ کر کہا کہ ''یا رسول اللہ اسوقت ہماری اور یہود کے مابین معاہدات ہیں جو بیعت کے بعد فسخ ہو جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ اقتدار اور قوت پا کر ہمیں چھوڑ دیں۔'' اس پر حضور ﷺ متبسّم ہوئے اور فرمایا ''بل الدم الدم، والھدم الھدم، انا منکم وانتم منّی، حارب حاربتم واسالم من سالمتھم'' (بلکہ میرا خون تمہارا خون اور میرا ذمہ تمہارا ذمہ ہے، میں تم میں سے ہوں اور تم مجھ سے ہو، تم جس سے لڑو گے میں بھی لڑونگا اور جس سے تم صلح کرو گے میں بھی صلح کروں گا)۔

حضور ﷺ کے ارشادات سن کر یہ سب نفوس قدسی بیعت کے لیئے لپکے سب سے پہلے حضرت براءؓ بن معرور نے بیعت کی اور ان کے بعد جماعت کے دوسرے لوگ بیعت کرنے لگے۔ اس وقت حضرت عباس بن عبادہ انصاریؓ نے پکار کر کہا ''صاحبو خبردار ہو کہ تم کس چیز پر بیعت کر رہے ہو۔ یہ بیعت عرب و عجم کے خلاف اعلانِ جنگ کے مترادف ہے۔ خوب جان لو کہ ایسا وقت آسکتا ہے

کہ ہمارے شُرفاء قتل ہوں۔ ہمارا مال برباد ہو جائے۔ ہماری عزّت و ناموس خطرہ میں پڑ جائے۔ اُس وقت ایسا نہ ہو کہ مشکلات و مصائب کے ہجوم سے گھبرا کر تم محمد ﷺ کا ساتھ چھوڑ دو' سب انصار نے یک آواز ہو کر کہا ہاں ہاں ہم سب خطرات کو دیکھ کر بیعت کر رہے ہیں'' اس کے بعد حضرت اسعدؓ بن زرارہ سامنے آئے اور کہا اے محمد ﷺ آپ اپنے رب کے لئے جو چاہیں مانگیں، پھر اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے پھر بتائیں ہم کو خدا سے اور آپ ﷺ سے اس کا کیا اجر ملے گا؟ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ''تم سے خدا کے متعلق یہ کہتا ہوں کہ تم اس کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے یہ چاہتا ہوں کہ ہم کو پناہ دو۔ مدد کرو اور جس طرح اپنی جانوں کی حفاظت کرتے ہو ہماری بھی کرو' پھر سوال ہوا ''یا رسول اللہ ﷺ اگر ہم یہ سب کام کریں تو اس کا صلہ ہمیں کیا ملے گا؟'' حضور ﷺ نے فرمایا جنّت۔

حضور ﷺ کا جواب سنکر انصار بولے ''تو آپ ﷺ جو کچھ چاہتے ہیں ہم اس کے لئے راضی ہیں'' اس کے بعد سب یکے بعد دیگرے حضور ﷺ کی بیعت سے مشرّف ہوئے۔ اس بیعت کو تاریخِ اسلام میں بیعت لیلۃ العقبہ، بیعت عقبہ ثانیہ، بیعت عقبۂ کبیرہ کے ناموں سے پکارا گیا ہے۔ یہ بیعت تاریخِ اسلام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ واقعی یہ عرب و عجم اور جن و انس سے جنگ کرنے کی بیعت تھی۔ اس وقت سرزمین عرب کا ذرّہ ذرّہ علمبردارانِ حق کے خون کا پیاسا تھا۔ عرب کے کسی قبیلہ کو جرأت نہ تھی کہ وہ فدائیان اسلام کی حمایت کا اعلان کرے۔ اس وقت ارض یثرب کے یہ مقدس انسان اٹھے اور انھوں نے محض رضائے الٰہی کی خاطر اپنی جانوں اپنے مالوں اور اپنی اولادوں کو رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں لا ڈالا۔ جب عرب کا گوشہ گوشہ شمع رسالت کو پناہ دینے سے انکاری تھا اس وقت یثرب کے ان جلیل القدر فرزندوں نے بصد عجز و نیاز سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ سے استدعا کی کہ وہ اپنے قدوم لزوم سے ارض یثرب کو مشرّف فرمائیں۔ اپنے آقا ﷺ سے جو پیمان انہوں نے اس رات کو باندھا اسے انھوں نے واقعی اپنی جانوں مالوں اور اولادوں کے ساتھ نبھایا۔ اور کائنات کی مقدّس ترین ہستی ﷺ نے بھی عالمِ فانی

سے روپوش ہونے کے بعد بھی اہل یثرب کا ساتھ نہ چھوڑا۔

"مقدس ہیں وہ ہستیاں جنھوں نے یہ مقدس پیمانِ وفا باندھا"

شمع توحید کے پچھتر پروانے:

قبیلۂ خزرج

۱۔ حضرت ابوایوب خالد بن زید انصاریؓ بدری
۲۔ حضرت معاذؓ بن حارث بدری
۳۔ حضرت عوفؓ بن حارث بدری
۴۔ حضرت عمارہؓ بن خزم بدری
۵۔ حضرت سعدؓ بن ربیع بدری
۶۔ حضرت فردہؓ بن عمرو بدری
۷۔ حضرت خلادؓ بن سوید بدری
۸۔ حضرت زیادؓ بن لبید بدری
۹۔ حضرت خارجہؓ بن زید بدری
۱۰۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بدری
۱۱۔ حضرت اوسؓ بن ثابت بدری
۱۲۔ حضرت ابوطلحہ زیدؓ بن سہل بدری
۱۳۔ حضرت قیسؓ بن ابی صعصعہ بدری
۱۴۔ حضرت براءؓ بن معرور
۱۵۔ حضرت سہیلؓ بن عتیک
۱۶۔ حضرت عبداللہؓ بن زید بدری
۱۷۔ حضرت بشیرؓ بن سعد بدری
۱۸۔ حضرت منذرؓ بن عمرو بدری
۱۹۔ حضرت عقبہؓ بن وہب بدری
۲۰۔ حضرت ابوالولیدؓ رفاعہ بن عمرو بن زید بدری
۲۱۔ حضرت عبادہؓ بن صامت بدری
۲۲۔ حضرت معاذؓ بن جبل بدری
۲۳۔ حضرت ثابتؓ بن جذع بدری
۲۴۔ حضرت عمیرؓ بن حرث بدری
۲۵۔ حضرت معاذؓ بن عمرو بن جموح بدری
۲۶۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بدری
۲۷۔ حضرت عمروؓ بن غنمہ بدری
۲۸۔ حضرت ابوالسیر کعبؓ بن عمرو بن بدری
۲۹۔ حضرت ثعبہؓ بن غنمہ بدری
۳۰۔ حضرت قطبہؓ بن عامر بدری
۳۱۔ حضرت سلیمؓ بن عمرو بدری
۳۲۔ حضرت جبارؓ بن صخر بدری
۳۳۔ حضرت طفیلؓ بن مالک بدری
۳۴۔ حضرت ضحاکؓ بن حارثہ بدری

۳۵۔حضرت یزیدؓ بن منذر بدری
۳۶۔حضرت معقلؓ بن منذر بدر
۳۷۔حضرت طفیلؓ بن نعمان بدری
۳۸۔حضرت سنانؓ بن صیفی بن بدری
۳۹۔حضرت بشیرؓ بن براء بدری
۴۰۔حضرت حرثؓ بن قیس بدری
۴۱۔حضرت سعدؓ بن عبادہ
۴۲۔حضرت عبادؓ بن قیس بدری
۴۳۔حضرت خالدؓ بن قیس بدری
۴۴۔حضرت ذکوانؓ بن عبدقیس بن بدری
۴۵۔حضرت عمروؓ بن حارث
۴۶۔حضرت ابوعبدالرحمٰنؓ بن یزید
۴۷۔حضرت عباسؓ بن عبادہ
۴۸۔حضرت جابرؓ بن عبداللہ
۴۹۔حضرت خالدؓ بن عمرو
۵۰۔حضرت عبداللہؓ بن انیس
۵۱۔حضرت رفاعہؓ بن حارث بن سواد
۵۲۔حضرت عمروؓ بن غزیہ
۵۳۔حضرت ابوامامہؓ اسعد بن زرارہ
۵۴۔حضرت ابومسعود عقبہؓ بن عمرو
۵۵۔حضرت رافع بن مالک
۵۶۔حضرت مسعودؓ بن یزید
۵۷۔حضرت یزیدؓ بن خزام
۵۸۔حضرت کعبؓ بن مالک
۵۹۔حضرت صیفیؓ بن سواد
۶۰۔حضرت اوسؓ بن عباد
۶۱۔حضرت یزیدؓ بن عامر بدری
۶۲۔حضرت خدیجؓ بن سلامہ
۶۳۔حضرت ام منیع اسماء بنت عمرو
۶۴۔حضرت ام عمارہ نسیبہؓ بنت کعب

۲۔قبیلہ اوس:

۱۔حضرت اسیدؓ بن حضیر
۲۔حضرت سعدؓ بن خثیمہ بدری
۳۔حضرت عویمؓ بن ساعدہ
۴۔حضرت سلمہؓ بن سلامہ بدری
۵۔حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان بدری
۶۔حضرت عبداللہؓ بن جُبیر بدری
۷۔حضرت ابوبردہ ہانیؓ بن دینار بدری
۸۔حضرت معنؓ بن عدی بدری
۹۔حضرت ظہیرؓ بن رافع بن عدی
۱۰۔حضرت نہیرؓ بن الہیثم
۱۱۔حضرت رفاعہؓ بن عبدالمنذر بدری

قبیلہ بنونجّار:

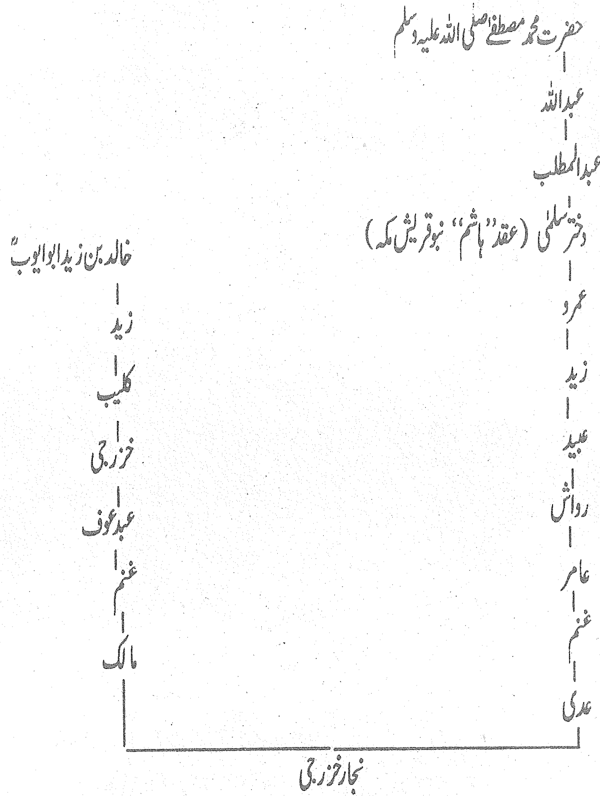
انصارِ مدینہ کے قبیلہ خزرج کی ایک شاخ بنونجار تھی۔ بنونجار کے مورثِ اعلیٰ کا نام تیم اللات (یا بروایت دیگر تیم اللہ) بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج تھا۔ رسول اکرم ﷺ کی پر دادی سلمیٰ (حضرت عبدالمطلب کی والدہ) اسی خاندان سے تھیں۔ حضرت ہاشم بن عبد مناف ایک دفعہ تجارت کے لئے شام جارہے تھے۔ راستے میں دورانِ قیام مدینہ آپ نے اُن سے نکاح کیا۔ اور چند دنوں بعد ہاشم اپنی منزلِ مقصود شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستہ میں غزہ کے مقام پر آپ کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت سلمیٰ حمل سے تھیں۔ بعد میں آپ کے یہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام شیبہ رکھا گیا۔ یہی شیبہ جو بعد میں عبدالمطلب کے نام سے مشہور ہوئے رسول اللہ ﷺ کے دادا تھے۔

حضرت عبدالمطلب کا نام ''شیبہ'' (یعنی بوڑھا) اس لئے پڑا کہ آپ کے بال پیدائش کے وقت سے ہی سب یا بیشتر سفید تھے۔ اور کنیّت عبدالمطلب اس لئے پڑی کہ جب حضرت سلمیٰ کے انتقال کے بعد حضرت مطّلب بن عبد مناف شام سے واپس آتے ہوئے یثرب سے گزرے تو اپنے بھائی کی سسرال بنونجار سے رابطہ کیا اور اپنے بھائی کے بچہ کے بارے میں معلومات کی۔ اور مکہ مکرمہ واپسی پر اس بچہ کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا کر لے آئے۔ انھوں نے شیبہ کو اپنے پیچھے بٹھایا ہوا تھا جہاں عام طور پر غلام کو بٹھاتے تھے۔ یہ دیکھ کر اہلِ مکہ نے کہا کہ عبدالمطلب اپنے ساتھ ایک غلام لائے ہیں۔ نیز ''غلام'' بچہ کو بھی کہتے ہیں۔ عرف عام میں اہلِ مکہ شیبہ کو مطلب کا غلام یا مطلب کا بچہ پکارنے لگے۔ یہی کنیّت آپ کی مشہور ہوگئی۔

خاندانِ بنونجّار یوں تو خود ہی ایک ممتاز خاندان تھا لیکن حضرت عبدالمطلب کا ننھیال ہونے کی وجہ سے (یوں بالواسطہ سرورِ دو عالم ﷺ سے قرابت داری کی بدولت) یہ قبائل مدینہ میں ممتاز ترین خاندان سمجھا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے محبوب چچا سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی ایک بیوی خولہ بنت قیس بھی بنونجّار سے تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت آمنہ سے عقد نکاح کے تھوڑے عرصہ بعد تجارت کے لئے شام گئے تھے۔ واپس آتے ہوئے مدینہ منورہ میں بنو

شجرہ نمبر ۱

شجرہ نسب حضرت ابوایوب خالد بن زید خزرجی انصاریؓ "میزبان رسول ﷺ"



حضرت ابوایوب انصاریؓ کی والدہ کا نام زہرہ بنت سعد خزرجی تھا۔ آپ کی ولادت ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتیس برس قبل چالیس عام الفیل میں مدینہ منورہ میں ہوئی۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پردادی سلمیٰ (حضرت عبدالمطلب کی والدہ) اسی قبیلہ خزرج سے تھیں۔ آپ نے تمام غزوات میں حصہ لیا اور ڈیڑھ سو احادیث کے راوی ہیں۔ آپ کا انتقال میدانِ جنگ میں شہر قسطنطنیہ کے محاذ پر ہوا۔ مزار مبارک استنبول ترکی میں آج بھی مرجع خلائق ہے۔

نجار میں قیام کیا۔ یہیں چند دن بیمار رہ کر وفات پائی۔ اس وقت حضرت آمنہ حمل سے تھیں۔ شوہر کی وفات کے چند ماہ بعد مکہ مکرمہ میں سرورِ کائنات ﷺ عالمِ قدس سے عالمِ امکاں میں تشریف لائے۔ جب آپ ﷺ چھ سال کی عمر کو پہونچے تو حضرت آمنہ آپ ﷺ کو ساتھ لیکر مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ گویا سرزمینِ مدینہ آقائے دو جہاں ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے پہلی مرتبہ اس وقت مشرّف ہوئی۔ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کا قیام خاندانِ بنونجّار میں ہوا۔ یہ سفر حضرت آمنہ نے شوہر کی قبر کی زیارت کے لئے کیا تھا۔ جو کہ مدینہ منورہ میں مدفون تھے۔ حضرت آمنہ نے اپنے لختِ جگر ﷺ اور ام ایمنؓ کے ساتھ کم وبیش ایک ماہ مدینہ منورہ میں قیام کیا۔ واپسی کے سفر میں جب ''ابواء'' کے مقام پر پہونچیں تو بیمار ہو گئیں اور داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ یتیمِ مکّہ رحمتِ عالم ﷺ ام ایمنؓ کے ساتھ واپس مکّہ مکرّمہ پہونچے۔ بچپن کی اپنے قیامِ مدینہ کی بہت سی باتیں رسولِ اکرم ﷺ کو مدّت العمر یاد رہیں۔ ہجرت کے بعد ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بنونجار کے محلّہ سے گزرے تو فرمایا ''یہی وہ مکان ہے جہاں میری والدہ مرحومہ نے قیام کیا تھا''۔

بنونجار کے خاندان کو رسول اکرم ﷺ بہت عزیز جانتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ایک بار رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''انصار کے گھرانوں میں سے بہتر گھرانے بنونجار کے ہیں۔ پھر بنوعبدالاشہل کے پھر بنوحارث کے پھر بنوساعدہ کے اور بہتری تو انصار کے سبھی گھرانوں کے لئے ہے۔'' اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر حضور ﷺ نے فرمایا ''اگر میں انصار کے کسی گھرانے میں شامل ہوتا تو بنونجار میں شامل ہوتا۔'' حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اس عظیم خاندان کے رئیس ہونے کا شرف حاصل تھا۔

تاریخِ یثرب کا تابناک دن

آٹھ ربیع الاول ۱۳ نبوت بروز پنجشنبہ رسول اکرم ﷺ قباء میں تشریف فرما ہوئے۔ تمام انصار مدینہ آپ ﷺ کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے۔

نظر آئی جونہی پہلی جھلک روئے پیمبر کی
سلامی گونج اٹھی نعرۂ اللہ اکبر کی
اکٹھے ہو گئے ہر سمت سے طالب زیارت کے
شعاعوں کی طرح سے گردِ خورشیدِ رسالت کے

(حفیظ جالندھری)

قباء مدینہ منورہ سے قریب تین میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ یہاں انصار کے کئی خاندان آباد تھے۔ ان میں قبیلہ اوس کی ایک معزز شاخ عمرو بن عوف کا خاندان بھی تھا۔ اس خاندان کے رئیس حضرت کلثومؓ بن الہدم تھے۔ قباء میں سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف انہیں کو حاصل ہوا۔ یہاں قیام کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی پہلی مسجد کی تعمیر کی۔ اس کے لئے زمین حضرت کلثومؓ نے پیش کی۔ اس مسجد کی شان میں جو آیات نازل ہوئیں ان کا ترجمہ کچھ اس طرح ہے: "وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن (شروع ہی میں) پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز کے لئے کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے اور حق تعالیٰ صاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے" (سورۃ توبہ آیت ۱۰۸) مسجد کی تعمیر میں شاعرِ انصار حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (شہید موتہ) بھی شریک تھے۔ آپ کام کرتے کرتے اپنے اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ جن کا مطلب حسب ذیل ہے:

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے
اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے
اور رات کو غافل ہو کر نہیں سوتا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

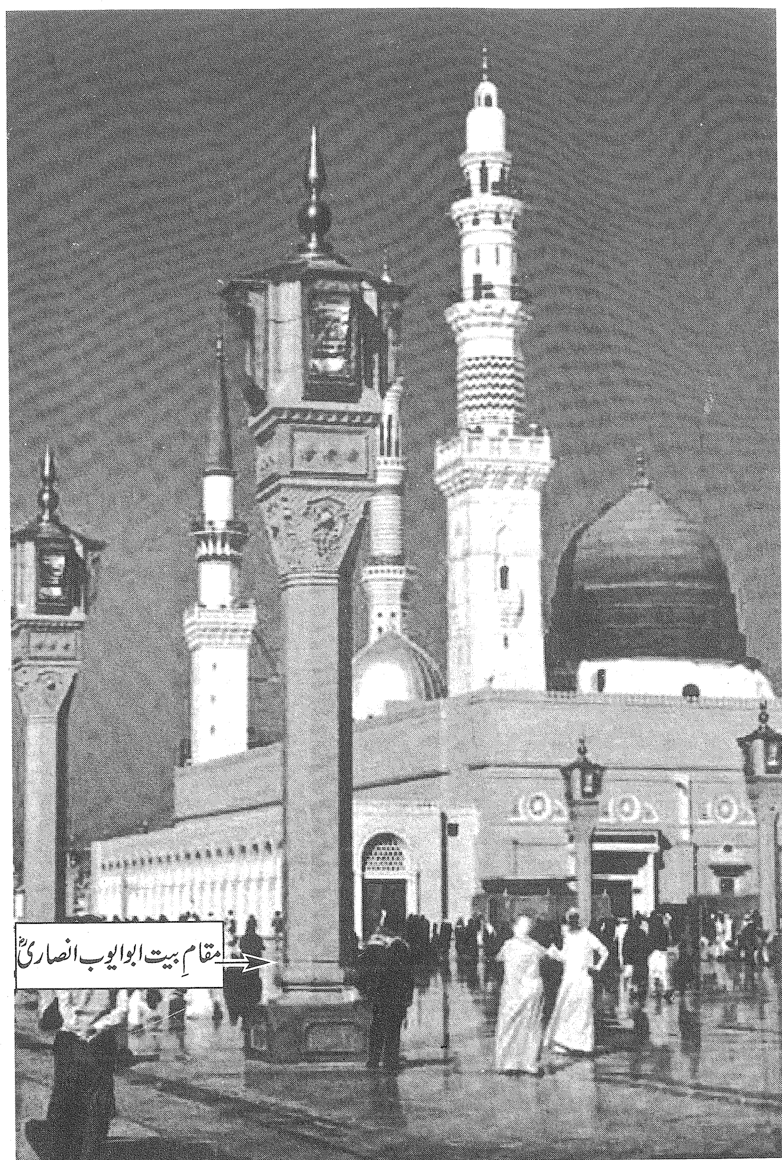
قباء سے مدینہ منورہ کو روانگی

قیامِ قباء کے بعد یوم جمعہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندرونِ یثرب جانے کے لئے اپنی اونٹنی "قصویٰ" طلب فرمائی۔ انصارِ قباء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے خیال سے افسردہ خاطر ہو گئے۔ قبیلہ عمرو بن عوف کے عمایدحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے کوئی کام

مزاجِ گرامی کے خلاف تو سرزد نہیں ہوا یا حضور ﷺ ہمارے غریب خانوں سے کسی بہتر قیام گاہ میں تشریف لے جانا چاہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "میں جہاں جارہا ہوں مجھے وہیں جانے کا حکم ہے۔" غرضکہ کنبہ نبوی جوں جوں آگے بڑھتا جاتا تھا انصار کے اشتیاق تمنّا کی بے تابیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ انصار کا ہر قبیلہ اور فرد سراپا اشتیاق بنا ہوا تھا۔ ہر ایک کی یہی خواہش تھی کہ رحمتِ عالم ﷺ کا شرف میزبانی اسے حاصل ہو۔ سب جانتے تھے کہ رحمتوں کا یہ بادشاہ ﷺ امن کا یہ پیامبر اور لطف وکرم کا یہ پیکرِ جمیل جس کے گھر کو اپنے پاک قدموں سے نوازے گا رحمت کا فرشتہ اس کی دہلیز پر پہرہ دیگا۔ اور دین ودنیا اس کے یہاں مکمّل ہو جائیں گے۔ اس لئے حضور ﷺ کا میزبان بننے کے لئے انصار میں سخت کشمکش تھی۔ رؤساءِ قبائل فرداً فرداً حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کر رہے تھے "یا رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانہ میں قدم رنجہ فرمائیں" حضور ﷺ پر اسوقت وہی کی کیفیت طاری تھی۔ آپ ﷺ اپنے چاہنے والوں کے حق میں دعاء خیر کرتے اور پھر فرماتے "خَلوا سَبِیلَھَا فَاِنَّھَا مَامُودۃٌ" اس کو (ناقہ) چھوڑ دو یہ اللہ کی طرف سے معمور ہے۔) حضور ﷺ نے اُس وقت اونٹنی (قصویٰ) کی مہار چھوڑ رکھی تھی اور حکمِ الٰہی کے منتظر تھے۔ قسویٰ چلتے چلتے بنونجار کے محلّہ میں پہنچی اور اس جگہ جا کر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی کا مشرقی دروازہ ہے۔ اس کے قریب حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا گھر تھا۔ وہ فرط مسرت سے بیخود ہو گئے اور دوڑ کر حضور ﷺ کا خیر مقدم کیا اور فرمایا یا رسول اللہ ﷺ یہ اس مسکین کا گھر ہے اجازت ہو تو سامان اتاروں۔ حضور ﷺ کسی کی دل شکنی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا قرعہ ڈالو' قرعہ ڈالا گیا تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔ گویا فخر دوجہاں ﷺ کی میزبانی کا شرف رب العزت نے ہی ان کی قسمت میں لکھدیا تھا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے نہایت مسرت سے سرور کونین ﷺ کا سامان ناقہ سے اتارا اور ان کا گھر رسالت کی ضیاباریوں سے جگمگانے لگا۔

فلک نے رشک سے دیکھا اس انصاری کی قسمت کو
ابو ایوب رضی اللہ عنہ گھر میں لے گئے سامانِ رحمت کو

حفیظ جالندھری


مقامِ بیت ابوایوب انصاریؓ

ابن اسحٰق نے کتاب المبتدا میں ایک روایت بیان کی ہے کہ دو سو سال پہلے تبع (شاہ یمن وحضر موت) جس کا نام ابوکرب اسعد بن کلیکرب (ملک یکرب) تھا یثرب کی سرزمین سے گزرا تو اس کے ساتھ کچھ علماء تھے۔ وہ سب اس جگہ رہنے پر مُصر ہوئے۔ تبّع نے ان کے اسرار کا سبب پوچھا تو انھوں نے جواب دیا کہ ہماری کتابوں میں لکھا ہے کہ یہ جگہ نبی آخرالزّماں کی جائے ہجرت ہے۔ ہم سب اس لئے یہاں آباد ہونا چاہتے ہیں۔ اس طرح شاید ہم ان کی زیارت سے مشرف ہو جائیں۔ تبع نے انھیں وہاں آباد ہونے کی اجازت دی اور ان کے سب سے بڑے عالم کو ایک تحریر لکھ کر دی جس میں اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کیا' میں احمد ﷺ کے متعلق گواہی دیتا ہوں کہ وہ خالق کائنات کے رسول ہیں۔ اگر میری عمران کے زمانہ تک دراز کر دی جاتی تو میں ان کا وزیر اور انکا ابنِ عم (یعنی مددگار) ہوتا' یہ تحریر نسل در نسل منتقل ہوتے ہوتے حضرت ابوایوبؓ انصاری کے پاس پہونچی۔ کہتے ہیں کہ رسولِ کریم ﷺ کی ہجرت کے وقت یہ تحریر حضرت ابوایوبؓ کے پاس تھی۔ واللہ عالم بالصواب۔ یہ ذکر کر دینا یہاں بے محل نہ ہوگا کہ ابواسعد کا زمانہ حکومت ۴۰۰ھ ق م سے ۴۲۵ھ ق م تھا۔ علامہ طبریؒ کا بیان ہے کہ اس نے یہودی مذہب قبول کر لیا تھا۔

حضرت ابوایوبؓ کا مکان دومنزلہ تھا۔ حضور ﷺ نے اس خیال سے کہ آپ ﷺ کے پاس لوگوں کی آمد ورفت رہے گی نچلی منزل پر قیام فرمایا۔ ابن ہشام کا بیان ہے کہ ایک روز بالاخانہ پر پانی سے بھرا برتن ٹوٹ گیا۔ حضرت ابوایوبؓ اس خیال سے مضطرب ہو گئے کہ پانی بہ کر نیچے جائے گا اور سرورِ عالم ﷺ کو تکلیف ہوگی اپنے اوڑھنے کا لحاف فی الفور گھسیٹ کر پانی پر ڈال دیا۔ جب پانی کے نیچے بہنے کا احتمال نہ رہا تو میاں بیوی نے اطمینان کا سانس لیا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ اور ان کی اہلیہ کو بالاخانہ کی سکونت ناپسند تھی۔ یہ خیال ان کے لئے سوہانِ روح بنا ہوا تھا کہ حضور ﷺ نچلی منزل میں مقیم ہوں اور انکے ادنیٰ خادم بالائی منزل پر ہوں۔ یہ روحانی اذیت ایک رات اتنی شدت اختیار کر گئی کہ دونوں میاں بیوی چھت کے ایک کونے میں ساری رات سکڑ کر بیٹھے رہے۔ صبح جب آپؓ نے یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گذار

کی اور استدعا کی کہ حضورﷺ کے غلاموں کے لئے آپﷺ کے قدموں کے نیچے رہنا ہی باعث سعادت ہے تو سرورِ کونینﷺ نے ابو ایوب انصاریؓ کی درخواست قبول کر لی اور بالائی منزل میں منتقل ہو گئے۔ حضورﷺ نے قریب چھ یا سات ماہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا۔ اس عرصہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے جس والہانہ عقیدت سے رحمتِ دو عالمﷺ کی خدمت کی وہ انکے عشق رسولﷺ کا مظہر ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ دونوں وقت حضورﷺ کی خدمت میں ماحضر پیش کرتے۔ بعض اوقات دوسرے انصار کے یہاں سے بھی کھانا آتا۔ کھانے میں سے جو بچ رہتا حضورﷺ اسے ابوایوبؓ کے گھر بھیج دیتے۔ ابوایوبؓ کی عقیدت کیشی اور حبِّ رسولﷺ کا یہ عالم تھا کہ کھانے میں جہاں سرورِ عالمﷺ کی انگلیوں کے نشان ہوتے بہ خیال تبرک واتباعِ رسولﷺ اپنی انگلیاں رکھ کر کھانا تناول فرماتے۔

صحیح مسلم میں خود حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ کے پاس کھانا لایا جاتا تو آپ اس میں سے کھاتے اور باقی میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک روز آپﷺ نے میرے پاس پیالہ بھیجا اور اس میں سے خود کچھ نہیں کھایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا۔ میں نے رسول اللہﷺ سے پوچھا کہ کیا لہسن حرام ہے؟ آپﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اس کی بو کے سبب میں اس کو پسند نہیں کرتا۔'' میں نے عرض کیا تو پھر میں بھی اس کھانے کو نہیں کھاؤں گا کیونکہ جس چیز کو آپ نے ناپسند کیا ہے اس کو میں بھی ناپسند کرتا ہوں''۔ (فَاِنِّی اَکرَہُ مَا کَرِھتَ)

نقیب بنی نجّار:

یوں تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کے خاندان بنونجار کو ہادئ اکرمﷺ انصار کا بہترین خاندان جانتے تھے اور اسی خاندان کے ایک فرد کو حضورﷺ نے اپنی میزبانی کا شرف عظیم بخشا لیکن مسجد کی تعمیر کے دوران بنونجار کو ایک ایسا لازوال شرف عطا کیا جس نے انہیں "ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما'' کا مصداق بنا دیا۔ ہوا یوں کہ مسجد کی تعمیر کے دوران بنونجار کے نقیب حضرت اسعدؓ بن زرارہ انصاری نے وفات پائی تو بنونجار کے لوگ حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض

کی کہ حضرت اسعدؓ کی جگہ کسی اور کو نقیب مقرّر فرمادیں۔ یہ سنکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"تم لوگ میرے ماموں ہو۔اس لئے اب بنونجار کا نقیب میں خود ہوں''۔ یہ سُن کر بنونجار کے لوگ وفورِ مسرّت سے بے خود ہوگئے۔اور اس سعادتِ عظیم کو ہمیشہ کے لئے اپنا سرمایۂ افتخار بنالیا۔

دعاءِ حفظ:

ہجرت کے بعد مدینہ منورہ کے منافقوں اور یہودیوں نے فرزند توحید کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردیں۔ حضور ﷺ کو ان کی سازشوں کا علم ہوا تو آپ نے صحابۂ کرامؓ کو ہدایت فرمائی کہ رات کو ہتھیار باندھ کر سویا کریں اور کچھ آدمی جاگ کر پہرا دیا کریں۔تاکہ دشمنوں کے ناگہانی حملوں کا تدارک کیا جاسکے۔ایک موقعہ پر حضرت ابوایوب انصاریؓ نے رات بھر پہرا دیا تو رسول اللہ ﷺ نے اُن کے حق میں دعا مانگی" اے ابوایوب خدا تمھیں اپنے حفظ وامان میں رکھے تم نے اس کے نبی کی نگہبانی کی''۔ یہ حضور ﷺ کی دعا کا ہی اثر تھا کہ حضرت ابوایوبؓ زندگی بھر مصائب و آلام سے محفوظ رہے اور وفات کے بعد بھی صدیوں تک نصاریٰ ان کی قبر کی حفاظت اور نگرانی کرتے رہے۔حتیٰ کہ قسطنطنیہ جہاں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر ہے مسلمانوں کے زیرنگیں آگیا۔آج بھی ترکی کی حکومت ان کی قبر کی نگراں ہے۔

مواخاۃ:

مواخاۃ تاریخ اسلام کا ایک عظیم الشان واقعہ ہے جس کی مثال دنیا کی کسی دوسری قوم میں نہیں ملتی۔ یہ ایک ایسا تحیّر خیز واقعہ تھا جو اس سے قبل انسانیت کی ساری تاریخ میں عدیم المثال ہے۔ ہوا یوں کہ جب مہاجرین کرامؓ سالہا سال زہرہ گداز مصائب جھیلنے کے بعد اپنے اہل وعیال، گھربار اور مال و دولت چھوڑ کر مدینہ منورہ پہونچے تو ان کے پاس خدا کے نام کے سوا کچھ نہ تھا۔لیکن انصار مدینہ نے جس محبت اور خلوص سے ان غریب الوطنوں کی مہمانداری کی اس کے ذکر جمیل سے تاریخ اسلام کے اوراق ہمیشہ مزین رہیں گے۔ انصار فطرتاً بڑے شریف، سادہ، بامروت اور وسیع القلب لوگ تھے۔لیکن ان کے صدیوں پرانے باہمی نفاق وعداوت نے ان کے خصائل شریفہ کو

قریب قریب غارت کر دیا تھا۔ انصار کے لئے اسلام کا ظہور رحمت کامل ثابت ہوا۔ ورنہ کچھ عرصہ یہی حالت اگر اور رہتی تو اوس و خزرج اسی طرح صفحہ ہستی سے مٹ جاتے جیسے دوسری قومیں نیست و نابود ہو گئی تھیں۔

اسلام نے سب سے پہلے انصار کے باہمی نفاق کو ختم کیا اور جو لوگ ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اُن کو اسلام کے مستحکم رشتۂ اخوت میں منسلک کر دیا۔

"اللہ کی رسّی کو مضبوتی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ پیدا کرو اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے پھر اُس نے تمھارے دلوں میں (باہمی) الفت پیدا کر دی سُو تم اس کے فضل سے بھائی بھائی بن گئے۔ حالانکہ تم لوگ آگ کے ایک گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ سُو اللہ نے تمھیں بچا لیا۔ اس طرح اللہ تم سے اپنی آیات کھول کر بیان کرتا ہے شاید تم راہ پاؤ" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳) حق تعالیٰ کے اس عظیم احسان کا انصار نے کما حقہ شکر ادا کیا۔ انھوں نے اپنی جانوں مالوں اور اولادوں کو راہِ حق میں وقف کر دیا اور اپنے ایثار خلوص اور فداکاریوں کے ایسے انمٹ نقوش صفحاتِ تاریخ پر نقش کر دئے کہ تاریخِ عالم ان کی مثالیں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہجرت کے بعد ابتدائی پانچ مہینوں میں انصار کے گھر مہاجرین کے لئے مہمان خانۂ عام تھے۔ لیکن یہ بے ترتیب سی زندگی تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کی پرورش اور کفالت کے لئے ایک سہل مگر مستقل اور منظم طریقۂ کار کی ضرورت محسوس فرمائی

چنانچہ ہجرت کے پانچ ماہ بعد آپ ﷺ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے وسیع مکان میں انصار و مہاجرین کو جمع کیا۔ حاضرین کی تعداد ۹۰ یا ۱۰۰ تھی۔ ان میں انصار و مہاجرین کی تعداد برابر تھی۔ سرورِ عالم ﷺ نے مہاجرین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں" اس کے بعد آپ ﷺ ایک انصاری اور ایک مہاجر کو بلاتے اور فرماتے "آج سے تم دونوں بھائی بھائی ہو"۔ اس مجلس میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ ان کا رشتۂ مواخاۃ مدینہ منورہ میں اسلام کے پہلے معلم حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بن عمیر سے قائم کیا گیا۔ ان کے مواخاتی بھائی

حضرت مصعبؓ بن عمیر قریش کے ایک آسودہ حال خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور بڑے ناز و نعم میں پرورش پائی تھی۔ مہاجروں کے سابقون الاولون میں سے تھے۔ سرورِ کونین ﷺ نے انھیں مدینہ منورہ میں اسلام کا معلم اوّل مقرّر فرمایا۔ رحمتِ عالم ﷺ کے عاشقِ زار تھے۔ غزوہ بدر و اُحد میں نہایت جوش سے شریک ہوئے اور مؤخر الذکر میں رتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔

مواخاۃ کے بعد انصار نے اپنے مواخاتی بھائیوں سے حقیقی بھائیوں سے بڑھکر سلوک کیا۔ عقد مواخاۃ کے بعد انصار اپنے مواخاتی بھائیوں کو اپنے گھر لے گئے اور تمام مال و متاع، جائداد غرض کہ گھر کی ایک ایک چیز شمار کر کے آدھی آدھی ان کو دے دی۔ اس ملکوتی جذبہ کی انتہا یہ تھی کہ حضرت سعدؓ بن ربیع مال و جائداد کی تقسیم سے فارغ ہو چکے تو اپنے مہاجر بھائی حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا بھائی میری دو بیویاں ہیں۔ ان میں سے ایک آپ پسند کرلیں میں اُسے طلاق دے دونگا ۔آپ اس سے نکاح کر لیجئے۔ حضرت عبدالرحمن نے صدق دل کے ساتھ حضرت سعدؓ بن ربیع کے احسان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا بھائی خدا تمھارے مال و دولت اور اہل و عیال میں برکت دے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تم سے صرف اتنا چاہتا ہوں کہ مجھے کاروبار تجارت کے لئے بازار تک پہونچادو۔

انصار نے اپنے نصف نخلستان اور زمینیں اپنے مہاجر بھائیوں کو پیش کیں تو انھوں نے فن باغبانی اور زراعت سے نا آشنا ہونے کے باعث ان کے لینے میں عذر کیا۔ انصار کا جوش ایثار ملاحظہ ہو۔ انھوں نے کہا کہ نخلستان اور زمین ہم آپ کو ضرور دیں گے۔ ان میں کھیتی باڑی ہم خود کریں گے اور پیداوار کا نصف حصہ آپ کو دے دیا کریں گے۔ مہاجرین نے احسان مندی کے ساتھ اپنے انصار بھائیوں کی اس پیشکش کو قبول کرلیا۔ جنگ خیبر تک مہاجرین ان نخلستانوں سے متمتع ہوتے رہے۔ فتح خیبر کے بعد شکریہ کے ساتھ انھوں نے انصار کو واپس کر دئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ مواخاتی رشتہ سگے بھائیوں جیسا رشتہ بن گیا تھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی انصار سفر آخرت اختیار کرتا تو اس کا مہاجر بھائی اس کے ترکے کا وارث ہوتا۔ جنگ بدر کے بعد مہاجرین کی حالت

درست ہوگئی تو یہ آیت نازل ہوئی''قرابت والے ایکدوسرے کے زیادہ حقدار ہیں''(سورۃ انفال آیت ۷۵)۔ چنانچہ اس فرمان الٰہی کی تکمیل میں انصار ومہاجرین کا باہمی توارث منسوخ ہو گیا۔اورصرف خویش واقارب میں ہی میراث کا قائدہ جاری ہوگیا۔

انصار نے ہرضرورت کے موقعہ پر راہ حق میں اپنی استطاعت سے بڑھ کرقربانیاں پیش کیں۔ حضرت حارثہ بن نعمان انصاریؓ نے اپنے کئی مکانات سرورِکونینﷺ کی نذر کردئے تھے۔اس طرح اصحابِ صفّہ کی کفالت انصار نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی۔ جہاد کا موقعہ آتا تو اپنی جانوں اور مالوں کے ساتھ اسلام کے لئے سینہ سپر ہوجاتے۔خوداللہ تعالیٰ نے قرانِ حکیم میں ان زندہ جاوید ہستیوں کے بارے میں یوں فرمایا ہے''اور جن لوگوں نے اسلام کو پناہ دی اورنصرت کی وہی سچے مومن ہیں۔ان کے لئے مغفرت اوراچھارزق ہے''(سورۃ انفال رکوع ۱۰ آیت ۷۴)

جنگ بدر:

حضرت ابوایوب انصاریؓ ان تین سو تیرہ نفوس قدسی میں سے ایک ہیں جو ہجرت کے بعد کفرو اسلام کے معرکہء اول''جنگ بدر'' میں اپنی بے سروسامانی کے باوجود محض اللہ اور رسولﷺ کی خوشنودی کے لئے کفر کی مہیب طاغوتی قوت سے بھڑ گئے۔بدری صحابہء کرام کی تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت اور درجہ حاصل ہے۔رسولِ اکرمﷺ نے متعدد مواقع پر اصحاب بدر کی فضیلت بیان فرمائی اور ہمیشہ ان کو اعزاز واکرام سے نوازا۔ایک دفعہ آپﷺ مسجد نبوی میں صحابہء کرامؓ کے حلقے میں تشریف فرما تھے، مجلس اقدس میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔اتنے میں کچھ بدری صحابہؓ وہاں آگئے اور بیٹھنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ایک طرف کھڑے ہوگئے۔حضورﷺ انہیں دیکھ کر بیتاب ہوگئے اور حاضرین سے مخاطب ہوکر فرمایا''تم اپنے بدری بھائیوں کے لئے جگہ خالی کردو'' اس سے اصحاب بدر کی فضیلت اور قدرومنزلت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔سرورِکونینﷺ کو قریش کی لشکرکشی کے ارادہ کی اطلاع ملی تو آپﷺ نے مہاجرینؓ اور انصارؓ کو جمع کیا اور ساری صورت حال ان کے سامنے رکھی۔حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت مقداد بن عمروؓ نے

اس موقعہ پر نہایت پر جوش تقریریں کیں۔اور کہا کہ ہم راہِ حق میں اپنی جانیں نثار کر دیں گے۔یہ تینوں جانباز مہاجر تھے۔رسولِ کریم ﷺ انصار کا بھی منشاء معلوم کرنا چاہتے تھے۔کیونکہ بیعت کے وقت انھوں نے جو عہد کیا تھا اس میں یہ شامل نہیں تھا کہ مدینہ منورۃ کے باہر جا کر بھی دشمن سے لڑیں گے۔آپ نے فرمایا دوسرے لوگ بھی رائے دیں۔اس موقعہ پر رئیس خزرج حضرت سعد بن عبادہؓ نے یہ تقریر کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کا اشارہ شاید انصار کی طرف ہے۔اگر آپ سمندر کا حکم دیں تو ہم اسے پامال کر دیں اور اگر خشکی کا حکم دیں تو برک غماد (حبش یا یمن کی ایک جگہ کا نام) تک اونٹوں کے کلیجہ پگھلا دیں'' انصار کا جوش جہاد اور جذبۂ فدائیت دیکھ کر حضور ﷺ کا چہرہ فرط مسرت سے چمک اٹھا۔۱۲ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۹ مارچ ۶۲۴ء کو رسول اللہ ﷺ ۳۱۳ نفوس کے ساتھ مدینہ منورۃ سے لشکر قریش سے جنگ کی نیت سے روانہ ہوئے۔

جنگ بدر کے بعد رسول اللہ ﷺ کو جو غزوات و سرایہ پیش آئے اُن میں غزوۂ اُحد اور غزوۂ احزاب (خندق) خاص اہمیت اور شہرت رکھتے ہیں۔ان دونوں غزوات میں حضرت ابوایوبؓ کی شرکت بالا تفاق ثابت ہے۔جنگ اُحد میں فرزندانِ توحید کے ستّر آدمی شہید ہوئے۔ان میں چار مہاجر اور چھیانسٹھ (۶۶) انصار تھے۔رحمتِ عالم ﷺ خود اس جنگ میں زخمی ہوئے۔حضور ﷺ کے جاں نثار چچا حضرت حمزہؓ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مواخاتی بھائی حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی ان شہداء میں شامل تھے۔

غزوۂ خندق:

ماہ ذیقعدۃ ۵ھ میں جنگ احزاب (خندق) پیش آئی۔اس میں کفر کے داعی ۲۴۰۰۰ کا لشکر لیکر ابو سفیان کی قیادت میں مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔حضور ﷺ کو اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے مشورہ کے مطابق مدینہ منورہ کے غیر محفوظ گوشہ کی طرف خندق کھودنے کا اہتمام کیا۔ذاتِ اقدس رسالت مآب ﷺ کے ساتھ تین ہزار صحابہ کرامؓ نے جن میں ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے اس کام میں حصہ لیا۔اور

پندرہ یا بیس دن میں یہ خندق تیار ہوئی۔ کفار نے مدینہ منورہ کے قریب پہونچ کر خندق کو اپنے راستہ میں حائل پایا تو انھوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا۔ بیس بائیس دن تک کفار کا محاصرہ قائم رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کچھ ایسے اسباب پیدا کئے کہ محاصرین میں پھوٹ پڑ گئی۔ پھر ایک رات کو ایک خوفناک طوفان باد نے کفار کو گھیر لیا۔ ان کے خیموں کی طنابیں اُکھڑ گئیں۔ خوفناک تاریکی اور سردی اس پر مستزاد تھی۔ کفار میں اب محاصرہ کا یارا نہ رہا۔ اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''مسلمانوں اللہ کے احسان کو یاد کرو جبکہ تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان پر آندھی بھیجی اور فوجیں بھیجیں جو تم کو نظر نہیں آتی تھیں۔'' (سورۃ احضاب آیت ۹)

بیعت رضوان

غزوۂ اُحد، بدر اور احزاب میں شرکت کے بعد حضرت ابوایوب انصاریؓ کو جو شرف حاصل ہوا وہ آپ کا بیعت رضوان میں شرکت کرنا تھا۔ بیعت رضوان تاریخ اسلام کا ایک مہتم بالشان واقعہ ہے۔ جو صحابۂ کرامؓ اس بیعت میں شریک ہوئے انہیں اصحابِ شجرہ کے نام سے پکارا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے راضی ہونے کی بشارت دی۔

واقعہ یوں ہُوا کہ یکم ذیقعدہ ۶ھ کو سرورِ کائنات ﷺ نے حج کا ارادہ فرمایا اور ۱۴۰۰ اصحابۂ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ ذوالحلیفہ پہونچ کر سب نے احرام باندھا۔ اُدھر قریش مکہ کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو لڑنے مرنے کو تیار ہو گئے۔ حضور ﷺ آگے بڑھ کر حدیبیہ کے مُقام پر پہونچے اور وہاں قیام کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجا۔ قریش نے نبی ﷺ اور انکے ساتھیوں کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے اور عمرہ کرنے کی اجازت سے انکار کر دیا اور حضرتؓ عثمانؓ سے کہا کہ تم چاہو تو طواف کرلو ہم منع نہیں کرینگے۔ حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میں حضور ﷺ اور دیگر مسلمانوں کے بغیر ہرگز طواف نہیں کرونگا۔ قریش نے حضرت عثمانؓ کو روک لیا۔ اُدھر مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا

ہے۔حضورﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ خبر سچی ہے تو ہم حضرتؓ عثمانؓ کا بدلہ لئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے۔صحابہ کرامؓ اگرچہ بے سروسامان تھے لیکن ہر ایک نے حضورﷺ کے ارشاد پر لبیک کہا۔حضورﷺ ایک درخت سمرہ'' کے نیچے بیٹھ گئے اور مسلمانوں سے اس بات پر بیعت لی کہ جب تک جان میں جان ہے کفّار سے لڑیں گے اور قدم پیچھے نہیں ہٹائیں گے۔تمام صحابہ کرامؓ نے ذوق وشوق سے جانثاری کی بیعت کی۔تاریخ اسلام میں یہ 'بیعت رضوان'' کے نام سے مشہور ہے۔اس موقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ترجمہ: اللہ راضی ہوا (مؤمنین) سے جب بیعت کرتے تھے (اے رسول) تم سے درخت کے نیچے اور جو (صدق وخلوص) ان کے دلوں میں تھا وہ اس نے معلوم کرلیا تو اُنپر تسلّی نازل فرمائی اور انھیں جلد فتح عنایت کی'' (سورۃ فتح آیت ۱۸) حضرت بوایوب انصاریؓ بھی ان ۱۴۰۰ اصحابہ کرامؓ میں شامل تھے۔

صلح حدیبیہ :

قریش مکہ کو جب 'بیعت رضوان'' کا حال معلوم ہوا تو وہ مرعوب ہوگئے۔اور انھوں نے حضرت عثمانؓ کو چھوڑ دیا۔اس کے بعد قریش نے سہیل بن عمرو کو (جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے) سفیر بنا کر مسلمانوں کے پاس بھیجا اور صلح کی پیشکش کی۔حضورﷺ اور سہیل کے درمیان کچھ دیر گفتگو کے بعد حسب ذیل شرائط طے ہوگئیں:۔

۱۔مسلمان اس سال حج نہ کریں گے البتہ اگلے سال حج کے لیے مکہ مکرمہ میں داخل ہوسکیں گے۔وہ بھی اس حالت میں کہ نیام میں ڈالی ہوئی تلوار کے علاوہ کسی مسلمان کے پاس کوئی اور ہتھیار نہیں ہوگا۔اور انکو تین دن سے زیادہ مکہ مکرمہ میں ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی۔

۲۔مسلمانوں اور انکے حلیفوں اور اہلِ مکہ اور انکے حلیفوں کے درمیان دس سال تک صلح رہے گی۔

۳۔قریش کا کوئی آدمی اگر مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو مسلمانوں کو اسے واپس کرنا ہوگا۔لیکن مسلمانوں کا کوئی آدمی اگر قریش کے ہاتھ آگیا تو وہ مسلمانوں کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

آخری شرط مسلمانوں پر بہت گراں گذری۔حضرت عمر فاروقؓ بے تاب ہوکر رسول اللہﷺ سے

عرض پیرا ہوئے کہ کیا آپ ﷺ پیغمبر خدا نہیں ہیں اور کیا ہم حق پر اور دشمن باطل پر نہیں ہیں؟۔ حضور ﷺ نے فرمایا بیشک میں پیغمبر ہوں اور ہم حق پر ہیں لیکن اللہ کا حکم اور مصلحت اسی میں ہے۔ دیکھنے میں یہ معاہدہ ایسا لگتا تھا کہ مسلمانوں نے دب کے کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہُ کو حکم دیا کہ وہ معاہدہ صلح کو احاطۂ تحریر میں لائیں۔ حضرت علیؓ نے لکھتے وقت سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ سہیل نے کہا ہم نہیں جانتے رحمٰن کسے کہتے ہیں۔ اس کے بجائے قدیم دستور کے مطابق ''بِاسمکَ اللھم'' لکھو۔ حضور ﷺ نے حضرت علی کو حکم دیا یہی لکھدو۔ پھر جب حضرت علی نے لکھا' یہ معاہدہ محمد رسول اللہ اور قریش کے مابین ہوا ہے۔ تو سہیل نے اعتراض کیا' اگر ہم محمد کو اللہ کا رسول مان لیں تو سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھو'' حضور نے حضرت علی کو حکم دیا ایسا ہی لکھدو۔ حضرت علی نے کہا یا رسول اللہ میری کیا مجال ہے کہ میں رسول اللہ کا لفظ مٹاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' اچھا مجھے دکھاؤ یہ لفظ کہاں لکھا ہے۔ حضرت علی نے اس پر انگلی رکھدی۔ حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک سے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے موافق نہیں تھیں۔ لیکن درحقیقت یہ صلح اشاعت اسلام کے لئے بہت مفید ثابت ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنی تمام توجہ اشاعت اسلام پر مرکوز کر دیں۔ اوران کی تبلیغی مساعی سے ہزارہا مشرکین دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ جن میں حضرت خالد بن ولیدؓ اور عمرو بن عاصؓ جیسی جلیل القدر ہستیاں بھی شامل تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو فتح مبین قرار دیا۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (سورۃ فتح) ترجمہ: ہم نے تجھے کھلی ہوئی فتح عنایت کی'' اور پھر وقت نے دیکھا کہ کچھ عرصہ بعد کچھ ایسے حالات ظہور پذیر ہوئے کہ اہل مکہ نے خود تیسری شق کے ختم کرنے کی درخواست کی اور پھر مسلمانوں کی فتوحات کا ایک سلسلہ چل نکلا۔

غزوۂ خیبر:

صلح حدیبیہ کے بعد ۶ ھ کے آخر یا ۷ ھ کے شروع میں خیبر کی مشہور جنگ پیش آئی۔ خیبر مدینہ منورہ سے ۲۰۰ میل پر ایک مقام ہے۔ اُسوقت یہ یہودیوں کا مضبوط گڑھ تھا۔ ایک روایت کے مطابق

یہودیوں کے پاس بیس ہزار فوج جمع ہوگئی تھی۔ اور وہ مسلمانوں سے ایک خونریز اور فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہوگئے تھے۔ سرورِ کونین ﷺ کو جب یہودیوں کی جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے دشمن کو مدینہ منورہ پر حملہ آور ہونے کا موقعہ دینے کے بجائے خود آگے بڑھ کر ان سے نپٹنے کا ارادہ فرمایا۔ چنانچہ ۱۶۰۰ صحابہ کرامؓ کو خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ ان طالبانِ جہاد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ ایک ماہ کے مسلسل خونریز معرکوں کے بعد مسلمانوں نے خیبر کے تمام قلعہ فتح کر لئے۔ ان میں قموص کا مضبوط ترین قلعہ جس کا رئیس مرحب تھا، جو بذات خود ہزار سواروں کے برابر شمار ہوتا تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور یہ قلعہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے ہاتھوں فتح ہوا۔

فتح مکہ:

صلح حدیبیہ کے بعد قبیلہ بنوخزاعہ مسلمانوں کا حلیف بن گیا اور بنی بکر قریش کا۔ صلح کے ڈیڑھ سال بعد بنی بکر نے بنی خزاعہ پر دفعتاً حملہ کر دیا۔ اور بڑی سنگ دلی سے ان کے مردوں بچوں اور عورتوں کو قتل کیا۔ قریش صلح حدیبیہ کے مطابق اس بات کے پابند تھے کہ وہ اور انکے حلیف مسلمانوں اور انکے حلیف کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے۔ لیکن اس موقعہ پر قریش نے اپنے حلیف قبیلہ بنوبکر کی مدد کی۔ بنوخزاعہ کا وفد بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا۔ اور دردانگیز الفاظ میں سارا حال بیان کیا۔ حضور ﷺ بنوخزاعہ کی فریاد سے بہت متاثر ہوئے۔ اور قریش کو پیغام بھیجا کہ مقتولوں کا خوں بہا دو یا بنی بکر کی حمایت سے دست کش ہو جاؤ۔ اگر کوئی بات منظور نہیں تو اعلان کر دو کہ صلح حدیبیہ ٹوٹ گئی۔ قاصد سے قریش نے نہایت تکبر سے کہا" جاؤ ہم محمد ﷺ کے محکوم نہیں ہیں جو ہمارے جی میں آیا کیا" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ معظّمہ پر فوج کشی کی تیاری شروع کردی۔ اس اثناء میں ابوسفیان نے مدینہ منورہ آکر صلح حدیبیہ کی تجدید کی کوشش کی لیکن اسے بے نیل و مرام مکہ معظّمہ واپس جانا پڑا۔ روایت ہے کہ ان سے کہا گیا کہ اب اگلی ملاقات مکہ معظّمہ میں ہوگی۔

حضورصلی اللہ علیہ وسلم نے حلیف قبائل کو بھی بلا بھیجا۔ جب سب آ گئے تو آپ دس ہزار جاں نثاروں کے ساتھ دس رمضان المبارک ۸ھ کو عازمِ مکہ معظّمہ ہوئے۔ مکہ معظّمہ سے تقریباً ایک منزل کے فاصلہ پر مرانظہر ان کے مقام پر سرفروشانِ حق نے پڑاو ڈالا۔ قریش کو خبر ہوگئی۔ ابوسفیان نے رات میں آکر اسلام قبول کرلیا۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جان بخشی کر کے آزاد کردیا۔ اور فرمایا مکہ معظّمہ جا کر اعلان کردو کہ میرا مقصد خوں ریزی نہیں ہے۔ جو لوگ ہم پر ہتھیار نہیں اٹھائیں گے انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ اور جو اپنا دروازہ بند رکھے گا وہ امان میں ہے۔ جو حرم کعبہ میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امان میں ہے۔ حتیٰ کہ جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزیں ہوگا اس سے بھی کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔ ابوسفیان نے مکہ معظّمہ جا کر قریش کو لشکر اسلام کا حال بتایا اور انھیں سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کرنے کا مشورہ دیا۔ دوسرے دن لشکر اسلام نہایت شان وشوکت سے مکہ معظّمہ میں داخل ہوا۔

اس طرح رمضان المبارک ۸ھ میں فخر الانبیاء سید الرسل رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار قدوسیوں کے ہمراہ مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے۔ اور کفر وشرک کے مرکز عظیم (اُس وقت کے) پر علم توحید لہرا دیا۔ اس طرح کتاب استثناء کی یہ پیش گوئی پوری ہوگئی۔ ”خداوند سیناء سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک آتشیں (یعنی نورانی) شریعت ان کے لئے تھی۔“ سرور کونین کے دس ہزار قدوسیوں میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

جنگ حنین:

مکہ معظّمہ اور طائف کے درمیان بنوثقیف اور بنوہوازن کے قبائل آباد تھے۔ یہ قبائل بڑے جنگجو اور سرکش تھے۔ فتح مکہ کے بعد ان لوگوں نے اسلام کی طرف مائل ہونے کے بجائے سرکشی پر کمر باندھی اور مسلمانوں کو نیست ونابود کرنے کی ٹھان لی۔ ان کا خیال تھا اس طرح وہ اہل مکہ کے ان تمام باغوں اور جاگیروں پر قابض ہو جائیں گے جو طائف میں تھے۔ اور ساتھ ساتھ مسلمانوں

سے بت شکنی کا انتقام بھی لے سکیں گے۔انہوں نے بڑے زور وشور سے تیاریاں کیں اور بنی مضر اور بنی ہلال کے قبیلوں کو ساتھ ملا لیا۔جلد ہی ان کے ہزار ہا جنگجو مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ان کے ساتھ اہل وعیال اور مال ومویشی بھی تھے۔ان لوگوں نے وادی حنین پر پڑاؤ ڈالا ۔حضور ﷺ اس خبر پر بارہ ہزار مجاہدین کے ساتھ مقابلہ کے لئے آگے بڑھے۔حضرت ابوایوب انصاریؓ اس جنگ میں حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔اسلامی فوج میں مکہ معظّمہ کے دو ہزار نومسلم بھی شامل تھے۔مکہ سے روانہ ہوتے وقت مسلمانوں کو اپنی قوت اور کثیر تعداد پر غرور تھا۔کچھ لوگوں کے منہ سے نکل گیا" آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے" اللہ تعالی کو مسلمانوں کی یہ بات پسند نہیں آئی۔نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی معرکہ میں مسلمان کچھ ایسے بدحواس ہوئے کہ سرور کونین ﷺ اور چند دوسرے جانبازوں کے علاوہ سب کے قدم اُکھڑ گئے۔حضور ﷺ اس وقت کوہ استقامت بن کر میدان جنگ میں کھڑے رہے۔اوراپنے چچا حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ مہاجرین وانصار کو آواز دو ۔حضرت عباس نے نہایت بلند آواز سے نعرہ مارا"یا معشر الانصار، یا اصحاب الشجرہ" یہ آواز سنتے ہی سارا لشکر اسلام دفعتاً پلٹ پڑا اوراس جوش اور وارفتگی سے لڑا کہ لشکرِ کفار کے پرخچے اُڑا دیئے۔کفار کے بے شمار آدمی مارے گئے۔اور چھ ہزار کے قریب قیدی بنا لئے گئے۔(ان کو بعد میں حضور ﷺ نے بغیر کسی فدیہ کے آزاد کردیا)اس جنگ میں نہایت کثیر مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

خدا کے رسول ﷺ اور انصار :

جنگ حنین کے بعد حضور ﷺ نے غنائم جنگ سے زیادہ حصہ قریش کے نومسلموں کو دیا۔کیونکہ اُن کی تالیف قلب مقصود تھی۔انصار کے بعض نوجوان حضور ﷺ کی اس حکمت کو نہ سمجھے اور انھوں نے چہ میگوئیاں شروع کردیں کہ ابھی تک ہماری تلواروں سے مشرکین کا خون ٹپکتا ہے لیکن مال غنیمت کا وافر حصہ قریش لے گئے۔حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو حضور ﷺ نے تمام انصار کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا اے گروہ انصار کیا تم نے واقعی یہ کہا کہ قریش ہماری تلواروں سے مغلوب ہوئے لیکن مال غنیمت کا وافر حصہ قریش کو دیا گیا" انصارؓ نے عرض کی" یارسول اللہ ﷺ فی الواقع

ہمارے بعض نوجوانوں نے ایسی باتیں کہی ہیں لیکن ہمارے کسی سمجھدار اور ذمہ دار آدمی کی زبان سے ایسی بات ادا نہیں ہوئی'' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا معشر الانصار کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے میں تمہیں کفر و شرک کی بھول بھلیوں سے نکال کر طریقِ حق پر لایا۔ اور جنت کا مستحق بنایا۔ تم ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے میں نے تم میں اتفاق پیدا کیا۔ تم مفلس تھے تم کو تونگر کیا۔ تم قبائل عرب میں حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے میں نے تمھیں عزت دی۔ رسول کریم ﷺ کے ہر ارشاد پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بیشک اللہ اور اس کے رسول کا احسان بہت بڑا ہے۔''

حضور ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا تم بھی اپنے احسانات بیان کرو ''

انصارؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ ہم کیا عرض کریں''

حضور ﷺ نے فرمایا تم کہو تجھے اپنے گھر سے نکالا گیا ہم نے اپنے گھر میں پناہ دی۔ تیرا کوئی مددگار نہیں تھا ہم نے مدد کی۔ تو محتاج تھا ہم نے تجھے غنی کیا۔ ساری دنیا نے جھٹلایا ہم نے دل وجان سے تیری صداقت کی گواہی دی۔ تم یہ کہتے جاؤ گے اور میں کہتا جاؤں گا تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے گروہ انصار کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ دوسرے لوگ اونٹ بکریاں اور مال و دولت اپنے گھروں کو لے جائیں اور تم محمد ﷺ کو لیکر اپنے گھر جاؤ؟''

رسول اکرم ﷺ کے ارشادات سنکر انصارؓ کے قلب وجگر کے ٹکڑے ہو گئے۔ روتے روتے ان کی ہچکیاں بندھ گئیں اور بے اختیار پکار اُٹھے ''ہم کو صرف محمد رسول اللہ ﷺ درکار ہیں''

پھر حضور ﷺ نے فرمایا:

قال الرسول صلى الله عليه وسلم بعد غزوة حنين حينما قال الأنصار إن الرسول سليبقى في مكة فقال عليه الصلاة والسلام للأنصار: "مابال الناس يأ خزون البعير وتذهبون أنتم برسول الله، المحيا محياكم والممات مماتكم، بارك الله في الأنصار وبارك الله في أولاد الأنصار."

(''انصار میرے ہیں میں انصار کا ہوں اے اللہ انصار اور انصار کی اولاد پر رحم فرما'')۔

پھر فرمایا ''قریش کو اس لئے زیادہ مال و دولت دیا گیا ہے کہ ان کی تالیف قلب ہو جائے۔ کیونکہ وہ ابھی جدید الاسلام ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ انکا حق زیادہ ہے۔''

غزوۂ تبوک:

سنہ ۹ ھ میں غزوۂ تبوک پیش آیا۔ حضور ﷺ کو خبر ملی کہ قیصر روم ایک لشکر جرار کے ساتھ عرب پر دھاوا بولنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کو حکم دیا کہ مقابلہ کی تیاری کریں۔ اور صاحبِ استطاعت لوگ لشکر کی تیاری کے لئے جو دے سکتے ہوں دیں۔ اس سال خشک سالی کے سبب قحط کی سی کیفیت تھی اور وہ وقت کھجوروں کے پکنے کا تھا۔ (جس وقت عرب اپنے باغات چھوڑ کر کہیں نہیں جاتے) اس کے باوجود ہر مرد اور عورت نے اس میں دل کھول کر حصہ لیا۔ اس میں حضرت ابو بکرؓ نے اپنا تمام مال و اسباب لا کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا تھا۔ عورتوں نے اپنے زیورات بدن سے اُتار کر دے دئے۔

شدت کی گرمی کے باوجود حضور ﷺ تیس ہزار مجاھدین کو ساتھ لیکر مدینہ منورہ سے نکلے۔ اس لشکر میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ چودہ منزلوں کے پُر صعوبت سفر کے بعد تبوک پہونچ کر معلوم ہوا کہ دشمن نے اپنی طرف سے کوئی جنبش نہیں کی۔ الغرض بیس دن تبوک میں قیام کے بعد حضور ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ فاتح و کامران مدینہ منورہ واپس آئے۔ چونکہ اس غزوہ میں لشکر کی تیاری سفر کے دوران بے پناہ مصیبتیں اٹھانی پڑیں اس لئے اس کو ''جیش العسرہ'' بھی کہا جاتا ہے۔

حُجّۃ الوداع:

سنہ ۱۰ ھ میں سرورِ عالم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیبہ کا آخری حج اور ہجرت کے بعد کا پہلا حج ادا کیا۔ اس میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمانوں کو آپ کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ ان میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی شامل تھے۔ اس حج میں رسول اللہ ﷺ نے وہ تاریخی خطبہ دیا جو تمام عالم کے لئے مشعلِ راہ ہے۔

انسانی حقوق کا عہد آفریں چارٹر

۔ اے اللہ کے بندو میں تمھیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں اور ابتدا کرتا ہوں اس سے جو مکمل خیر ہے۔

۔ لوگو غور سے سنو۔ میں یہ بات وضاحت سے تمھارے سامنے پیش کرتا ہوں شاید اس سال کے بعد میں اس جگہ نہ مل سکوں۔

۔ لوگو تمھارا خون ، تمھارا مال ایک دوسرے پر حرام ہے۔ یہانتک کہ تم خدا کے سامنے پیش ہو۔ جیسا کہ یہ دن یہ مہینہ اور یہ شہر تمھارے لئے قابلِ احترام ہے۔

۔ بتاؤ کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا؟ اے خدا تو گواہ رہنا۔

۔ جس کے پاس کسی کی امانت ہو وہ اس کے مالک کے حوالہ کر دے۔

۔ دورِ جاہلیت کے سودی کاروبار آج سے ممنوع قرار دے دئے گئے۔اور سب سے پہلے میں اپنے چچا حضرت عباسؓ کی سودی رقمیں معاف کرتا ہوں۔

۔ جاہلیت کے تمام مفاخر ختم کئے جاتے ہیں صرف کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کا عہدہ برقرار رکھا جاتا ہے۔

۔ قتل عمد کا قصاص ضروری ہے۔ عمد کا مشابہ وہ قتل ہے جو لاٹھی یا پتھر سے واقع ہو۔ اس کی دیت سو اونٹ ہیں۔ جو زیادہ چاہے گا وہ اہل جاہلیت میں سے ہوگا۔

۔ لوگو شیطان اس بات سے تو مایوس ہو گیا کہ اس زمین پر اس کی عبادت کی جائے لیکن وہ اس پر مطمئن ہے کہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کے اشارہ کی پیروی کی جائے۔

۔ لوگو مہینہ کو اپنی جگہ سے ہٹا دینا کفر میں زیادتی کرنا ہے۔کافر اس سے گمراہی پھیلاتے ہیں۔ایک سال جس مہینہ کو حلال کرتے ہیں دوسرے سال اُسی کو حرام کر دیتے ہیں۔تا کہ جو گنتی اللہ نے رکھی ہے اُسے کسی نہ کسی طرح پورا کر لیں۔زمانہ گھوم پھر کر وہیں آگیا جہاں کائنات کی پیدائش کے دن شروع ہوا تھا۔خدا کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ ہے۔اور اُس نے اسے اپنی

کتاب میں لکھ دیا تھا۔جس دن آسمان و زمین پیدا ہوئے تھے۔اُس دن سے چار مہینہ محترم ہیں۔تین مہینہ توپے درپے ہیں اور چوتھا الگ ہے۔ذیقعد، ذالحجہ، محرم اور رجب جو جمادعالاخریٰ اورشعبان کے درمیان آتا ہے۔

۔ لوگو عورتوں کے تم پر کچھ حقوق ہیں اور تمھارے ان پر حقوق ہیں۔تمھارے حقوق یہ ہیں کہ وہ تمھارے بستر پر کسی اور کو نہ سلائیں۔اور تمھاری اجازت کے بغیر ایسے لوگوں کو گھر میں نہ آنے دیں جن کو تم پسند نہیں کرتے۔اور فحش کام نہ کریں۔اور اگر وہ ایسا کریں تو خدا نے تمھیں ان سے علٰحدہ ہونے ان سے الگ سونے اور اعتدال کے ساتھ مارنے کی بھی اجازت دے رکھی ہے۔اور اگر وہ ایسا کرنے سے رُک جائیں اور تمھاری اطاعت شروع کردیں تو انکا نان نفقہ اور لباس تمھارے ذمہ ہے۔تمھارے پاس عورتیں قیدیوں کی طرح ہیں۔وہ خود کچھ نہیں کرسکتیں۔تمھارے پاس وہ خدا کی امانت کی طرح ہیں۔تم اُس کے نام سے اُنکو اپنے لئے حلال کرتے ہو۔پس اُن کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو اور اُن کے لئے بھلائی سوچا کرو۔کیا میں نے بات پہونچادی؟ اے خدا گواہ رہنا۔

۔ لوگو سب مومن بھائی، بھائی ہیں۔کسی مومن کو اپنے بھائی کا مال اُس کی مرضی کے بغیر لینے کا حق حاصل نہیں ہے۔

۔ لوگو میرے بعد کافر ہو کر ایک دوسرے کے قتل کے درپے نہ ہو جانا۔میں تمھارے پاس ایسی چیز چھوڑتا ہوں جس پر عمل کرنے سے تم کبھی گمراہ نہ ہوگے۔وہ چیز قران مجید ہے۔

۔ لوگو تمھارا پروردگار ایک اور تمھارا باپ ایک ہے۔اور تم سب آدم کی اولاد ہو۔اور آدم مٹی سے بنے تھے۔تم میں اللہ کے نزدیک محترم اور مکرم وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔کسی عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی برتری نہیں ہے۔

کیا میں نے تبلیغ کا حق ادا کردیا؟ گواہ رہنا۔حاضرین کو چاہئے کہ وہ یہ باتیں اُن تک پہونچادیں جو حاضر نہیں ہیں۔

۔ لوگو خدا نے میراث میں جداگانہ حصہ مقرر کیا ہے۔ وارث کے حق میں کوئی وصیت نہیں ہوسکتی۔ اور وصیت ایک تہائی سے زیادہ میں موثر نہیں۔

۔ لڑکا نکاح والے کا ہے۔ اور زناکار کے لئے پتھر ہے۔ جو اپنے باپ کے سوائے کسی کو اپنا باپ بنائے یا جو آزاد شدہ غلام اپنے آقا کے سوا کسی کسی دوسرے کے ساتھ انتساب کرے تو اسپر خدا اور فرشتوں کی لعنت۔ قیامت کے دن اس سے کوئی بدلہ قبول نہ ہوگا۔

السلام علیکم ورحمۃُ اللہ

(کتابیات سیرت النبی مولانا شبلی نعمانی)

بعض روایتوں میں ہے کہ حضور ﷺ نے حجۃ الوداع سے واپسی پر جحفہ سے تین میل دور ایک تالاب (غدیر) پر قیام فرمایا۔ اس کا نام خُم تھا۔ یہاں آپ نے تمام صحابہ کرامؓ کو جمع کر کے ایک مختصر خطبہ دیا۔ جس میں دوسری باتوں کے علاوہ حضرت علی کرم اللہ وجہُ کے بارے میں وہ مشہور فقرہ بھی ارشاد فرمایا مَن کُنتُ مولاہُ فَعلیٌّ مَولاہُ (جس کا میں مولا ہوں علی بھی اُس کا مولا ہے) اس موقعہ پر جو صحابہ موجود تھے ان میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے۔ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ نے یہ مژدہ خود جا کر حضرت علی کرم اللہ وجہُ کو سنایا۔ بعض علماء نے اس روایت کو ضعیف بتایا ہے۔ لیکن عام طور پر اہلِ سیر نے ان پر نکیر نہیں کی۔ علامہ شبلی نعمانی نے بھی سیرۃ النبی میں اس کو بھی تسلیم کیا ہے۔

وصال نبوی ﷺ کے بعد :

۱۱ ھ میں سرور کونین ﷺ نے رحلت فرمائی۔ حضور ﷺ کے وصال کے فوراً بعد رئیس خزرج حضرت سعد بنؓ عبادہؓ کے وسیع مکان سقیفہ بنی ساعدہ (جو انصار کا دارالندوہ تھا) انصار کا اجتماع ہوا۔ اس اجتماع میں حضرت سعدؓ بن عبادہ نے ایک پُر جوش تقریر کی جس میں انصار کی سبقت فی الدین اور راہِ حق میں قربانیاں بیان کیں اور اُن کی بناء پر انصار کو خلافت کا مستحق ٹھہرایا۔ انصار کی ایک کثیر تعداد نے حضرت سعدؓ بن عبادہ کے خیالات کی تائید کی۔ اُدھر مہاجرین مجتمع ہوئے اور

ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے ساتھ سقیفہ بنوساعدہ میں پہونچ گئے۔ یہاں انصار ومہاجرین نے پُرجوش الفاظ میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انصار کے ایک گروہ جس کے ترجمان حضرت حباب بن المنذرؓ تھے یہ رائے دی کہ ایک امیر انصار سے اور ایک مہاجرین سے ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے صحابہ کرام نے اس کو رد کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس موقعہ پر ایک مؤثر خطبہ دیا جس میں انصار کے محامد کا اعتراف کیا۔ اور پھر مہاجرین کے فضائل اور حقوق خلافت بیان کئے۔ انؓ کا خطبہ ختم ہوا تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے فضائل بیان کئے۔ اور کہا کہ وہ ان فضائل کی بناء پر انصار ومہاجرین میں سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔ یہ کہ کر یک بارگی اپنا ہاتھ حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ میں دے دیا اور یوں سب ہی لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔

(نوٹ:۔ حضرت حباب المنذر انصاریؓ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کا تعلق خاندانِ خزرج سے تھا۔ ہجرت سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جنگ بدر، اُحد، خیبر اور حنین میں مجاہدانہ شرکت کی۔ شاعری میں بھی ملکہ رکھتے تھے۔ اُن کے کئی اشعار کتب سیر میں محفوظ ہیں۔ نہایت فصیح وبلیغ مقرر تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں وفات پائی۔)

اختلاف رائے:

اس موقعہ پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کی رائے سب سے جداگانہ تھی۔ اُن کی نظر میں قبیلہ یا نسل کی کوئی اہمیت نہ تھی۔ انہوں نے اپنے قبیلہ کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ کے دعوہ خلافت کو تسلیم کرنے کے بجائے مہاجرین کو مستحق خلافت ٹھرایا۔ اور پھر مہاجرین میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ کے فضائل اور محامد بیان کئے اور لوگوں کو تلقین کی کہ وہ قاتلِ کفّار حضرت اسداللہ الغالب کرم اللہ وجہُ کی بیعت کریں۔ اگرچہ جمہور مسلمین نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مشورے کو قبول نہ کیا تاہم اُن کی نیک نیتی پر کسی کو شک نہ تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ ان چند صحابہ کرامؓ (جن کی تعداد موٴرخین نے بارہ لکھی ہے) میں شامل تھے جنھوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہُ کے ساتھ

حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیعت میں کچھ عرصہ توقف کیا۔

عہد فاروقی کے معرکہ:

حضرت عمر فاروقؓ جب سریر آرائے خلافت ہوئے تو ان کے عہد بابرکت میں مجاہدین اسلام کے گھوڑوں کی ٹاپوں نے ایشیا اور افریقہ کے لاکھوں مربعہ میل علاقہ کو روند ڈالا اور اس پر پرچم اسلام بلند کیا۔ علامہ واقدی اور دوسرے مؤرخین نے عہد فاروقی کے کئی معرکوں میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام بڑی صراحت کے ساتھ لیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ افریقہ کی لڑائیوں میں انھوں نے نمایاں حصہ لیا۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمرو بن العاصؓ نے ایک لشکر مغرب (شمالی افریقہ) روانہ کیا جو یلغار کرتا ہوا "برقہ" تک جا پہونچا اور اس پر علم اسلام لہرا کر واپس آیا۔ اس لشکر میں ابوایوبؓ شامل تھے۔

مسجد نبوی میں امامت:

حضرت عثمان ذالنورینؓ کے عہد خلافت میں جب باغیوں نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو حضرت سعد قرظؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی خدمت میں آکر عرض کی کہ آپ مسجد نبوی میں آکر نماز پڑھائیں کیونکہ حضرت عثمانؓ محاصرہ کی وجہ سے باہر نہیں نکل سکتے۔ شیر خدا نے خود نماز پڑھانے سے معذوری کا اظہار کیا اور کہا خالد بن زید سے کہو نماز پڑھائیں۔ (خالد بن زید حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام تھا) تاریخ ابن اثیر میں ہے کہ اس دن پہلی دفعہ بہت سے لوگ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے اصل نام سے واقف ہوئے۔ چنانچہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کئی دن تک مسجد نبوی میں امامت کرتے رہے۔

عہد حضرت علی کرم اللہ وجہٗ:

شیر خدا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی بڑی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب آپ مسند آرائے خلافت ہوئے تو حضرت ابوایوب انصاریؓ کا سالانہ وظیفہ پانچ

ہزار درہم جو انھیں عہد فاروقی سے بدری صحابی ہونے کی وجہ سے ملتا تھا بڑھا کر بیس ہزار درہم کر دیا۔ ان کو بارگاہ خلافت سے آٹھ غلام بھی ملے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہُ نے بڑھا کر چالیس کر دیئے۔

مدینہ منورہ کی امارت:

خلافت مرتضوی کے آغاز میں حضرت سہلؓ بن حنیف انصاری مدینہ منورہ کے امیر تھے۔ ۳۶ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ نے انھیں کوفہ بلا لیا۔ اور مدینہ منورہ کی امارت پر حضرت ابوایوب انصاریؓ کو مقرر فرمایا۔ استیعاب کے الفاظ یہ ہیں: "ابن اسحٰق اور ابن ہشام کا بیان ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ کے ساتھ تھے۔ اور نہروان کے دن وہ ہراول لشکر کے سالار تھے۔ اسی کتاب میں دوسری جگہ مرقوم ہے حضرت بوایوب انصاریؓ حضرت علیؓ کی تمام لڑائیوں میں انکے ساتھ تھے"

خارجین کے خلاف جنگ:

کچھ موئرخین کو جنگ جمل میں آپؓ کی شرکت میں شک ہے کیونکہ آپؓ اسوقت مدینہ منورہ میں امیر کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ خارجیوں کے خلاف نہروان کی مشہور جنگ میں آپ شامل تھے۔

جنگ نہروان:

سنہ ۳۷ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ اور امیر معاویہؓ کے درمیان صفین کی افسوسناک جنگ ہوئی۔ کئی خون ریز معرکوں کے بعد جنگ ملتوی ہوگئی۔ اور یہ قرار پایا کہ دونوں فریق اپنا اپنا ایک نمائندہ (حکم) مقرر کریں۔ یہ نمائندہ جس کے حق میں فیصلہ دیں وہ مسلمانوں کا خلیفہ ہو۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ "تحکیم" کے نام سے مشہور ہے۔ تحکیم کے نتیجہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہُ اور حضرت معاویہؓ کے اختلافات تو کم نہ ہو سکے البتہ مسئلہ تحکیم حضرت کرار کی فوج میں تفریق اور اختلاف کا سبب

بن گیا۔ لشکرِ حیدری میں ایک معتد بہ جماعت نے تحکیم کو سخت ناپسند کیا۔ اس جماعت میں قبیلہ بنو تمیم، مراد، راسب اور غزہ وغیرہ کے ہزاروں لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ تاریخ میں خوارج کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کا موقف یہ تھا کہ خدا کے سوا اور کسی کو فیصلہ کا حق نہیں ہے۔ اور جو شخص بھی تحکیم سے تعلق رکھے (یعنی آدمیوں کو حکم بنائے) وہ کافر ہے۔ اور واجب القتل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہُ جب صفین سے واپس کوفہ آئے تو خارجی عقائد کے لوگ آپ کی بیعت سے الگ ہو گئے۔ اور عبداللہ بن وہب الراسی کے ہاتھ پر بیعت کر کے نہروان میں جمع ہو گئے۔ اور کافی خون خرابہ کیا۔ اُدھر حضرت علی کرم اللہ وجہُ شام پر لشکر کشی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ آپ نے خوارج کو دعوت دی کہ اپنے فاسد عقائد سے توبہ کر کے لشکر میں شامل ہو جاؤ۔ لیکن خوارج نے سرکشی کی راہ اختیار کی۔ چارو ناچار حضرت علیؓ کو شام روانگی سے پہلے اس فتنہ کے انسداد کی طرف توجہ دینی پڑی۔ اور آپ کو اپنے لشکر کو نہروان کی طرف کوچ کا حکم دینا پڑا۔ نہروان پہونچ کر آپ نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ انصاریؓ کو افہام و تفہیم کے لئے خارجیوں کی طرف بھیجا۔ دونوں بزرگوں نے خوارج کو راہ راست پر لانے کی مقدور بھر کوشش کی لیکن انھوں نے ایک نہ مانی۔ آخر مجبور ہو کر حضرت علیؓ نے جنگ کی تیاری کی۔ میمنہ کا افسر حضرت حجر بن عدیؓ کو مقرر کیا اور میسرہ پر حضرت شیثؓ بن ربعی کو، پیادہ پر ابو قتادہ کو اور مقدمہ الجیش پر حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو متعین فرمایا۔ اس موقعہ پر حضرت علیؓ نے اپنا مشہور علم رایت الایمان (داہنے ہاتھ والوں کا جھنڈا) حضرت ابو ایوب انصاریؓ کے سپرد کیا۔ دونوں لشکروں میں بڑا گھمسان کا رن پڑا۔ خوارج نہایت شجاعت اور استقلال سے لڑے۔ ان کے اعضاء کٹ کٹ کر گرتے تھے لیکن وہ میدان سے منھ نہ موڑتے تھے۔ لیکن افواج حیدری کے جانباز جو کوہِ عزم و ثبات اور پیکرِ تہور و شجاعت تھے انھوں نے خوارج کے منھ پھیر دئے۔ اس خونریز جنگ میں عبداللہ بن وہب الراسی کے بیشتر ساتھی کٹ مرے۔ چار سو کے قریب میدان جنگ میں مجروح پائے گئے۔ جن پر رحم کھا حضرت علیؓ نے ان کی مرہم پٹی کے لئے ان کے عزیزوں کے سپرد کر دیا۔

ایک روایت میں ہے کہ سرورِ کونین ﷺ نے ایک موقعہ پر اس ہولناک جنگ کی پیش گوئی کی تھی۔ اوراس میں مقتول ہونے والے ایک خارجی کی علامتیں بھی بتادی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہُ کو سرورِ کونین ﷺ کا ارشاد مقدس یاد تھا۔ آپ نے مقتولین کی لاشوں کے ڈھیر سے اس خارجی کی لاش کو تلاش کروایا۔ تھوڑی تگ و دو کے بعد لاش مل گئی۔ اس میں سرورِ کونین ﷺ کی بتائی تمام علامات موجود تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہُ نے لاش کو دیکھ کر فرمایا! اللہ اکبر اللہ کے رسول نے کتنا سچی فرمایا تھا''

جنگ نہروان میں حضرت ابوایوب انصاریؓ نے دوسرے جان نثارانِ علیؓ کے ساتھ جس جوانمردی اورسرفروشی کا مظاہرہ کیا وہ انکی زندگی کا روشن باب ہے۔

ابن مُلجم جس کے دست ستم سے صاحبِ ذوالفقارؓ کو جامِ شہادت پینا پڑا اسی بد بخت گروہ خوارج سے تعلق رکھتا تھا۔

میدانِ جہاد میں سفرِ آخرت:

قسطنطنیہ جس کا سابق اسلامی نام ''اسلامبول' اور موجودہ نام ''استنبول'' ہے ترکی کا مشہور شہر اور بندرگاہ ہے۔ یہ ایک نہایت قدیم شہر ہے۔ ابتداء میں یہ ''بزنطائن'' کے نام سے پُکارا جاتا تھا۔ ۳۲۶ء میں سلطنت روما کے بادشاہ قسطنطین اعظم نے موجودہ شہر کی بنیاد رکھی۔ اُس وقت سے سلطان محمد فاتح کے زمانہ تک یہ شہر مسلسل قیصرانِ روم کا پایۂ تخت رہا۔ امیر معاویہؓ نے باختلاف روایت ۴۸، ۴۹ یا ۵۰، ۵۱، یا ۵۲ ھ میں ایک اسلامی لشکر اس شہر کی تسخیر کے لئے روانہ کیا۔ بعض موٴرخین کے مطابق اس لشکر کی قیادت سفیان بن عوف کے سپرد تھی۔ لیکن اکثر روایت میں ہے کہ اس لشکر کے امیر یزید بن معاویہ تھے۔ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاریؓ اپنی کبرسنی کے باوجود ایک عام مجاہد کی حیثیت سے شریک تھے۔

تذکرۃ حفّاظ شیعہ (مصنف سید علی نقی) میں اس کا ذکر اس طرح ہے:۔

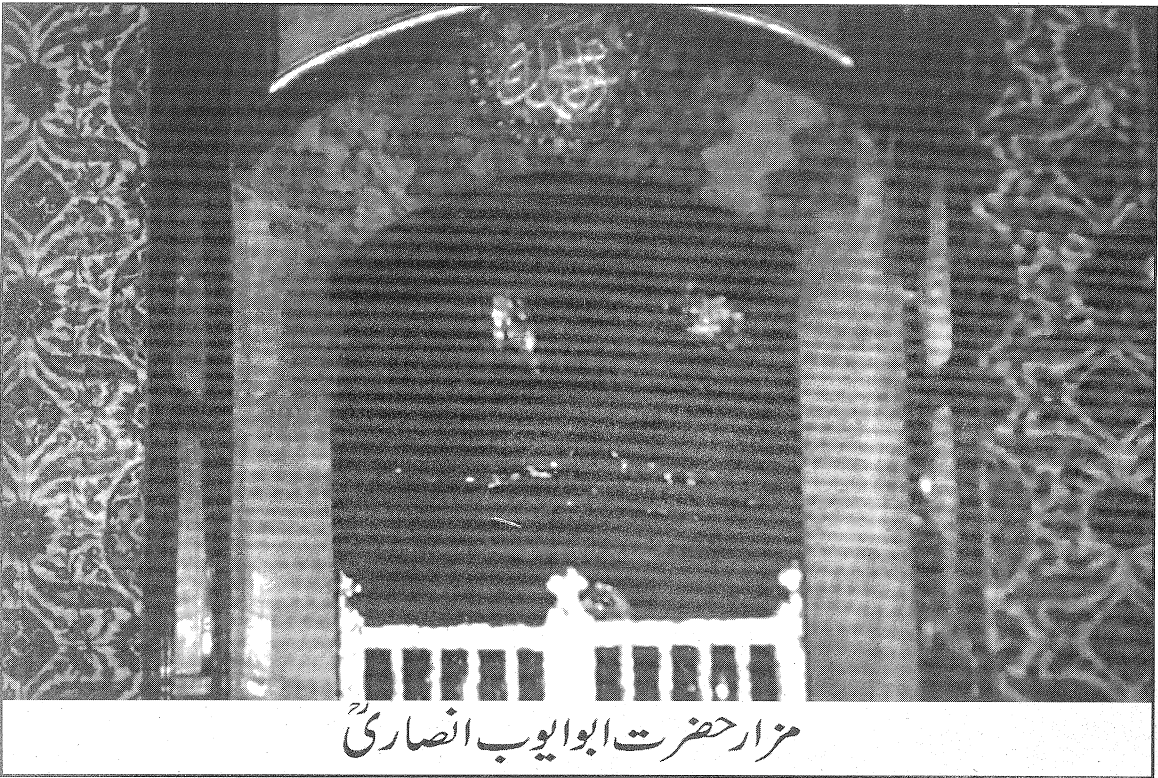
''کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حضرت ابوایوب انصاریؓ کو خاص شوق تھا۔ یہاں تک کہ اس سلسلہ

میں یزید بن معاویہ کی سپہ سالاری میں جنگ کرنے تک سے آپ نے گریز نہیں کیا۔آپ کا اجتہادی خیال یہ تھا کہ کفار سے جہاد میں اگرچہ فاسق وفاجر اشخاص کی ماتحتی میں ہو سچی نیت سے شریک ہونا مذہب کی نصرت ہے۔اس لئے روم کی جنگ میں جو حضرت معاویہؓ کے حکم سے یزید بن معاویہ کی ماتحتی میں افواج روانہ کی گئی تھی اس میں حضرت ابوایوب انصاریؓ بھی موجود تھے۔اور وہیں قسطنطنیہ میں ۵۰ھ میں انتقال کیا۔روایت سے پتہ چلتا ہے کہ جس دستہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ شامل تھے اس کی قیادت حضرت عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ بن ولید کر رہے تھے۔اس جہاد کے موقعہ پر آپ کی عمراسی سال سے اوپر تھی۔لیکن آپ کے شوق جہاد کا یہ عالم تھا کہ اس ضعیف العمری کے باوجود مدینہ منورہ سے شام تک اور شام سے قسطنطنیہ تک محض شرکت جہاد کے لئے سفر کیا۔اور پھر ایک عام مجاہد کی حیثیت سے لشکرِ اسلام میں شامل ہوئے۔حالانکہ اس لشکر میں کوئی بھی شخص کسی بھی لحاظ سے اُن پر فوقیت نہیں رکھتا تھا۔وہ' صاحبِ بدر'' صاحبِ شجرۃ'' ہونے کی وجہ سے لشکرِ اسلام میں مہر عالمتاب کی حیثیت رکھتے تھے۔ان کی موجودگی باعث برکت تھی۔اس جنگ میں کئی معرکہ ہوئے لیکن دونوں فریقین میں کسی کو نمایاں کامیابی نہ ہوسکی۔قسطنطنیہ والوں نے جب معرکہ میں حزیمت اُٹھائی تو بھاگ کر شہر میں جا گھسے۔اور فصیلِ شہر کے دروازہ بند کر لئے۔مسلمانوں نے شہر کا محاصرہ کرلیا اوراس کی تسخیر کے لئے مناسب تدبیر میں لگ گئے۔

مرض الموت اور وصیت:

جن دنوں اسلامی لشکر قسطنطنیہ کا محاصرہ کئے پڑا تھا یورپ کی ہوا مسلمانوں کی طبع پر بڑا برا اثر ڈال رہی تھی۔یہانتک کہ مسلمانوں کی کثیر تعداد بیمار ہوگئی۔بہت سے مجاہد بیماری سے جانبر نہ ہوسکے۔اس موقعہ پر ابوایوب انصاریؓ بھی سخت علیل ہوگئے۔جب انکے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نہ رہی تو امیر لشکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عیادت کرتے ہوئے کہا کہ کوئی وصیت ہوتو فرمائے۔اس پر ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا:

'جب میں مرجاؤں تو مسلمانوں کو میرا اسلام پہونچا دینا۔اور انکو بتادینا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو



مزار حضرت ابو ایوب انصاریؓ

یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اس حالت میں انتقال کر جائے کہ رب واحد کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانتا تھا اللہ تعالیٰ جنت نصیب کرے گا۔ میرا جنازہ سرزمین عدو میں جہانتک تم لے جاسکو لیجا کر دفن کر دینا۔"

یزید بن معاویہ نے ان کی وصیت پوری کرنے کا عہد کیا۔ اور حضرت ابوایوب انصاریؓ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ سالِ وفات کے بارے میں اختلاف ہے۔ مختلف مؤرخین نے ۵۰ھ، ۵۱ھ، ۵۲ھ یہانتک کہ ۵۵ھ بھی لکھا ہے۔ اس اختلاف کا سبب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسطنطنیہ کے گرد یہ جنگ سات سال تک جاری رہی۔ اوراسی دوران کسی سال آپؓ کا انتقال ہوا۔

تدفین:۔

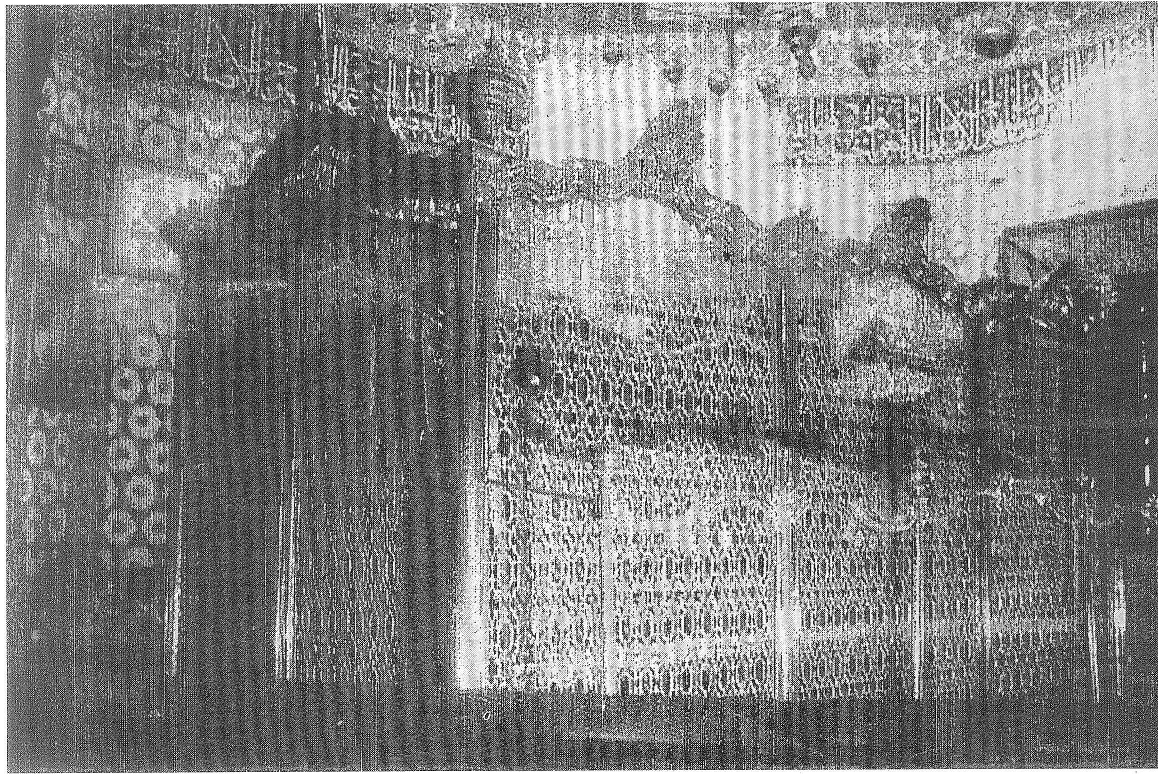
امیر لشکر نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پھر تمام فوجی ہتھیار سجا کر آپ کی میت کو قسطنطنیہ کی عین دیوار کے پاس لے گئے۔ اور وہاں اسلام کے اس بطلِ جلیل کو سپرد خاک کر دیا۔ آپ کی تدفین رات کے وقت عمل میں آئی۔ قیصر روم کو رات کے وقت مسلمانوں کے ہلچل کی اطلاع ملی تو اس نے قاصد بھیج کر دریافت کیا کہ رات کو کیا معاملہ تھا۔ مسلمانوں نے جواب دیا کہ ہمارے پیشوائے اعظم رسول اللہ ﷺ کے ایک بزرگ صحابی کا انتقال ہو گیا تھا۔ ہم لوگ ان کی تدفین میں مصروف تھے۔ قیصر نے کہلا بھیجا کہ تم لوگ جب یہاں سے جاؤ گے تو ہم قبر کھود کر ان کی ہڈیاں باہر پھینک دیں گے۔ قیصر کے گستاخانہ کلام پر امیر لشکر نے قیصر کو پیغام بھیجا کہ اگر تم نے کوئی ایسی حرکت کی تو خدا کی قسم یاد رکھو کہ مسلمانوں کی وسیع الحدود حکومت میں جتنے گرجے ہیں سب منہدم کر دئے جائیں گے۔ اور عیسائیوں کی قبروں کو اُکھاڑ پھینکا جائے گا۔ امیر لشکر کے اس انتباہ کا قیصر پر خاطر خواہ اثر ہوا اور اسنے کہلا بھیجا کہ میں تمھاری دینی غیرت اور حمیت کا امتحان لے رہا تھا۔ کنواری مریم کی قسم ہم تمھارے نبی ﷺ کے صحابیؓ کی قبر کا احترام اس کی حفاظت و حرمت کریں گے۔ مؤرخین کا بیان ہے کہ رومیوں نے فی الواقع اپنے عہد کا احترام کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ قیصرِ روم نے خود حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار پر قبہ تعمیر کرایا۔ طبقاب ابن سعد میں ہے کہ رومی قحط کے زمانہ

میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار پر حاضر ہوتے تھے اور آپؓ کے توصل سے بارش کے لئے دعائیں مانگتے تھے۔ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ میزبانِ رسول ﷺ کی لاج رکھ لیتا تھا اور ان کی مراد پوری کردیتا تھا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی وفات کے بعد مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ اٹھالیا اور واپس چلے گئے۔ فتح قسطنطنیہ کی سعادت اللہ تعالیٰ نے آٹھ سو سال بعد سلطان محمد فاتح کو نصیب فرمائی۔ اور اسوقت سے قسطنطنیہ ترکوں کا پایۂ تخت قرار پایا۔

تُربت ابوایوب انصاریؓ کی تلاش؛

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر مدتوں تک زمین میں مسطور رہی۔ لیکن دنیا کے ہر مسلمان کو یہ علم تھا کہ اسلام کا یہ بطلِ جلیل فصیلِ قسطنطنیہ کے سائے میں مدفون ہے۔ سلطان محمد فاتح نے قسطنطنیہ پر قابض ہونے کے فوراً بعد حضرت ابوایوبؓ کی جاۓ لحد کی تلاش شروع کردی۔ کئی میل تک زمین کو کھودا جانا آسان نہ تھا۔ چنانچہ فتح کے تیسرے دن سلطان نے شیخ العصر شیخ شمس الدینؒ جو کہ اس مہم میں ان کے ساتھ تھے سے عرض کیا کہ حضرت ابوایوبؓ کی تربت کی تلاش میں میری مدد فرمائے۔ شیخ نے کہا کہ میں نے فصیل کے باہر ایک جگہ نور دیکھا ہے۔ جو زمین سے آسمان تک جارہا تھا۔ کیا عجب کہ حضرت ابوایوبؓ کی جاۓ لحد وہی جگہ ہو۔ یہ فرما کر حضرت مذکورہ مقام پر تشریف لے گئے۔ اور وہاں بیٹھ کر کافی دیر تک مراقبہ کیا اور پھر سر اٹھا کر فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو ایوبؓ کی روح اقدس سے ملنے کی سعادت نصیب کی۔ انھوں نے مسلمانوں کو اس فتح عظیم پر مبارک باد دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے تمھاری سعی مشکور کی کہ تم نے میری قبر کے نزدیک سے کفر و شرک کی تمام نجاستیں دور کیں۔ سلطان نے عرض کی یا حضرت اس بندۂ پر تقصیر کو بھی کوئی ایسی علامت دکھائے جس سے میرا دل مطمئن ہو جائے۔ حضرت شیخ نے پھر مراقبہ کیا اور سر اٹھا کر فرمایا کہ اس مقام کو کھودو یقین ہے کہ اس جگہ حضرت ابوایوبؓ کی قبر مسطور ہے۔ سلطان کے حکم سے اسی وقت اس جگہ کو کھودا گیا۔ سطح زمین سے چند فٹ نیچے سنگ مرمر کا ایک کتبہ نکلا اس پر عبرانی



مزار مبارک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ (ترکی)

زبان میں کچھ الفاظ کندہ تھے۔ عبرانی زبان جاننے والوں سے جب اس کو پڑھوایا گیا تو معلوم ہوا کہ یہی حضرت ابوایوب انصاریؓ کی قبر ہے۔ یہ پتھر مقبرہ کے باہر دیوار میں اب بھی لگا ہوا ہے۔ سلطان نے اس مقام پر ایک عالیشان گنبد تعمیر کروایا اور اس کے قریب ایک جامع مسجد بھی تعمیر کروائی۔ جب مسجد بن گئی تو سلطان مسجد میں گیا اور نماز ادا کی۔ نماز کے بعد شیخ شمس الدینؒ نے "شمشیرِ نصرت" سلطان کی کمر سے باندھی اور اسے دعائے خیر و برکت دی۔ اس کے بعد صدیوں تک یہ رسم رہی کہ ترکوں کا جو سلطان تخت نشین ہوتا تو وہ پہلے جامع ابوایوبؓ میں حاضر ہوتا اور شیخ العصر شمس الدینؒ کی عطا کردہ تلوار اپنی کمر سے باندھتا۔ اس کے بعد باقاعدہ اس کی تخت نشینی کا اعلان کر دیا جاتا۔ گویا یہ رسم ترک بادشاہوں کی تاجپوشی کے مترادف ہوگئی۔ اتاترک مصطفیٰ کمال پاشا نے ترکی میں ملوکیت کا خاتمہ کر کے جمہوریت کی بنیاد رکھی تو اس رسم کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

درگاہ ابوایوب انصاریؓ :

قسطنطنیہ صدیوں تک اسلامی تہذیب کا گہوارہ رہا ہے۔ گو ترکی کا دارالحکومت استنبول سے انقرہ منتقل ہو گیا ہے لیکن حضرت ابوایوب انصاریؓ کی ابدی آرامگاہ ہونے کی وجہ سے اس شہر کو شہرت عام اور بقائے دوام کا درجہ مل چکا ہے۔ اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی۔ قسطنطنیہ کا خوش نما اور عظیم الشان گھاٹ (گولڈن ہارن) شاخ ذریں جس خلیج کے دہانہ پر واقع ہے وہ بھی خلیج ابوایوبؓ کے نام سے موسوم ہے۔ قسطنطنیہ کے جس محلّہ میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کا مزار ہے وہ گولڈن ہارن کے بائیں کنارہ پر واقع ہے۔ مزار مبارک کی عمارت نہایت رفیع الشان ہے۔ درگاہ میں ہزاروں کبوتر ادھر اُدھر اڑتے نظر آتے ہیں۔ قبر کا تعویز سطح زمین سے کم و بیش چھ فٹ اُونچا ہے۔ اس کے اردگرد خوبصورت جالی لگی ہوئی ہے۔ مزار کی ساری عمارت منقش ہے۔ اعلیٰ درجہ کی تزئین، دیدہ زیب پھول اور دلفریب گلکاری ہے۔ مزار پر نہایت بیش قیمت اور نفیس چادر پڑی رہتی ہے۔ اور چاروں طرف دیدہ زیب کتبہ لٹکے ہوئے ہیں۔ مزار مبارک پر ہر وقت زائرین کا ہجوم لگا رہتا ہے۔ مزار کے نزدیک ایک قبرستان ہے جو گورستان ابوایوب انصاریؓ کے نام سے موسوم

ہے۔ ترکی کے کئی اکابر اور مشاہیر علماء و مشائخ اس قبرستان میں دفن ہیں۔
روضۂ مبارک کے پاس سلطان محمد فاتح کی تعمیر کردہ عظیم الشان جامع مسجد ہے جو آج بھی قدیم قسطنطنیہ کی یاد دلاتی ہے۔ جامع ابوایوب انصاریؓ کی عمارت اور صحن بہت وسیع ہے۔ لیکن جمعہ کی نماز میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہیں رہتی ہے۔ جامع کے ایک کمرہ میں سبز چادر میں لپٹا ایک علم ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ وہ علم ہے جسے حضرت ابوایوب انصاریؓ لڑائیوں میں علمبردار کی حیثیت سے اٹھاتے تھے۔ سلاطین ترکی کے زمانہ میں مزار سے متصل ایک مدرسہ تھا۔ جہاں دینی تعلیم دی جاتی تھی۔ یہ مدرسہ بھی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے اسم گرامی سے منسوب تھا۔ افسوس کہ یہ مدرسہ اب بند ہو چکا ہے۔ لیکن آجکل احیاء اسلام کی جو لہر ترکی میں چلی ہے شاید اس مدرسہ اور ایسے دوسرے مدرسوں کے کھلنے کی سبیل نکل آئے۔ تجدید پسندی کے اس دور میں بھی ترک حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مزار مبارک اور جامع ابوایوب کی بڑی تعظیم کرتے ہیں۔

حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت ابوایوب انصاریؓ اخلاق حسنہ کا ایک پیکرِ جمیل تھے۔ ان میں سب سے زیادہ نمایاں وصف انکا ذاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عشق تھا۔ جس ذوق و شوق سے انھوں نے سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی اور اس مدت میں جس ایثار اور وفا شعاری کا مظاہرہ کیا وہ انکے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دال ہے۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے متصل ہجروں میں منتقل ہو گئے۔ لیکن اس کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی خانۂ ابوایوبؓ کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرماتے رہے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خانۂ اقدس سے باہر نکلے۔ راستہ میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ مل گئے۔ (روایت ہے کہ اس دن یہ تینوں ہستیاں مع حضرت بی بی فاطمہ زہرہؓ فاقہ سے تھے) سرورِ کونین ان کو ساتھ لیکر حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر رونق افروز ہوئے۔ اُسوقت حضرت ابو ایوب انصاریؓ اپنے کھجوروں کے باغ میں گئے ہوئے تھے۔ اور گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود

نہیں تھی۔ حضرت ابوایوبؓ کی زوجہ محترمہ نے رسول اللہ ﷺ اور انکے ساتھیوں کو اھلاً وسھلاً کہا۔ حضور نے پوچھا ابوایوب کہاں ہیں؟ حضرت ابوایوبؓ کا باغ مکان سے متصل تھا۔ انھوں نے حضور کی آواز سنی تو کھجوروں کا ایک گچھا توڑ کر دوڑے ہوئے گھر آئے۔ اور مہمانِ عزیز کی خدمت میں پیش کیا۔ اور ایک بکری ذبح کر کے سالن اور کباب بنوائے۔ اور حضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے ایک روٹی پر کچھ گوشت رکھ کر فرمایا؛ اسے فاطمہ کو بھیج دو اُس پر کئی دن کا فاقہ ہے۔" حضرت ابوایوبؓ نے تعمیلِ حکم کی اور حضور ﷺ نے اپنے رفقاء کرامؓ کے ساتھ کھانا کھایا۔ یہ پُرتکلف کھانا کھاتے ہوئے حضور ﷺ پر رقت تاری ہوگئی اور آپ ﷺ نے فرمایا: "حق تعالٰی نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن بندوں سے دنیاوی نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا" (یعنی ان نعمتوں کا حق تم نے کیسے ادا کیا۔)

حکایات صحابہ :

طبقات ابن سعد میں ہے کہ جب حضور ﷺ ابوایوبؓ کے مکان سے حجروں میں منتقل ہو گئے تو آپ ﷺ کے پڑوس میں جو انصار رہتے تھے وہ روزانہ حضور ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا کرتے تھے۔ ان میں حضرت ابوایوبؓ بھی شامل تھے۔ سرورِ کونین سے والہانہ محبت کی یہ کیفیت حضرت ابو ایوبؓ میں تمام عمر رہی۔ وصالِ نبوی ﷺ کے بعد عاشقانِ رسول روضۂ اقدس کو دیکھ کر اپنے جذبات عشق و محبت کو تسکین دے لیا کرتے تھے۔ مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ مردان بن الحکم کی امارت مدینہ منورہ کے دنوں میں ایک دفعہ حضرت ابوایوب انصاریؓ روضۂ اطہر پر حاضر ہوئے اور جوشِ عشق میں اپنا چہرہ ضریح اقدس سے مس کرنا اور رگڑنا شروع کیا۔ اتفاق سے مردان بھی وہاں موجود تھا۔ اُس نے ابوایوبؓ سے مخاطب ہو کر کہا؛ آپ کا یہ فعل خلاف سنت ہے" اس پر ابوایوب انصاریؓ نے جواب دیا؛ مردان میں کسی مٹی پتھر کے ڈھیر کے پاس نہیں آیا ہوں بلکہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔"

خاندانِ نبوت سے تعلق خاطر:

حضرت ابوایوب انصاریؓ خاندانِ نبوت کے تمام افراد سے بے حد محبت کرتے تھے۔ وصالِ نبوی کے بعد آپؓ اُن چند صحابۂ کرام میں سے تھے جنھوں نے کھلم کھلا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا ساتھ دیا۔ اُس کے بعد خلافت مُرتضوی کے دوران میں وہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کے پُر جوش رفیق اور جانثار رہے۔ خاندانِ نبوت سے اِس تعلق خاطر کی وجہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہٗ اور دوسرے رشتہ داروں کی نظروں میں اُن کی بڑی قدر و منزلت تھی۔

جس زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ (حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کی طرف سے) بصرہ کے گورنر تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ ان سے ملنے کے لئے بصرہ تشریف لے گئے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کو آپ کی آمد سے حد درجہ مسرت ہوئی۔ انھوں نے بصرہ میں اپنا مکان ساز و سامان سمیت حضرت ابوایوب انصاریؓ کی نظر کر دیا۔ اور کہا کی جس طرح آپ نے رسول اللہ ﷺ کی خاطر اپنا مکان خالی کر دیا تھا اسی طرح میری دلی مسرت اسی میں ہے کہ آپ کی میزبانی کے لئے اپنا گھر خالی کر دوں اور اس میں جو بھی مال اسباب ہے آپ کی نظر کر دوں۔

واقعہ افک میں آپ کی گواہی:

واقعہ افک میں جب منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ پر تہمت لگائی تو حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی اہلیہ اُمِّ ایوبؓ نے آپ سے پوچھا لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ آپ نے سُنا'' بولے ہاں لیکن یہ سب جھوٹ ہے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ لوگ جس بات سے اُمُّ المومنینؓ کو متہم کر رہے ہیں کیا تم ایسا کر سکتی ہو؟ اُمِّ ایوبؓ نے کہا خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ آپؓ نے فرمایا جب تم ایسا نہیں کر سکتی ہو تو حضرت عائشہؓ کا کردار اور درجہ تم سے ہزاروں درجہ بلند ہے۔

جہاد:

ایک مسلمان کے اعمال میں جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عمل ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا

مطلع اخلاق، جوشِ ایمانی اورشوقِ جہاد کے انوار سے منور تھا۔وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شروع سے آخر تک تمام غزوات میں شریک ہوئے۔وصالِ نبوی کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں طویل سفر کر کے کئی معرکوں میں مجاہدانہ حیثیت سے شریک ہوئے۔پھر حضرت علی کرم اللہ وجہُ کے عہدِ خلافت میں جنگ نہروان میں خوارج کے خلاف حصہ لیا۔شوق جہاد کی انتہا یہ تھی کہ اسی ۸۰ سال سے اُوپر کی عمر میں روم کی جنگ میں شرکت کے لئے مدینہ منورہ سے مصر پہونچے اور پھر وہاں سے بحیرہ روم عبور کر کے قسطنطنیہ پہونچے۔اور وہیں داعی اجل کو لبیک کہا۔

حق گوئی:

حضرت ابوایوبؓ نہایت حق گو اور بیباک تھے۔کوئی بڑی سے بڑی طاقت انھیں اعلاء کلمۃ الحق سے باز نہیں رکھ سکتی تھی۔حق گوئی کی شان یہ تھی کہ ایک دفعہ مصر کے گورنر حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ نے نماز مغرب میں کسی سبب سے دیر کردی۔حضرت ابوایوبؓ بھی وہاں موجود تھے انھوں نے برملا کہا مَا هٰذِهِ الصلوٰة یا عقبہ؟" (عقبہ یہ کیسی نماز ہے۔) حضرتؓ عقبہؓ نے کہا ایک کام کی وجہ سے اتفاقاً دیر ہوگئی۔حضرت ابوایوب انصاریؓ نے فرمایا! یہ تو ٹھیک ہے لیکن یہ نہ بھولو کہ تم رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو تمھارا قول و فعل لوگوں کے لئے حجت بن سکتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے نماز مغرب میں عجلت کی تاکید فرمائی ہے۔اگر تم صحابی ہوتے ہوئے بھی نماز میں تاخیر کروگے تو لوگ سمجھیں گے کہ رسول اللہ ﷺ بھی ضرور اسی وقت نماز ادا کرتے ہونگے۔یاد رکھو کہ صحابی کا کوئی فعل نبی اکرم ﷺ کی سنت کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔حضرت عقبہؓ نے آئندہ محتاط رہنے کا وعدہ فرمایا۔

ایک دفعہ حاکم مدینہ مروان بن الحکم نے محض اپنی کاہلی کے باعث مساجد کے اماموں کو بلا کر تاکید کی کہ نماز ذرا تاخیر سے پڑھایا کرو تاکہ میں بھی نماز میں شریک ہوسکوں۔حضرت ابوایوبؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا تو وہ فوراً مروان کے پاس گئے اور فرمایا تمھیں نماز میں تاخیر کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔اگر تم نماز کی تقدیم و تاخیر میں رسول اللہ ﷺ کا اتباع نہیں کروگے تو ہم تمہاری مخالفت کریں گے اور اگر حضور ﷺ کا اتباع کروگے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔ایک لڑائی میں عبدالرحمٰن بن

خالدؓ بن ولید نے چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں باندھ کر قتل کرا دیا۔ حضرت ابوایوبؓ کو اطلاع ہوئی تو بہت خفا ہوئے۔ اور فرمایا یہ سفاکی اور دحشت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے ساتھ ایسے وحشیانہ سلوک کی ممانعت فرمائی ہے۔ خدا کی قسم میں تو ایسے طریقہ سے ایک مرغ کو بھی مارنا جائز نہیں رکھتا۔ عبدالرحمٰن نے کفارہ کے طور پر اُسی وقت چار غلام آزاد کیئے۔

غزوۂ روم میں بہت سے رومی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ انھیں جہاز میں سوار کر دیا گیا۔ اتفاقاً حضرت ابوایوبؓ ان قیدیوں کی طرف جا نکلے۔ دیکھا تو ایک قیدی عورت پھوٹ پھوٹ کر رو رہی ہے۔ یہ دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ اس کے گریہ و بیکسی کا سبب معلوم کیا تو پتہ چلا کہ اس کا بچہ اس سے چھین کر جہاز میں کسی اور طرف رکھا گیا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ بچہ کو ڈھونڈ کر لائے اور اس کی ماں کے حوالہ کر دیا۔ قیدیوں کے نگراں افسر کو حضرت ابوایوبؓ کی یہ بات ناگوار گذری اس نے سالار لشکر سے اس دخل اندازی کی شکایت کی۔ سپہ سالار نے آپ سے دریافت کیا تو آپؓ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس ستمگرانہ طریقہ سے منع فرمایا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ ایسا جور و ستم میں اپنی آنکھوں کے سامنے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔ امیر عسکر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کے قلب صافی میں ہر وقت مسلمانوں کی اصلاح کا جذبہ موجزن رہتا تھا۔ خلاف سنت اُمور کو دیکھ کر آپؓ کا دل تڑپ اُٹھتا تھا۔ ایک دفعہ شام و مصر تشریف لے گئے۔ وہاں مسلمانوں کے گھروں میں پاخانہ قبلہ رخ بنے ہوئے تھے۔ آپؓ کو یہ صورت حال بہت بری لگی۔ بار بار فرماتے پاخانوں کا قبلہ رخ بنانا بہت بُرا ہے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنا ہے کہ "جب تم پاخانہ جاؤ تو قبلہ کی طرف اپنا منہ کرو نہ پشت کرو"۔ ابوایوب انصاریؓ سے مروی اس حدیث پاک کی اس قدر اشاعت ہوئی کہ آج مسلمانوں کا بچہ بچہ اس سے واقف ہے اور عمل پیرا ہے۔

ایک دفعہ حضرت سالم بن عبداللہ انصاریؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کو دعوت ولیمہ میں بلایا۔ وہ اُن کے مکان پر گئے تو دیکھا کہ دروازہ پر تصویر دار پردہ لٹک رہا ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ یہ

دیکھ کر نہایت کبیدہ خاطر ہوئے۔ حضرت سالمؒ کو ملامت کی اور مکان میں داخل نہ ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کی شرم وحیا کی یہ کیفیت تھی کہ جب کبھی گھر کے باہر کنویں پر نہانے کا اتفاق ہوتا تو چاروں طرف سے کپڑے کی اوٹ کر لیتے تھے۔ (یہ سنت نبوی ﷺ بھی ہے)

حفظ قرآن:

حضرت ابوایوب انصاریؓ ان جلیل القدر صحابہ میں شامل ہیں جنھوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی قران حفظ کر لیا تھا۔ علامہ دمیریؒ نے "حیات الحیوان" میں جن لوگوں کا تذکرہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے قرآن حفظ کر لیا تھا۔ اُن میں ابوایوب انصاریؓ کا نام بھی شامل ہے۔

علمی مرتبہ:

حضرت ابوایوب انصاریؓ علم وفضل کے اعتبار سے ایک متجر عالم تھے۔ اور ایک دنیا اُن کے کمالات علمی کی معترف تھی۔ اس معاملہ میں انکو مرجعیت عامہ کا شرف حاصل تھا۔ بڑے بڑے جید صحابہ کرامؓ آپ سے استفادہ کیا کرتے تھے۔ جب کسی اختلافی مسئلہ میں آپ سے رجوع کیا جاتا تو اسے بہترین طریقہ پر حل کر دیتے تھے۔ جن صحابہ کرامؓ نے آپؓ سے علمی استفادہ کیا ان میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت زید بن خالد جہنیؓ، حضرت عبداللہ بن یزید خطمیؓ، حضرت مقدام بن معدیکربؓ، اور حضرت جابر بن سمرۃؓ کے نام قابلِ ذکر ہیں۔ اکابر تابعین میں حضرت عروہ بن زبیرؒ ، حضرت سعید بن مسیبؒ، حضرت سالم بن عبداللہؒ، حضرت عطاء بن یسارؒ، حضرت عطاء بن یزید لیثیؒ، حضرت ابوسلمہؒ، اور حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیؒ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے کمالات علمی سے فیضیاب ہوئے۔

تفقہ فی الدین اور منکسر المزاجی:

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو تفقہ فی الدین میں کمال حاصل تھا۔ اور بڑے بڑے پیچیدہ مسائل آن

واحد میں نہایت خوش اصلوبی سے حل کر دیتے تھے۔ عاصم بن سفیان ثقفی جنگ سلاسل میں شمولیت سے محروم رہ گئے۔ وہ گھر سے جہاد فی سبیل اللہ کے لئے نکلے اور راستہ ہی میں تھے کہ جنگ ختم ہونے کی اطلاع ملی۔ انھیں جہاد سے محرومی کا بڑا دکھ ہوا۔ حسرت و یاس کے عالم میں حضرت معاویہؓ کے پاس گئے۔ اُسوقت اتفاق سے انکے پاس ابوایوب انصاریؓ اور حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ بھی موجود تھے۔ تینوں جلیل القدر صحابی تھے اور کمال علم سے بہرہ ور تھے۔ عاصم نے براہ راست حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مسئلہ دریافت کیا اور حضرت معاویہؓ اور حضرت عقبہ بن عامرؓ کی طرف توجہ نہ کی۔ حضرت ابوایوبؓ نے ان کے استفسار کا جواب تو دے دیا لیکن دوسرے دونوں بزرگوں کی طرف عاصم کی بے توجہی آپؓ کو پسند نہ آئی۔ اس لئے عاصم کو جواب دیکر وہ خود حضرت عقبہ بن عامرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیوں عقبہ میں نے صحیح جواب دیا ہے؟'' حضرت عقبہؓ نے انکے جواب کی تصدیق کی۔ اس واقعہ سے جہاں حضرت ابوایوبؓ کے مبلغ علم کی وسعت کا پتہ چلتا ہے وہیں انکی منکسر المزاجی اور وسیع النظری کا پتہ چلتا ہے۔

طلب حدیث:

حضرت ابوایوبؓ کو حدیث رسول ﷺ کی سماعت کا بڑا شوق تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور حکومت میں حضرت عقبہ بن عامرؓ مصر کے امیر الخراج تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو معلوم ہوا کہ وہ ایک خاص حدیث شریف کے راوی ہیں۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اس حدیث کی سماعت کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ شوق سماعت میں پیرانہ سالی کے باوجود صرف ایک حدیث سننے کے لئے مدینہ منورہ سے مصر کا پُر صعوبت صفر اختیار کیا۔ غرضکہ حضرت عقبہؓ کے مکان پر پہونچے اور ان سے خاص حدیث دریافت فرمائی۔ جب وہ حدیث سنا چکے تو انکا شکریہ ادا کیا اور اپنے اونٹ پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لئے واپس چلے گئے۔

حافظ ابن عبد البرؒ نے اپنی کتاب ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں ابوسعید اعمیٰ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ جس حدیث کے سننے کے لئے حضرت ابوایوب انصاریؓ نے مدینہ منورہ سے مصر کا طویل سفر

اختیار کیاوہ یہ تھی: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس کسی نے مومن کی ایک برائی ڈھکی قیامت کے دن خدا تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کریگا۔"

اشاعت حدیث:

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو اشاعت حدیث کا بڑا خیال رہتا تھا۔ اور وہ لوگوں کو بڑے شوق سے حدیث کی تعلیم دیتے تھے۔ کسی شخص کو خلاف سنت فعل میں مصروف دیکھتے تو فوراً ٹوک دیتے۔ اور اپنی تنبیہ کے جواز میں اس کو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سناتے۔ اس پاکیزہ شوق کی انتہا یہ تھی کہ بستر مرگ پہ بھی اشاعت حدیث میں مصروف تھے۔ اسوقت ان سے لوگوں نے ایک ایسی حدیث سنی جو اس سے بیشتر صحابہ کرامؓ اور تابعین کے علم میں نہ تھی۔ انھوں نے بتایا: "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے اللہ ضرور ایسی قوم پیدا کرتا جو گناہ کا ارتکاب کرتی تاکہ وہ انکی مغفرت کرتا۔"

روایت حدیث:

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ایک سو پچاس احادیث مروی ہیں۔ ان میں سے پانچ متفق علیہ ہیں "دائرہ معارف اسلامیہ" میں ہے کہ جلاء القلوب کے مصنف نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی مرویات کی تعداد دوسودس (۲۱۰) بتائی ہے۔ لیکن جمہور علماء کا خیال ڈیڑھ سو کا ہے۔ بہر صورت روایت احادیث کے لحاظ سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کا شمار صحابہ کرامؓ کے طبقہ سوم میں ہوتا ہے۔ (یعنی وہ صحابہ کرامؓ جن سے روایت کی گئی احادیث کی تعداد ایک سو سے زیادہ اور پانچ سو سے کم ہے) اس طبقہ میں حضرت ابوایوب انصاری سمیت کُل چھبیس صحابہ کرام ہیں۔ جن صحابہ کرامؓ نے حضرت ابوایوب انصاریؓ سے روایات بیان کی ہیں اُن میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوامامہ باہلیؓ، حضرت براء بن عازبؓ، حضرت زید بن خالد جہنیؓ، حضرت عبداللہ بن یزید خطمیؓ، حضرت جابر بن سمرہؓ، حضرت ابوسُرمہ

انصاریؓ، حضرت مقدام بن عمرو بن معدی کربؓ شامل ہیں۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ سے مروی چند احادیث بطور تبرک نیچے درج کی جاتی ہیں۔

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر عید الفطر کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھے۔ (صحیح مسلم)

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم رفع حاجت کو جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ بیٹھا کرو اور نہ اس طرف پیٹھ۔ (صحیح مسلم)

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ میں صبح وشام کوشش کرنا بہتر ہے ہر اس شئے سے جس پر آفتاب طلوع اور غروب ہوا۔ (یعنی جہاد ہر چیز سے افضل ہے۔) (صحیح بخاری ومسلم)

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے اناج کو تولا نہ کرو تمھارے لئے اس میں برکت ہوگی۔
(صحیح بخاری)

۵۔ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے بہشت میں داخل کرے اور دور کرے مجھ کو آگ سے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تُو اللہ کی عبادت کر۔ کسی کو اس کا شریک نہ کر۔ نماز قائم کر۔ زکوٰۃ ادا کر اور برادری کے لوگوں سے ملاپ کر۔
(صحیح بخاری)

۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو حلال و درست نہیں کہ اپنے بھائی مسلمان سے تین رات سے زیادہ ایسی جدائی کرے (ناراض رہے) کہ دونوں ملاقات کے وقت ایک دوسرے سے منہ پھیر لیں۔ وہ بھی اور یہ بھی۔ اور ان دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام علیک پہلے کہے۔
(صحیح بخاری)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھاتے اور پیتے تو فرماتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجاً (ہر طرح کی تعریف اللہ کو سزاوار ہے جس نے کھلایا پلایا اور اس کھانے پینے کی چیز کو آسانی کے ساتھ حلق سے اُتارا اور اس کے نکلنے کی راہ پیدا کی) (ابوداؤد)

۸۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں رسولوں کے طریقہ میں داخل ہیں۔شرم وحیا،خوشبو لگانا، مسواک کرنا،اور نکاح کرنا۔(ترمزی)

۹۔میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے خود سنا ہے کہ جو شخص شرک سے پاک وصاف مرجائے گا وہ ضرور جنتی ہوگا۔ (مسند احمد)

۱۰۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے۔اس سے کھانے میں برکت ہوگی ورنہ اس میں بے برکتی ہوگی۔(مشکوٰۃ)

۱۱۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص یہ کلمہ توحید" دس بار پڑھے گا اس کا ثواب اس کے برابر ہوگا جس نے چار غلام حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے آزاد کئے۔"لاَ اِلٰـهَ اِلا للـهُ وَحدهُ لاَ شَرِيکَ لَهُ لَهُ الملک و له الحمد و هُوَ علیٰ کُلِّ شيٍ قدیر (نہیں کوئی خدا کے سوا بندگی کے لائق۔وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اسی کو بادشاہی ہے۔اور اسی کو سب خوبیاں اور وہ ہر چیز کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔)(صحیح بخاری ومسلم)

شیخ ابو منصور محمد انصاری قدسرہ

آپ شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ کے دادا پیر حمزہ عقیلی قدسرہ کے مرید تھے۔کچھ عرصہ شیخ ابو المظفر ترمذی کی خدمت میں بھی رہے ہیں۔شیخ الاسلام عبداللہ انصاری فرماتے تھے کہ شیخ احمد کوفائیؒ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ یہ سب کچھ جو تم نے کیا،بہت محنت ریاضت اور سفر کئے تا کہ یہ سب (طریقت) حاصل کرسکو۔لیکن یہ چیز تم نے اپنے باپ میں کیوں نہ دیکھی کہ پھر کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہ رہتی۔

شیخ ابو منصورؒ بڑے زبردست قاری،صادق،متقی اور پرہیزگار آدمی تھے۔اسوقت ان جیسا شاید ہی کوئی دوسرا رہا ہو۔وہ اپنے بیٹے شیخ عبداللہ انصاریؒ کے متعلق ایک راز اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے۔اور کہا کرتے تھے کہ اے عبداللہ تم کب تک فضیل عیاض اور ابراہیم ادھمؒ کی باتیں کرتے رہوگے اے فرزند تم سے تو اور فضیل عیاض اور ابراھیم ادھمؒ پیدا ہونگے۔انہوں نے

ان کی بابت ایک خواب دیکھا تھا لیکن وہ خواب انھوں نے اپنے بیٹے سے بیان نہیں کیا۔ بس اتنا فرماتے تھے کہ میں ہر روز تمھارے اندر اپنے خواب کی تعبیر دیکھتا ہوں اور اس کو درست پاتا ہوں۔ شیخ ابو منصورؒ مجرد زندگی میں وقت صافی دل فارغ کے مالک تھے۔ لیکن کچھ عرصہ بعد وہ زن وفرزند کے بکھیڑے میں پڑ گئے تھے۔ لیکن اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ آزردہ خاطر رہتے تھے۔ اور اس کا اظہار بھی کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس تنگ دلی کے عالم میں اپنے بیٹے سے فرمایا کہ مجھ میں اور تم میں ایک آگ کا دریا حائل ہے۔ ہائے میں نے کیا غلطی کی کہ عالم تجرد سے نکل کر ان بکھیڑوں میں پڑ گیا۔ ایک روز اسی افسردگی اور آزردگی کے عالم میں اپنے مکان سے اٹھے اور بلخ میں اپنے پیر حضرت شریف حمزہ عقیلیؒ کی خدمت میں پہونچ گئے اور وہیں کے ہو رہے۔

آپ کے یہاں جب بیٹے کی پیدائش ہوئی اسی دن شیخ حمزہ عقیلیؒ نے فرمایا کہ ہمارے دوست ابو منصور کے یہاں ہرات میں آج بیٹا پیدا ہوا ہے جو بہت ہی بزرگ اور جامع مقامات ہوگا۔

آپ کے بیٹے شیخ عبداللہ انصاری نے ایک بار فرمایا کہ شیخ ابو عاصم قدس سرہٗ میرے مرشد تھے اور رشتہ دار بھی تھے۔ میں لڑکپن میں اکثر ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک بار حسب معمول ان کے پاس گیا تو انھوں نے روٹی اور ترش سالن میرے سامنے کھانے کے لئے رکھا پھر مجھے کچھ اشعار سنائے۔ اس درمیان ان کی زوجہ محترمہ جو بہت بزرگ اور باحشمت خاتون تھیں فرمانے لگیں کہ میرے پیر حضرت خضر علیہ السلام نے جب تم کو دیکھا تو فرمایا کہ اس لڑکے سے مشرق سے مغرب تک جہان معمور ہو جائیگا۔ بانو عالیہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ان سے یہ بھی فرمایا کہ تمھارے شہر میں ایک فرزند ہے اس کے والدین اور نہ وہ خود اس بات سے آگاہ ہیں کہ اس کا یہ حال ہوگا کہ اس کے عہد میں تمام روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی نہیں ہوگا۔ یا شاید اس طرح فرمایا کہ مشرق سے مغرب تک اس سے پُر ہو جائیگا۔

۱۰۳۸ء میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

شیخ الاسلام حضرت عبداللہ انصاری ہراتی رحمتہ اللہ علیہ

شیخ الاسلام خواجہ عبد اللہ انصاریؒ ہروی الملقب بہ پیر ہرات ماہ شعبان ۳۹۴ھ میں ہرات (افغانستان) میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام حضرت ابو منصور محمد انصاریؒ تھا۔ جو مشہور قاری اور زاہد تھے۔ اور مشہور زمانہ صوفی حضرت حمزہ عقیلیؒ کے شاگرد تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ حضرت عثمانؓ ذوالنورینؓ کے دور خلافت میں ہرات تشریف لے گئے تھے۔ اور کچھ عرصہ وہاں قیام فرمایا تھا۔ اس لئے ان کی اولاد کو ہرات سے بڑا اُنس پیدا ہو گیا تھا۔ اور بعد میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کے ایک بیٹے ابو منصور مت الانصاریؒ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ۲۳ سے ۳۵ ہجری کے درمیان مدینہ منورہ سے ہجرت کر کے ہرات آ گئے۔ یہ ہجرت حضرت احنف بن قیسؓ کے ساتھ ہوئی جنھوں نے ۳۱ ہجری میں ہرات فتح کیا۔ اس کے بعد یہ خاندان مستقل طور پر ہرات میں بس گیا۔ اور وہیں پر چار مئی ۱۰۰۶ء میں (۲ شعبان ۳۹۴ھ) حضرت عبد اللہ انصاریؒ پیدا ہوئے۔

ان کا شمار سلاجقہ عظام کے اکابر محدثین وصوفیہ کرام میں ہوتا ہے۔ ابتدائی زندگی بڑی عسرت و فلاکت میں گزری۔ رات کو اپنی پاک نفس والدہ کے ساتھ ملکر عبادت میں مشغول رہتے اور دن کو والد محترم کے ساتھ محنت مزدوری کرتے تھے۔ ۴۱۶ھ میں نیشاپور جا کر یحیٰ بن عمار الشیبانی، طاقی سجستانیؒ اور بشری سنجریؒ جیسے فضلاء زمانہ سے قران و حدیث اور فقہ وادب کی تعلیم حاصل کی اور تصوف میں قاضی ابو منصور ازدیؒ سے استفادہ کیا۔ اس زمانہ میں شیخ ابوسعید ابوالخیرؒ اور شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے بھی ملے اور ان سے فیض حاصل کیا۔ انھوں نے ظاہری و باطنی علوم میں ایسا کمال حاصل کیا کہ تمام عالمِ اسلام میں غلغلہ پڑ گیا۔ فقہ میں حنبلی مسلک کے پیرو تھے۔ اور احکامِ شرع کی نہایت سختی سے پابندی کرتے تھے۔ ان کی ذات شریعت اور طریقت کی جامع تصویر تھی۔ اور ان کے شب و روز درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں گزرتے تھے۔ بڑے حق گو بیباک اور شعلہ بیان خطیب تھے۔ ان کے خطبات و مواعظ سے متاثر ہو کر ہزاروں لوگوں نے فسق و فجور سے توبہ کر

شجرہ نمبر۲

شجرہ نسب شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ انصاریؒ ہراتی

FROM-1

حضرت خالد بن زید

ابوایوب انصاریؓ

خواجہ ابومنصور محمد مت انصاری	خواجہ ایوب انصاری
خواجہ منصور انصاری	شجرہ ۱۴
خواجہ جعفر انصاری	
خواجہ علی انصاری	
خواجہ احمد انصاری	
خواجہ علی ابومعاذ انصاری	نوٹ:
خواجہ محمد ابومنصور انصاری	یہ شجرۂ نسب شیخ الاسلامؒ
شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ ہراتیؒ	عبداللہ ہراتی کی اپنی
(ولادت ۳۹۶ھ)	کتابوں سے نقل کیا گیا ہے
(وفات ۴۸۱ھ)	

شیخ الاسلام ابواسمٰعیل عبداللہ انصاریؒ کی کچھ اولاد ہرات افغانستان میں موجود ہے۔ ان کی کچھ اولادیں ہندوستان ہجرت کر گئیں۔ آپ کے والد مشہور قاری، زاہد، صوفی اور عارف زمانہ شیخ حمزہ عقیلیؒ کے شاگرد تھے۔ شیخ الاسلام کا شمار سلاجقہ کے اکابر محدثین، مفسر اور صوفیاء میں ہوتا ہے۔ آپ کی ولادت ۳۹۶ھ میں اور وفات ۲۲ ذالحجہ ۴۸۱ھ میں ہوئی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ ان سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ انھوں نے ایک کتاب مناقب خواجہ عبداللہ انصاریؒ لکھی تھی جس میں خواجہ موصوف کے کمالات اور علمی مرتبہ کو بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیا۔

لی۔نہایت مستغنی المزاج تھے اور کسی حاکم یا وزیر سے کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے۔

ان کی خانقاہ میں ہرات اور نواح کے لوگوں کا ہجوم رہتا تھا اور انکا خرچ ان کے شاگرد برداشت کرتے تھے۔۴۷۳ھ میں خواجہ عبداللہ انصاریؒ کی بصارت معدوم ہوگئی۔لیکن ان کے وعظ واور ارشاد کا سلسلہ بدستور جاری رہا۔۲۲ ذالحجہ ۴۸۱ھ کو اس رُجلِ عظیم نے ۸۳ سال کی عمر میں ہرات میں وفات پائی۔اور گذرگاہ میں خانقاہ کے ساتھ دفن ہوئے۔مزار آج تک مرجع خلائق ہے۔انھوں نے اپنی متعدد کتابیں یادگار چھوڑیں جن کے نام حسب ذیل ہیں۔یہ کتابیں خطبات کی شکل میں ہیں جو ان کے شاگردوں نے لکھے۔انھوں نے خود کوئی کتاب تحریر نہیں کی۔آپ کی ساری کتابیں آپ کے خطبات پر مشتمل ہیں:

۱۔منازل السائرین: دس جلدوں پر مشتمل ہے اور تصوف کی کتابوں میں بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔اس کا ترجمہ فرانسیسی اور ولندیزی زبانوں میں ہو چکا ہے۔

۲۔کشف الاسرار و وعدۃ الاسرار: یہ داری فارسی میں قران شریف کی پہلی تفسیر ہے۔یہ دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳۔کنز السالکین یا زادالعارفین؛ یہ مندرجہ ذیل ابواب پر مشتمل ہے:۔

۱۔پردۂ حجاب، سوالِ دل از جان، قلندر نامہ،

۲۔واردات، اسرار نامہ، الٰہی نامہ محبت نامہ،

۳۔مناجات، نصیحت بہ نظام الملک

۴۔ذام الکلام واہلہٗ۔اس مکتبۂ فکر کی رد میں لکھی گئی

۵۔تفکیر الجہمیہ : جہمی اشخاص کی غلط سوچ کی رد میں لکھی گئی۔

۶۔طبقات الصوفیہ : صوفیہ کرام کی سوانح حیات اور ان کی تعلیمات پر مبنی ایک جامع کتاب

۷۔صد میدان : اس میں ایک سو میدانوں کا تذکرہ ہے جو انسان اور وحدۂ لاشریک کے درمیان حائل ہیں اور ان کو پار کرنے کے طریقہ کا ذکر ہے۔داری فارسی میں صوفیہ کرام کے لئے یہ پہلی

کتاب ہے۔

۸۔نہج الخاص۔

۹۔اربعین فی صفات : چالیس احادیث کا ترجمہ وتفسیر

۱۰۔اربعین فی سنہ : چالیس احادیث کا مجموعہ

۱۱۔مناقب احمد ابن حنبل

۱۲۔الفاروق فی صفات : اللہ کی صفات کا بیان

۱۳۔القواعد

مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ خواجہ عبداللہ انصاریؒ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ چنانچہ انھوں نے ایک کتاب مُناقب خواجہ عبداللہ انصاریؒ لکھی جس میں موصوف کے مناقب اور کمالات بڑی شرح و بست کے ساتھ بیان کیا۔

خواجہ انصاریؒ کے چند اشعار بطورِ تبرک ذیل میں ملاحظہ ہوں:

غیر تسلیم و رضا انصاریا تعلیم نیست
عقل عاجز را کہ خواند مردِ میدانِ ازل
اے انصاری تجھے تسلیم ورضا کے علاوہ کسی بات کی تعلیم نہیں دی گئی
یہ کس نے کہا کہ عقل جو عاجز ہے میدان ازل ہے
در غنا خواہی ز مردم پیرانصاری تو خود
قانع و راضی ز حق بر قسمت ہر روزہ باش
اگر لوگوں سے مستغنی ہونا چاہتا ہے تو اے پیر انصاری
تو اللہ سے اپنی روز کی قسمت پر راضی رہ
اندر رہ حق تصرف آغاز مکُن
چشم خود را بعیب کس باز مکُن

سیدھے حق کے راستے میں کسی نئی بات کا آغاز نہ کر
اپنی آنکھ کسی کے عیب پر نہ کھول
سر ہمہ بندگان خدا می داند
در خود نگرد فضولی آغاز مکُن
ہر بندے کا راز اللہ خوب جانتا ہے
اپنی طرف دیکھ اور غلط باتوں کی ابتدا نہ کر
دی آمدم دنیا مداز من کارے
امروز زمن گرم نشد بازارے
میں آیا تو لیکن مجھ سے کوئی کام نہ ہو سکا
آج مجھ سے بازار گرم نہ ہو سکا
فرد ابروم بے خبر از اسرارے
در خود نگرد فضولی آغاز مکن
کل میں کسی راز سے واقف ہوئے بغیر چلا جاؤنگا
اس سے نہ آنا بہت اچھا ہوتا

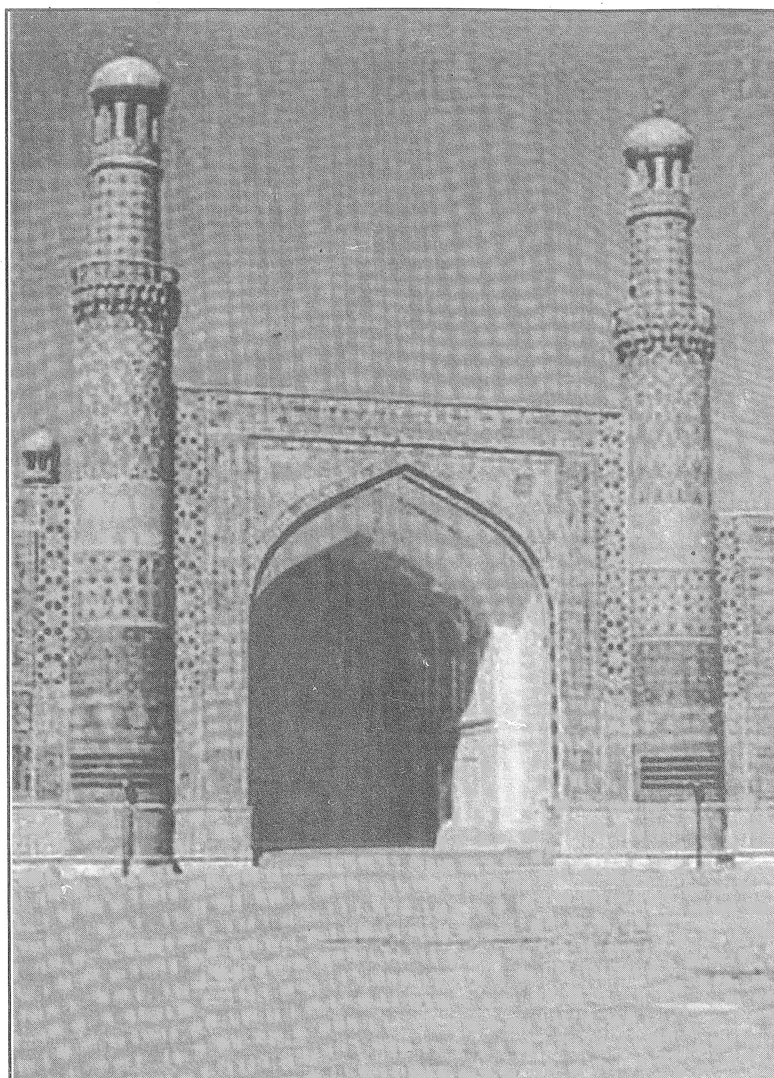
شیخ عبداللہ انصاریؒ کی زندگی پر ایک طائرانہ نظر

آپ کا بچپن : عمر ایک سال سے دس سال (۱۰۰۴-۱۰۱۴ء)

حضرت شیخ الاسلام عبداللہ ہراتیؒ چار مئی ۱۰۰۶ء بمطابق دو شعبان ۳۹۶ھ کی شام کو ہرات کے پرانے قلعہ کے علاقہ میں پیدا ہوئے۔ وہ بڑے ہونے پر اکثر کہا کرتے تھے کہ ہرات کے پرانے شہر سے زیادہ پسندیدہ جگہ میرے لئے کوئی نہیں ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں میرا بچپن گذرا۔

آپ کے والد ابو منصورؒ بنیادی طور پر صوفی تھے۔ انکی پرانے شہر میں ایک دوکان تھی جو کہ روزی کا ذریعہ تھی۔ خواجہ ابو منصورؒ نے اپنی جوانی کا کافی وقت بلخ میں گذارا تھا۔ شروع میں وہ ترمز کے مشہور تارک الدنیا صوفی ابوالمظفر حبل کے شاگرد رہے۔ شیخ ابوالمظفر حبل حنبلی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے ترمز کے ہی دوسرے صوفی بزرگ شیخ شریف حمزہ عقیلیؒ کی شاگردی اختیار کرلی۔ شیخ شریف حمزہ عقیلی کا تعلق بغداد کے جنیدؒ مکتبِ فکر کے صوفیاء کرام میں سے تھا۔ وہ بلخ میں قیام پذیر تھے۔ ابو منصور جب بلخ سے ہرات واپس آئے تو انھوں نے وہاں ایک نیک سیرت خاتون سے شادی کرلی۔ لیکن ہرات میں بھی انکا تعلق بلخ کے صوفیاء کرام سے قائم رہا۔

شروع میں عبداللہ انصاری ہراتیؒ کو ایک مدرسہ میں داخل کیا گیا۔ جہاں ایک معلمہ تعلیم دیتی تھیں۔ اس کے بعد انکو 'مالینی' اسکول میں داخل کردیا گیا۔ اس طرح چھ سال کی قلیل عمر میں آپ نے قرآن پڑھنا سیکھ لیا۔ اس کے بعد نو سال کی عمر میں انکے والد ابو منصورؒ اور ایک اُستادِ محترم جارودی نے آپ کو احادیث کی تعلیم دینا شروع کی۔ لیکن ٹھیک اسی زمانہ میں آپ کے والد کو اپنے پرانے ساتھی صوفیاء کرام کی یاد اس شدت سے آئی کہ وہ اپنی تجارت کو ختم کرکے اور خاندان کو بے آسرا چھوڑ کر بلخ چلے گئے۔ اور اپنی باقی زندگی وہیں گذار دی۔



مزار حضرت عبداللہ انصاریؒ (ہرات)

ہونہار نوعمر۔عمر گیارہ سے انیس سال (۱۰۱۷۔۱۰۲۵ء)

اس عرصہ میں حضرت عبداللہ انصاریؒ تعلیم حاصل کرنے میں لگے رہے۔گیارہ سال کی عمر میں اس وقت کے مشہور عالم ادیبؒ سے شعروشاعری کی تعلیم بھی حاصل کی۔انکا روز کا معمول تھا کہ قرآن شریف کی آیات اور احادیث حفظ کرتے۔اوران کو لکھتے۔تعلیم میں انہاک کا یہ عالم تھا کہ انکو کھانے پینے کا ہوش نہیں رہتا تھا۔آپ کی والدہ جوخود بھی ایک زاھدہ اور عبادت گذار خاتون تھیں اکثر زبردستی پڑھائی کے دوران کھانے کا نوالہ آپ کے مونھ میں رکھ دیتی تھیں۔والد کے اس طرح چھوڑ کر چلے جانے سے خاندان سخت مفلسی میں گذر بسر کر رہا تھا۔خاندان کے دوست احباب کبھی کبھی مدد کردیتے تھے۔تیرہ سال کی عمر سے سولہ سال کی عمر تک عبداللہ انصاریؒ نے چار مشہور لوگوں سے تعلیم حاصل کی:

۱۔شیخ عموؒ : جنھوں نے ہرات کے پاس ایک صوفی خانقاہ قائم کر رکھی تھی۔اور حصولِ علم اور حصولِ روحانیت کے سلسلہ میں بڑے سفر کئے ہوئے تھے۔ایک سفر میں آپ کی ملاقات شیخ ابو العباس نہوندیؒ سے بھی ہوئی تھی۔شیخ عمو نے عبداللہ انصاریؒ کو چودہ سال کی عمر میں اپنی خانقاہ میں اپنا جانشین بنادیا تھا۔

۲۔یحیٰی ابن عمار شیبانیؒ : یہ اپنے وقت کے مشہور مفسرِ قرآن تھے۔اشعری فلسفیوں کے سخت خلاف تھے اوران کو اہل بدعت گردانتے تھے۔

۳۔شیخ عبدالجبار جراحیؒ : انھوں نے ترمزی شریف کے حوالہ سے عبداللہ انصاری کو احادیث کی تعلیم دی۔

۴۔شیخ طاقی بجستانیؒ : ان کا تعلق بجستان سے تھا۔آپ اپنے وقت کے متقی پرہیز گار اور روحانیت میں کامل صوفیوں میں شمار ہوتے تھے۔آپ نے شیخ عبداللہ انصاریؒ کو عین عنفوانِ شباب کے زمانہ میں تعلیم دی۔آپ نے ایک بار شیخ عبداللہ انصاریؒ سے کہا یا عبداللہ سب تعریف

اللہ کے لئے ہے جس نے تمھارے دل میں کیا ہی روشنی عطا فرمائی ہے'' سترہ سال کی عمر سے انیس سال کی عمر تک عبداللہ انصاریؒ قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔اور ساتھ ساتھ تصوف کے مختلف مکاتب میں حاضری دیتے رہے اوراس طرح اس وقت کے صوفیہ کرام میں ایک جانی پہچانی شخصیت کا روپ دھارتے گئے۔

خیالات میں پختگی کا زمانہ: عمر ۲۰ سے ۲۷ سال (۱۰۲۶۔۱۰۳۳ء)

آپ جب بیس سال کی عمر کو پہونچے تو آپ کے استاد حضرت طاقی بجستانیؒ کا انتقال ہو گیا۔اور عبد اللہ انصاریؒ نیشاپور چلے گئے جو کہ اسوقت علماء وفضلاء اور بہترین تعلیمی اداروں کا مرکز تصور کیا جاتا تھا۔نیشاپور میں آپ نے احادیث کے طالب علم کی حیثیت سے اپنے علم میں اضافہ کیا۔یہیں پر آپ کی ملاقات عوام الناس میں مقبول صوفیہ کرام سے ہوئی جن میں شیخ ابونصر منصورؒ، شیخ احمد المفسرؒ ،شیخ ابوسعید سیرافیؒ ،اور شیخ ابوالحسن احمد سالیتیؒ وغیرہم شامل ہیں۔یہاں پر آپ نے ایسے لوگوں سے ملنے سے گریز کیا جن پر اشعری فلسفہ کا اثر تھا۔ان میں ابوالقاسم القشاعری (انتقال ۱۰۷۲ء) بھی شامل تھے جنھوں نے صوفی مسلک پر ایک مشہور رسالہ تحریر کیا ہے۔

اگلے سال آپ ہرات میں احادیث کے علماء کرام کی مجالس میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔پھر ۲۲ سال کی عمر میں شیخ عموؒ نے آپ کو اپنی صوفی خانقاہ کا منتظم اعلیٰ بنا دیا۔آپ کے قرآن کی تفسیر کے استاد شیخ یحیٰ بن عمار شیبانیؒ کا ۱۰۳۱ء میں انتقال ہو گیا۔اس کے بعد ۲۶ سال کی عمر میں یعنی ۱۰۳۲ء میں آپ ہرات کے بزرگ امام شیخ ابوالفضل بن سعد کے ساتھ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔لیکن جب قافلہ بغداد پہونچا تو معلوم ہوا کہ عراق وحجاز کے درمیان کا راستہ سفر کے لئے خطرناک قرار دے دیا گیا ہے۔غرضکہ قافلہ ۱۰۳۲ء کے بہار کے موسم میں خراسان ہوتا ہوا ہرات واپس پہونچ گیا۔

اگلے سال جب کہ آپ نیشاپور میں شیخ ابن باکو کی خانقاہ میں رہائش پزیر تھے ایک دفعہ پھر حج بیت اللہ کے لئے کوشش کی اور ایک قافلہ کے ساتھ عراق کے شہر ''رے'' تک پہونچ گئے۔لیکن اس بار

پھر راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی بناء پر قافلہ کو خراسان واپس آنا پڑا۔ نیشاپور میں قیام کے دوران آپ کی ملاقات مشہور صوفی شیخ ابوسعید بن ابوالخیرؒ سے ہوئی جنھوں نے آپ سے شیخ ابو الحسن خرقانیؒ کا ذکر کیا۔ جو اپنے وقت کے کامل ولی اور روحانیت میں نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ آپ کے ذکر سے کتابیں بھری پڑی ہیں حج سے ناکام واپسی کے بعد دامغان شہر میں قیام کے دوران آپ کی ملاقات ایک اور پائے کے صوفی شیخ محمد قصابؒ سے ہوئی۔ شیخ کا تعلق آمول سے تھا۔ دامغان شہر سے ہرات آتے ہوئے راستہ میں آپ کی ملاقات شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے ہو گئی۔ اس ملاقات نے آپ کی کایا پلٹ دی۔

درس وتدریس کا ابتدائی زمانہ عمر پینتیس سے اڑتیس سال (۱۰۳۴ء تا ۱۰۴۱ء)

نومبر ۱۰۳۳ء میں حضرت عبداللہ انصاریؒ ہرات واپس آ گئے۔ اور شیخ عمو کی خانقاہ میں رہنے لگے۔ کچھ عرصہ بعد سردیوں کے موسم میں ’نوباران‘ میں جو ہرات کے جنوب میں ایک مقام ہے آپ نے صوفیہ کرام کی مجلسوں میں بڑا وجد آور وقت گزارا۔ سماع کے دوران ایک بار آپ پر ایسا جذب اور کیفیت تاری ہوئی کہ آپ نے بے خودی کی حالت میں کپڑے پھاڑ ڈالے۔ وہاں پر موجود صوفیوں نے آپ کی بڑی تعریف کی اور تحفہ تحائف پیش کئے۔ لیکن ہوش میں آنے کے بعد آپ نے پہلا کام یہ کیا کہ وہ جگہ چھوڑ دی اور ہرات واپس آ گئے۔ آپ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ اس قسم کی مجالس میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ غرضکہ آپ نے سماع وغیرہ کی مجالس سے کنارہ کشی کر لی۔ آپ نے اپنے کو ایسے صوفی مسلک کے لئے مختص کر لیا جس میں معقولیت اور تابندگی ہو نہ کہ عارضی دیوانگی اور بے خودی۔

اگلے سال آپ چشت تشریف لے گئے۔ اور وہاں پر مشہور صوفی وشیوخ سے آپ نے ملاقات کی۔ ۱۰۳۸ء میں آپ کے حدیث کے استاد شیخ ابو یعقوبؒ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ ان کی جگہ طالبعلموں کو درس دینے لگے۔ اسی سال سلطان الپ ارسلان نے آپ کو اپنے دربار میں بلایا اور ملاقات کی۔ اس سے اگلے سال آپ کے والد حضرت ابو منصورؒ کا بلخ میں انتقال ہو گیا۔

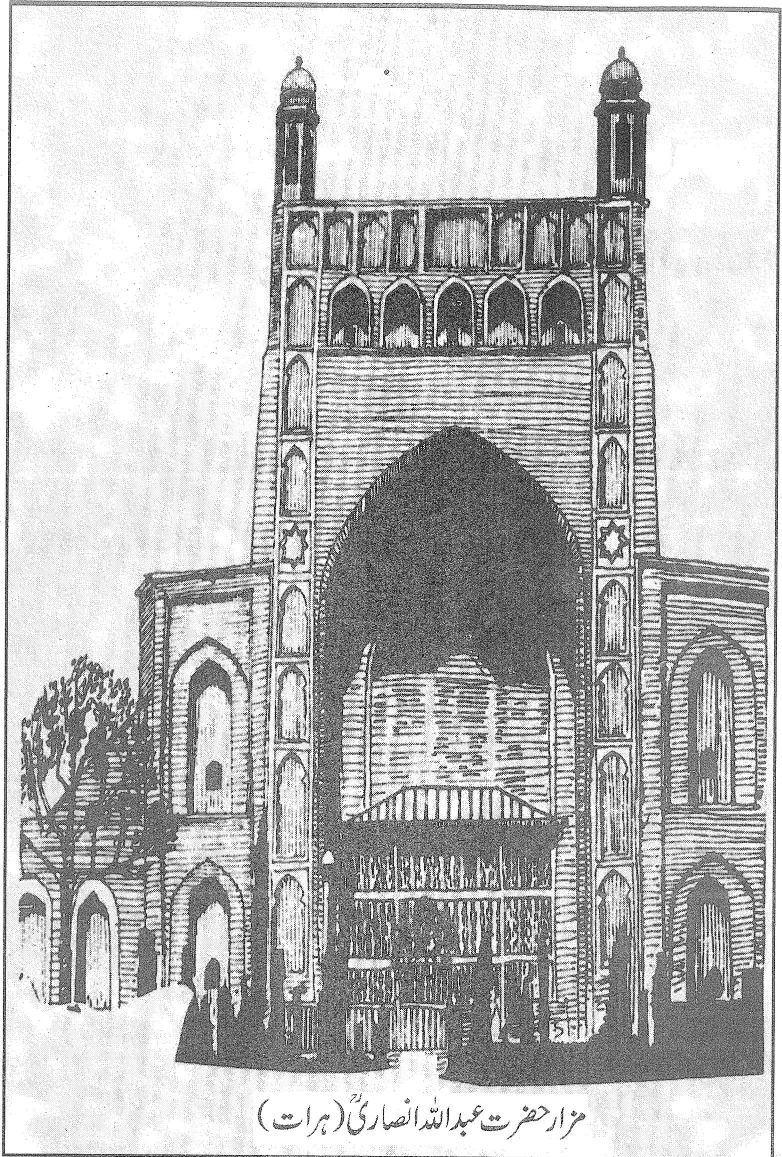
۱۰۳۹ء میں الپ ارسلان کے دربار میں پھر بلایا گیا اور اشعری علماء نے آپ پر تشیعہ کی تعلیم دینے کا الزام لگایا۔ لیکن آپ سے گفتگو کر کے الپ ارسلان مطمئن ہو گیا اور آپ کی بڑی عزت افزائی کی ۱۰۴۰ء کے آس پاس آپ نے اپنی تصنیف 'العربعین فی دلائل التوحید' مکمل کی۔ اس وقت آپ کی عمر چونتیس سال تھی۔

مشکلات کے دس سال: عمر ۳۶ سے ۴۶ سال (۱۰۴۲ سے ۱۰۵۲ء)

۱۰۴۲ء میں علماء کے ایک گروہ نے آپ پر اعتراضات کئے اور آپ کو تعلیم دینے سے روک دیا گیا۔ آپ اس بات سے بہت دلبرداشتہ ہوئے اور آپ نے خود ساختہ جلاوطنی اختیار کر لی۔ اور ہرات سے 'شاکیوان' جو کہ پوشنج کے پاس ایک مقام ہے چلے گئے۔ اور ۱۰۴۳ء تک وہیں قیام کیا۔ ۱۰۴۴ء میں جب کہ آپ کی عمر ۳۸ سال تھی آپ ایک بار پھر ہرات واپس آ گئے اور درس و تدریس کا سلسلہ پھر شروع کر دیا۔ ۱۰۴۶ء میں ایک بار پھر علماء کے ایک گروہ نے آپ کے خلاف سلطان سے شکایت کی اور اس بار آپ کو ہرات سے نکال دیا گیا۔ اور زنجیروں میں جکڑ کر پوشنج کے قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ دو سال تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد آپ کو رہائی ملی۔ اور آپ ایک بار پھر ہرات میں قرآن کی تفسیر کی تعلیم دینے لگے۔ اس دوران آپ نے قرآن شریف کی دوسری سورۃ کی آیات ۱۶۰ سے ۱۶۵ کی تفسیر بیان کی جس میں اُن لوگوں کا ذکر ہے جو اللہ کے عشق میں سرگرم اور مستعد ہیں۔ ۱۰ نومبر ۱۰۴۹ء کو شیخ عمّوؒ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد شیخ عبداللہ انصاریؒ اپنے گھر منتقل ہو گئے۔ اور نہایت عسرت اور مفلسی میں زندگی گزارنے لگے۔ لیکن اس وقت بھی آپ اپنے لباس کا بڑا خیال رکھتے تھے اس لئے دوسروں کو آپ کی مشکلات کا احساس نہ ہو سکا۔

کامیابیوں کے دس سال: عمر ۴۷ سے ۵۷ سال (۱۰۵۲ سے ۱۰۶۲ء)

۱۰۵۳ء تک آپ کی شہرت ایک مستند عالمِ دین، مفسّرِ قرآن و حدیث اور صوفی کی حیثیت سے سلجوقی و عباسی حکمرانیوں میں پھیل چکی تھی۔ اسی دوران آپ سے ملنے کے لئے بخارہ سے محترم



مزار حضرت عبداللہ انصاریؒ (ہرات)

مکّہ معظمہ تا عرفات

نقشہ نمبر ۲

شاہراہ عرب
عروج اسلام کا سنگ میل
جبل مقام بیعت عقبہ اولیٰ
تمہید ہجرت
جمرہ اولیٰ
جمرہ وسطیٰ
جمرہ عقبہ
شارع ملک عبدالعزیز
وادی محسر
مزدلفہ
المأزمین
حد حرم
حد حرم
مشعر الحرام
جبل رحمت
عرفات
راستہ طائف
مسجد نمرہ
مسجد خیف
جبل ابو قبیس
جنت المعلی
محلہ سلیمانیہ
محلہ شامیہ
محلہ قرارہ
مولد النبی
غزہ
شارع فیصل
بیت اللہ
محلہ جیاد
حارۃ الباب
شاہراہ کدائی

منیٰ میں تبلیغی سرگرمیاں
وتمہید ہجرت
۱۱ نبوی ۶ انصار مدینہ کی بیعت عقبہ اولیٰ
۱۲ نبوی مزید ۶ انصار کا قبول اسلام بیعت
عقبہ ثانی اور حضور کی خدمت میں دعوت مدینہ کی پیشکش

مکہ — منیٰ ۶ ۱/۲ کلومیٹر
منیٰ (حد منیٰ) — وادی محسر ۳ ۱/۲ ٫٫
منیٰ — مشعر الحرام ۲ ٫٫
مشعر الحرام — عرفات ۱۰ ٫٫
جملہ ۲۵ کلومیٹر
پیدل راہ صرف ۱۲ ٫٫

ابوالحسن اور ذوذان سے ابوالقاسم الباری قدس سرہم تشریف لائے۔ اگلے سال تک آپ کے دوستوں اور عزیزوں کو آپ کی تنگدستی اور عسرت کا احساس ہوگیا۔ اور ان لوگوں نے آپ کی مدد کرنا شروع کردیا۔ ۱۰۵۵ء میں ایک حنفی قاضی شیخ ابوالعلاء سعید بن سیار نے آپ کو ہرات کی بڑی جامع مسجد میں تفسیر وحدیث کی تعلیم دینے کی پیشکش کی جو آپ نے قبول کرلی۔

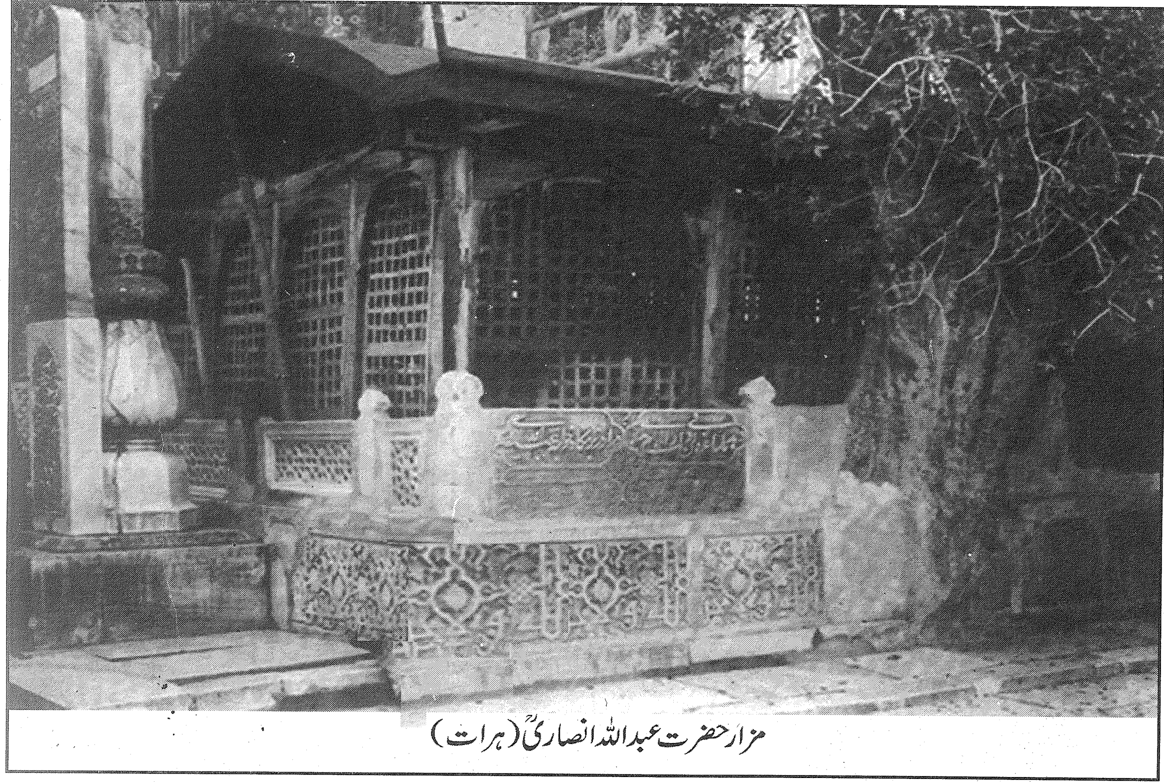
پچاس سال کی عمر میں (۱۰۵۶۔۱۰۵۷ء)

حضرت عبداللہ انصاری قدسرہٗ نے "صد میدان" تحریر کی جو صوفیوں کے لئے ایک مستند رسالہ ہے۔ آپ نے یہ کتاب "داری فارسی" میں تحریر کرائی۔ اس کو آپ کے ایک طالبعلم نے آپ کے خطبات کی شکل میں تحریر کیا۔

۱۰۵۹ء میں ایک بار پھر آپ کے مخالف علماء نے الپ ارسلان کے دربار میں آپ کے خلاف آواز اُٹھائی لیکن سلطان نے اس کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور ان لوگوں کو منہ کی کھانی پڑی۔ اس دور میں یعنی آپ کی عمر کے پچاسویں سال کے آس پاس آپ کے دوستوں اور طالبعلموں نے آپ کی مدد کی اور اسطرح آپ کی مالی حالت بہتر ہوگئی۔ اسی زمانہ میں آپ نے ایک بار فرمایا: "اللہ بہتر جانتا ہے کہ میں نے زندگی میں کبھی آدھا دن بھی دنیاوی دولت کے لئے کوشش نہ کی۔ اور اب میں دیکھتا ہوں کہ میرے دوست واحباب اتنی ساری چیزیں مجھے پیش کررہے ہیں جن کی زندگی کے شروع دنوں میں مجھے حاجت ہوتی تھی۔ لیکن اب اگر مجھے تحفہ میں سلیمان کی سلطنت بھی مل جائے تو میرے لئے اس کی کوئی وقعت نہیں ہے۔"

بدعتوں کے خلاف آپ کا جہاد: عمر ۵۸ سے ۶۴ سال (۱۰۶۴ سے ۱۰۷۰ء)

آپ کے مخالف علماء نے ۱۰۶۴ء میں سلطان الپ ارسلان کے دربار میں وزیر نظام الملک کی موجودگی میں مناظرہ کرنے کی کوشش کی لیکن شیخ عبداللہ انصاریؒ نے کوئی بھی گفتگو قرآن وحدیث سے ہٹ کر کرنے سے انکار کردیا۔ اس کے قریب دو سال بعد ایک بار پھر آپ کے مخالف علماء آپ کے خلاف وزیر نظام الملک سے آپ کی جلاوطنی کا حکم حاصل کرنے میں کامیاب ہو



مزار حضرت عبداللہ انصاریؒ (ہرات)

گئے۔اس طرح آپ ایک مختصر عرصہ کے لئے بلخ چلے گئے۔لیکن جلد ہی نظام الملک کو اپنی غلطی کا احساس ہوگیا۔اور اس نے آپ کو ہرات واپس آنے کی اجازت دے دی۔اسد رمیان وزیر نظام الملک کی اپنی سوچ میں تبدیلی آئی اور اس کا جھکاؤ اہل حدیث علماء کی طرف ہو گیا۔وزیر نظام الملک نے آپ سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کے خیال سے آپ کو خلعت فاخرہ بھیجی جو کہ آپ نے لینے سے انکار کر دیا۔کیون کہ وزیر کی موجودگی میں ایک شخص ’دبوسی‘ نے آپ سے اشعری فلسفہ پر کچھ بے ہودہ سوالات کئے تھے جس پر آپ آزردہ خاطر ہو کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ ۱۰۶۸ء تک آپ ہرات کی بڑی جامع مسجد میں تفسیر کی تعلیم اور خانقاہ میں طلباء کی روحانی رہنمائی کرتے رہے۔اگلے سال آپ کے مخالف علماء نے سلطان الپ ارسلان کے دربار میں ایک بار پھر ناکام کوشش کی اور آپ پر علم الانسان کی تعلیم دینے کا الزام عائد کیا۔لیکن وزیر نظام الملک کی مداخلت کی وجہ سے وہ ناکام ہو گئے۔اسی سال کے آخری حصہ میں وزیر نظام الملک کی استدعا پر عباسی خلیفہ القائم باللہ نے آپ کو خلعتِ فاخرہ عطا کی۔

ناموری اور جاہ وجلال کا دور: عمر ۶۵ سے ۷۸ سال (۱۰۷۱ سے ۱۰۸۴ء)

۶۶ سال کی عمر میں آپ سخت علیل ہوئے۔جس سے آپ جانبر تو ہو گئے لیکن آپ کی بینائی کمزور ہونے لگی۔ساٹھ سال سے ستر سال کی عمر کے وقفہ میں آپ حدیث وتفسیر کی تعلیم کے ساتھ ساتھ خانقاہ میں طالبعلموں کو تصوف کی تعلیم دیتے رہے اور ان کی روحانی رہنمائی کرتے رہے۔۷۴ (چوہتر) سال کی عمر میں آپ کی بینائی بالکل جاتی رہی۔

آخری سالوں کا جہاد: عمر ۷۹ سے ۸۲ سال (۱۰۸۵۔۱۰۸۸ء

آنکھ کی روشنی ضایع ہونے کے باوجود بھی شیخ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ تفسیر، حدیث اور تصوف کی تعلیمات پر خطبات دیتے رہے۔اور آپ کے شاگردان خطبات کو قلمبند کرتے رہے۔آپ کے شاگردوں میں عبدالاول سجزی، عبدالمالک کرخی اور محمد سید لانی قابلِ ذکر ہیں۔اس دور میں آپ کے سکریٹری حسین کتبی آپ کے روز کے معمولات کی دیکھ بھال کرتے رہے۔ ۱۰۸۲ء میں آپ

نے اپنی مشہور تصنیف "منازل السائرین" لکھوائی جو عربی میں تصوف پر مستند اور مشہور رسالہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسی سال عباسی خلیفہ "المقتدر باللہ" نے ایک بار پھر خلعت فاخرہ بھیجی اور "شیخ الاسلام" کا خطاب دیا۔

دسمبر ۱۰۸۵ء (مطابق رمضان ۴۷۸ھ) میں شیخ الاسلام نے ایک عالم پر سخت تنقید کی جو اس بات کے داعی تھے کہ مذہب کی بنیاد عقل پر ہونی چاہئے۔ اور اس کی وہ تبلیغ بھی کرتے تھے۔ شیخ الاسلام کی تنقید سے آپ کے ماننے والے مشتعل ہو گئے۔ اور نتیجہ میں اس عالم کا گھر جلا دیا۔ اور ان کو زد و کوب کیا۔ اس حادثہ کے نتیجہ میں شیخ الاسلام اور ان کے رفقاء کو ایک بار پھر ہرات بدر کر کے بلخ بھیج دیا گیا۔

اگلے سال اسی (۸۰) سال کی عمر میں یعنی ۲۱ اپریل ۱۰۸۷ء کو شیخ الاسلام ایک بار پھر بڑے فاتحانہ انداز میں ہرات میں داخل ہوئے۔ اور لوگوں نے بڑے جوش و خروش اور ولولہ سے آپ کو خوش آمدید کہا۔ اور اس طرح ایک بار پھر آپ قرآن کی تفسیر پر خطبات دینے لگے۔

جمعہ آٹھ مارچ ۱۰۸۹ء (مطابق ۲۲ ذالحج ۴۸۱ھ) کو اس بطلِ جلیل نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ آپ کو "گزرگاہ" نامی صوفی خانقاہ اور شیخ عمو کے مقبرہ کے پاس سپرد خاک کیا گیا۔ جس وقت آپ کی تدفین کی جا رہی تھی اللہ کی رحمت ہلکی ہلکی بونداباندی سے ایک خوشگوار سماع پیش کر رہی تھی۔ شیخ الاسلام مولانا عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ کا مزار ایک مشہور روضہ کی شکل میں موجود ہے۔ ہزاروں افراد ہر وقت آپ کے مقبرہ پر حاضری دیتے اور دینی و دنیاوی فوائد حاصل کرتے ہیں۔

شیخ الاسلام عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ کے عقائد و نظریات

حنبلی مکتبِ فکر میں شیخ عبداللہ انصاریؒ ایک اعلیٰ شخصیت بن کر ابھرے۔ آپ کی شخصیت کا تفصیلی اور معتبر تذکرہ حنبلی تذکرہ نویسوں کے ذریعہ ہی ملا ہے۔ حضرت عبداللہ انصاریؒ کے دور شباب کے استاد شیخ طاقی سجستانیؒ بھی حنبلی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔ امام ابن حنبلؒ (۷۵۵ء سے ۷۸۰ء

مطابق ۱۴۶ اسے ۲۴۱ھ) اور شیخ الاسلام کی زندگیوں میں بہت سی چیزیں مشترک ہیں۔ دونوں کا بچپن غربت میں بسر ہوا۔ اور عنفوان شباب میں بھی مفلسی کا سامنا کرنا پڑا۔ دونوں احادیث کے بہت مستعد اور محنتی طالب علم تھے۔ اور بعد میں دونوں ہی کا اس مضمون کے بلند پایہ اساتذہ میں شمار ہوا۔ دونوں ہی ایسے فلسفیوں کے مخالف تھے جو مذہب کو عقلی استدلال کے طابع سمجھتے تھے۔ یعنیٰ معتزلہ' امام حنبلؒ کے زمانہ میں اور 'اشعری' شیخ عبداللہ انصاریؒ کے زمانہ میں۔ دونوں حضرات کا عقیدہ تھا کہ قرآن قدیم ہے مخلوق نہیں۔ دونوں کو صاحبِ اقتدار لوگوں نے سزائیں دیں۔ دونوں نے اپنی سزاؤں کو صبر و ہمت سے برداشت کیا۔ اور اپنے عقیدہ میں کوئی تزلزل نہ آنے دیا۔ دونوں آزمائش کی گھڑی میں اپنے عقیدہ پر تندہی سے قائم رہے۔ انھوں نے کبھی اپنے مخالف فریق سے سمجھوتہ نہیں کیا اور نہ کبھی ایسے معاہدہ کا حصہ بنے جس سے دوغلہ پن کا شائبہ بھی ہوسکتا۔

اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ، شیخ امام حنبلؒ کو اپنے لئے نمونہ تصور کرتے تھے۔ آپ نے امام شیخ حنبلؒ کی شان میں ایک قصیدہ تحریر کیا جو کہ بہت مقبول ہوا۔ خاص کر حنبلی مکتبِ فکر کے لوگوں میں اس کو بڑی شہرت ملی۔ اس قصیدہ کے ایک شعر کا مطلب کچھ اس طرح ہے:

میں حنبلی' ہوں زندگی اور موت میں میرے بھائیو سن لو میرے لئے یہ انجیل ہے۔

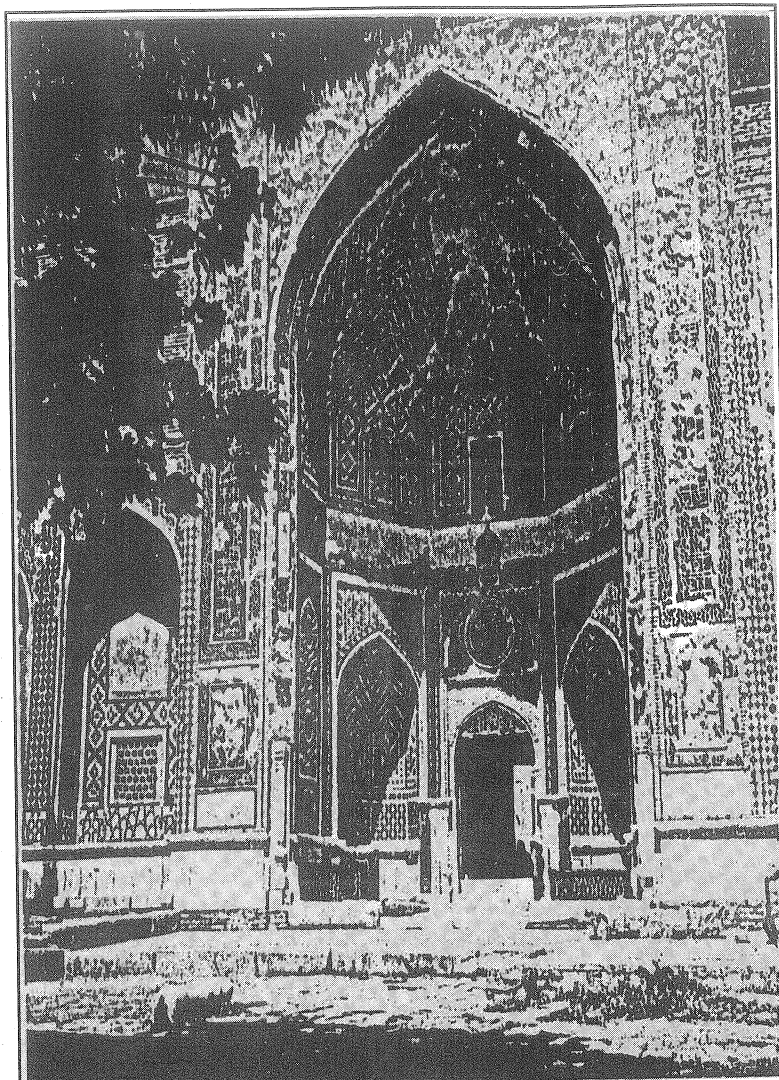
شیخ السلام عبداللہ انصاریؒ اکثر امام حنبلؒ کے ان الفاظ کا تذکرہ کرتے تھے کہ 'اللہ کی معرفت مخلوق نھیں ہے کیونکہ مخلوق کبھی خالق تک نہیں پہنچ سکتی' آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دفعہ اپنے وقت کے عظیم صوفی شیخ ابوحمزہؒ جن کا تعلق بغداد سے تھا (سنہ ۹۰۲ء، ۲۸۹ھ) شیخ احمد حنبل قدس سرہٗ کے ساتھ موجود تھے۔ کسی نے امام احمد حنبلؒ سے کوئی سوال کیا تو امام احمد حنبلؒ نے شیخ ابوحمزہؒ کی جانب دیکھا اور کہا یا صوفی اس کا جواب دو۔ اس طرح شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ اپنے شاگردوں کو پرانے صوفیہ کرام کے بارے میں جو کہ امام حنبلؒ کے مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے واقعات بتاتے رہتے تھے۔ شیخ عبداللہ انصاریؒ کے حنبلی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے کی وجہ آپ کا کہنا تھا کہ مذھب کی اساس

قرآن شریف اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث ہیں۔ اسی لئے شیخ عبداللہ انصاریؒ تصوف میں بھی اس بات کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور تصوف کو مذہب کا ایک جزو لاینفک قرار دیتے تھے۔ ان کی رائے تھی کہ کوئی شخص اللہ کی راہ کا مسافر اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک وہ ایک اچھا مسلمان نہ ہو اور اللہ اور رسول پر پوری طرح اور صحیح اعتقاد نہ رکھتا ہو۔ اشعریوں کے بارے میں آپ کا کہنا تھا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ احادیث پر اعتقاد رکھنے والے صحیح مسلمان نہیں ہیں۔ حالانکہ خود ان لوگوں کو ایک بھی حدیث کا علم نہیں ہے۔ وہ صرف فلسفہ علم الانسان پر اعتقاد رکھتے ہیں۔

اگر مشہور رسالہ "دلائل طبقات الحنبلیہ" (ابن رجب بغدادی نے ۱۳۹۲ء مطابق ۷۹۵ھ میں تحریر کیا) کا مطالعہ کیا جائے تو احساس ہوگا کہ حنبلی صوفیوں کا ان لوگوں کی نظر میں کیا مقام تھا۔ ابن رجب کی تصنیف حضرت عبداللہ انصاریؒ کے بارے میں ایک مفصل اور مستند تحریر ہے۔ اور اس سے آپ کے بارے میں مفصل آگاہی ہوتی ہے۔

فارسی بولنے والے شیعہ اور سنی دونوں ہی شیخ عبداللہ انصاریؒ کی مناجات کو بہت پسند کرتے ہیں۔ شیعہ حضرات آپ کی دوسری کتب کو بھی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ آپ کی دس جلدوں میں لکھی گئی تفسیرِ قرآن "کشف الاسرار" جو کہ داری فارسی میں ہے آج بھی تہران میں چھپتی ہے۔ جو کہ ایک شیعہ اکثریتی ملک کا دارالخلافہ ہے۔ لیکن بدقسمتی سے بہت سے عربی بولنے والے سُنّی اور بہت سے اردو بولنے والے شیعہ حضرات شیخ عبداللہ انصاریؒ کی مایہ ناز تخلیقات اور افکار و خیالات سے بہت کم واقف ہیں۔ یہ بدقسمتی ہے کہ اردو بولنے والے علماء نے شیخ عبداللہ انصاریؒ کی کتابوں کا ترجمہ نہیں کیا۔ اور اس عالم و فاضل صوفی کے افکار و خیالات ہندو پاک میں عام نہ ہوسکے۔

یہی نہیں بلکہ خود عبداللہ انصاریؒ کی اولاد ہوتے ہوئے نہ علماء سہارنپور، نہ علماء فرنگی محل اور نہ صوفیاء سدھور نے اس طرف کوئی توجہ کی۔ بھلا ہو ان غیر مسلموں کا جنھوں نے جب صوفیاء کرام پر تحقیق کی تب انھیں پتہ چلا کہ ایک جید عالم اور صوفی عبداللہ انصاریؒ کے نام کے ہرات میں گذرے ہیں۔ ان لوگوں نے آپ کی کتب کا ترجمہ فرانسیسی اور انگریزی زبانوں میں کیا۔ اور اس کو شائع



مزار حضرت عبداللہ انصاریؒ (ہرات)

کیا۔ مجھے ان میں سے چند کتابوں کے دیکھنے اور پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ان کتابوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے جو ہندوستان اور پاکستان کے لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہے۔ اللہ نے اگر مجھے موقع دیا تو اس کام میں بھی ہاتھ ڈالونگا۔ اور جو کرسکا ضرور کرونگا۔ اس کتاب کے پڑھنے والوں سے التماس ہے کہ اس طرف بھی دھیان دیں۔ خاص کر وہ حضرات جو اپنے کو ان کی اولاد کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

مشہور صوفی حضرت ابوالحسن خرقانی قدسرہٗ سے حضرت شیخ عبداللہ انصاریؒ کی ملاقات

جب حضرت عبداللہ انصاریؒ کی عمر ۲۷ سال تھی (۱۰۳۳ء مطابق ۴۲۴ھ) اور آپ شہر رُے" سے واپس آرہے تھے اسوقت دوران سفر آپ کی ملاقات شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے ہوئی۔ شیخ خرقانی قدسرہٗ ایک اُمی صوفی تھے۔ اور روحانیت کے درجہ کمال پر فائز تھے۔ دورانِ ملاقات انھوں نے اپنے کشف و کرامات سے شیخ عبداللہ انصاریؒ کے دل میں جو سوالات تھے ان کو معلوم کرلیا۔ اور اس سے پہلے کہ شیخ عبداللہ انصاری قدسرہٗ ان سے وہ سوالات کرتے آپ نے ان کے تسلی بخش جواب دے دئے۔ شیخ عبداللہ انصاریؒ نے ایک بار فرمایا کہ اگر میں شیخ خرقانی قدسرہٗ سے نہ ملا ہوتا تو مجھے حقیقت" کا علم نہ ہوتا۔ انھوں نے فرمایا کہ شیخ خرقانی قدسرہٗ نے اُن سے فرمایا "وہ کوئی اور ہے جو کھاتا پیتا ہے اور سوتا ہے" جب میں نے یہ بات سنی تو مجھے احساس ہوا کہ جیسے میں خود خرقانی ہوں۔ اس مجلس میں شیخ خرقانیؒ کئی بار جذب و کیفیت کی حالت میں چلے گئے اور روتے رہے۔ اس حالت میں دونوں کے درمیان روحانی طور پر گفتگو ہوتی رہی۔ جن کا علم صرف ان دونوں کو تھا۔ یہی وہ وقت تھا جب شیخ عبداللہ انصاری کے افکار و خیالات میں ایک نئی لہر پیدا ہوئی۔ جو ان کی باقی زندگی اور تصنیفات میں نظر آتی ہے۔

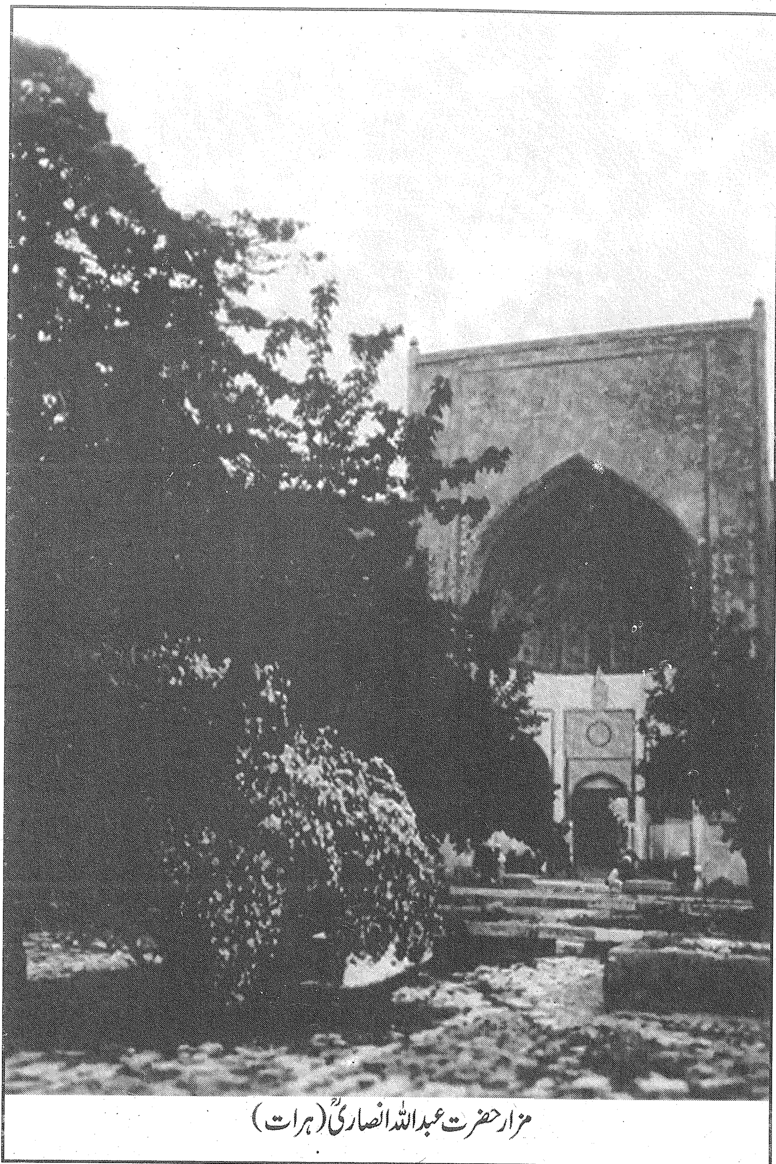
کہتے ہیں کہ چشت کے شیخ احمدؒ اور شیخ ابوسعید معلمؒ میں اس بارے میں سخت اختلاف تھا کہ بہتر یہ ہے کہ انسان خدا کا مرید ہو یا یہ کہ وہ خدا کی مراد ہو۔ ان دونوں نے شیخ عبداللہ انصاری قدسرہٗ سے

اس بارے میں فیصلہ چاہا۔ شیخ عبداللہ انصاری قدسرہٗ نے جواب میں فرمایا کوئی مرید نہیں ہے، کوئی مراد نہیں ہے۔ نہ کسی کو کوئی خبر ملتی ہے نہ کوئی سوال کرتا ہے۔ نہ اس کی کوئی پہچان ہے نہ اس کو احاطۂ الفاظ میں لایا جاسکتا ہے۔ وہی سب کچھ ہے اور ہر چیز میں وہی ہے۔

حضرت مخدوم شیخ خیرالدین انصاریؒ دریا نثارؒ رحمۃ اللہ علیہ

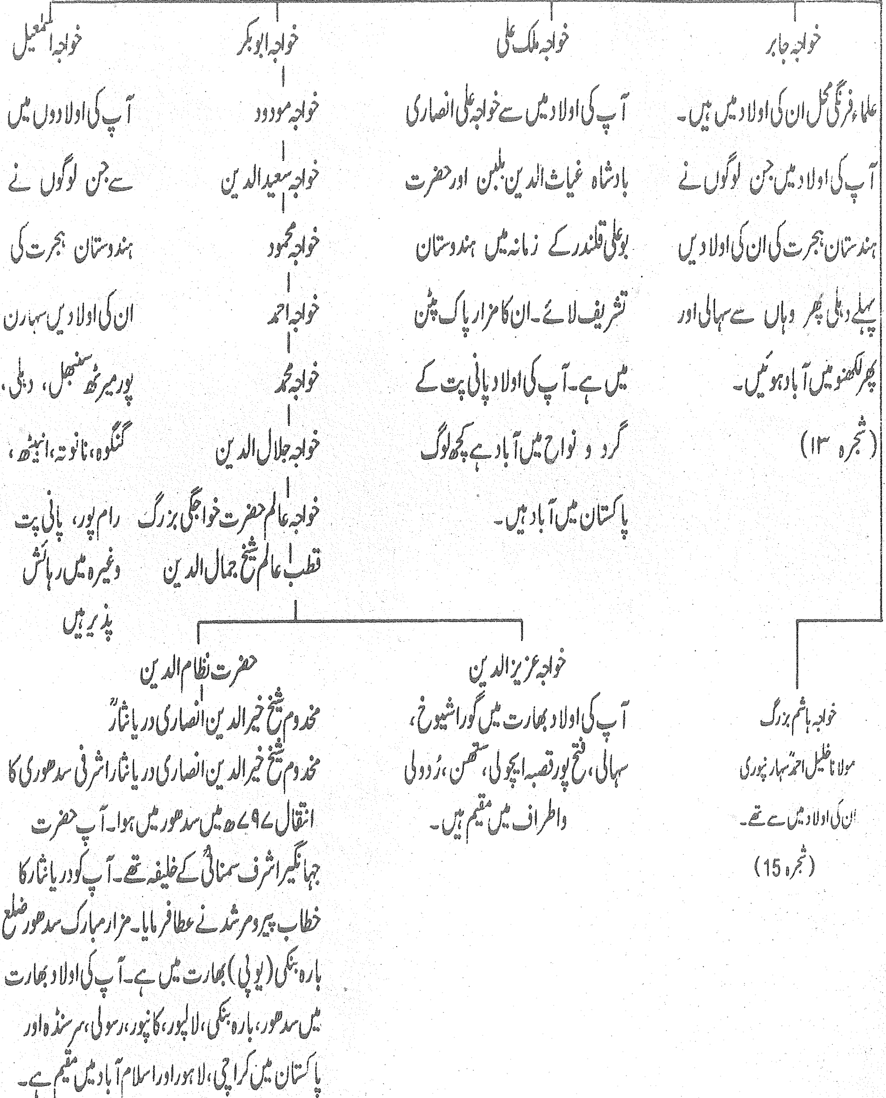
آپ کی پیدائش افغانستان کے شہر ہرات میں ہوئی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ نظام الدین انصاریؒ تھا۔ جو کہ مشہور زمانہ بزرگ قطب عالم شیخ جمال الدین انصاریؒ کے بیٹے تھے۔ اس طرح سے آپ حضرت شیخ ابواسمٰعیل عبداللہ انصاری قدسرہٗ کی اولاد سے تھے۔ حضرت عبداللہ انصاری قدسرہٗ کا ذکر اس کتاب میں تفصیل سے آچکا ہے۔ حضرت مخدوم خیرالدینؒ نے ایک ایسے پاکیزہ اور صاف ستھرے ماحول میں آنکھ کھولی جو علم اور روحانیت سے معمور تھا۔ ہر طرف علم وفضل کے چرچے اور روحانیت کے تذکرہ ہوتے اور تزکیہ نفس کی محفلیں جمتیں۔ نیز آپ کے والدین اور خاندان کے دیگر افراد کی پاکیزہ زندگی وحسن وکردار اور اوصاف محمودہ کی بدولت آپ کو اپنی تربیت کے لئے نہایت اچھا ماحول میسر آیا۔ جس نے آپ کو پاکیزہ سیرت وحسن وکردار اور اچھے اخلاق میں ڈھال دیا۔ آپ نے اپنے خاندان کے مقتدر مشائخ اور چیدہ علماء وقت سے ظاہری علوم اور باتنی کمالات حاصل کئے۔ اگر چہ آپ اپنے خاندان کے ظاہری وباطنی کمالات سے مالا مال تھے لیکن خوب سے خوب تر کی تلاش میں آپ نے عالم رویا میں حسب ارشاد احمد مصطفٰے محمد رسول اللہ ﷺ ہندوستان ہجرت فرمائی۔ آپ نے دہلی اور پھر اودھ کے قصبہ سدھور ضلع بارہ بنکی کو اپنا مستقر بنایا۔

دوران ہجرت متعدد علماء ومشائخ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ اور انکے فیوض وبرکات سے مستفید ہوئے۔ قیام سدھور کے دوران آپ کو خبر ملی کہ قصبہ جائس میں کوئی صوفی بزرگ آئے ہوئے ہیں۔ اور لوگ جوق در جوق ان سے بیعت ہو رہے ہیں۔ وہ بزرگ حضرت مخدوم احد الدین جہانگیر اشرف سمنانیؒ تھے۔ الغرض جب آپ جائس پہونچ کر حضرت سمنانیؒ کی خدمت



مزار حضرت عبداللہ انصاریؒ (ہرات)

شجرۂ نسب حضرت مخدوم شیخ خیرالدین انصاری دریانثارؒ اشرفی سدھوری



میں حاضر ہوئے تو انھوں نے فرمایا خیر الدین بہت دیر سے آئے ہو۔ خیر بیٹھو۔ پھر وہ ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو گئے جو وہاں پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ انکے کسی سوال کی بابت تشفی کرا رہے تھے۔ (اس طرف حالت یہ تھی کہ حضرت خیر الدینؒ کو بھی کچھ مسائل میں تردد تھا۔ جس جگہ بھی جاتے تھے حسب دلخواہ تشفی نہ پا کر لوٹ جاتے تھے۔) جب وہ لوگ چلے گئے تو حضرت نے حضرت سمنانیؒ کے قدم پکڑ لئے۔ اور مرید کرنے کی درخواست کی۔ انھوں نے فرمایا تم نے اپنے سوال تو ابھی کئے ہی نہیں۔ خیر الدینؒ نے فرمایا کہ تشفی ہو گئی۔ میں تو حضور ﷺ کی ہدایت پر آپ ہی کی تلاش میں تھا۔ جواب ملا میں بھی تو تمھاری ہی تلاش میں تھا۔ غرضکہ پیر و مرشد کی خدمت میں کچھ عرصہ قیام کے بعد قصبہ سدھور کی ولائت و خلافت لیکر سدھور واپس آ گئے۔ چونکہ مرشد نے سدھور میں قیام اور تبلیغ دین کا حکم دیا تھا اس لئے ان کی اجازت سے ہرات واپس گئے اور اپنے دادا حضرت قطب عالم شیخ جمال الدین اور والد شیخ نظام الدین اور پسر حضرت مخدوم شیخ علی اوباز د جو اس وقت طفل تھے اور خواتین خاندان کو لیکر سدھور واپس تشریف لائے۔ اور یہیں قیام فرمایا۔ اور سلسلہ درس و تدریس اور تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا مزار قصبہ سدھور کے جنوب مغرب مقام امہٹ پر واقع ہے۔ ہر سال ماہ صفر کی سات تاریخ کو آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے۔ صبح کے وقت مکان پر قرآن خوانی ہوتی ہے اور شام کو چادر اور گاگر لیکر سجادہ نشین مزار پر جاتے ہیں۔ اور وہاں پر محفلِ سماع و قل شریف ہوتا ہے۔ بعد میں ملنگر تقسیم ہوتا ہے۔ جس میں حسب روایت قدیم روٹی اور دال تقسیم ہوتی ہے۔ میرے والد محترم حضرت شاہ محمد نسیم انصاریؒ جو خود ایک ولی کامل تھے ان کے سجادہ نشین تھے۔ اب انکے بیٹے شیخ قمر احمد انصاری موجودہ سجادہ ہیں اور اس خدمت پر مامور ہیں۔

قصبہ سدھور کے جنوب مغرب کی طرف ایک تالاب ہے جو امہٹ (امیٹھہ) کے نام سے موسوم ہے۔ آپ نے وہیں پر قیام فرمایا تھا اور علم دین کی تبلیغ و تلقین حسب ارشاد پیر و مرشد کرنے لگے۔ آپ کے ہاتھوں ہزار ہا لوگ مسلمان ہوئے اور قرب و جوار کے عوام و خاص آپ کے بے انتہا

معتقد اور مرید ہوئے۔

آپ کا وصال سات صفر ۹۷۷ھ میں ہوا۔ آپ کے حکم کے بموجب آپ کو جاء قیام کے نزدیک یعنی متصل تالاب امہٹ اپنے والدین ودادا کے مزارات کے قریب سپرد خاک کیا گیا۔

ایک مرتبہ کچھ ناسمجھ لوگوں نے حضرت اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ سے شکایت کی کہ شیخ خیر الدینؒ وضو کرنے میں بے انتہا وقت لیتے ہیں اور پانی ضایع کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں پیر ومرشد نے فرمایا" خیر الدین ہر وقت عالم سحو میں اللہ کے نور کے دیدار میں مستغرق رہتے ہیں اور اگر وضو میں آپ حوض کوثر بھی صرف کرڈالیں تو عجب نہیں۔"

اس کے بعد آپ نے اس کی تشریح فرماتے ہوئے فرمایا کہ خیر الدین بوقت وضو ہر عضو اسوقت تک دھوتے رہتے ہیں جب تک از احکام الٰہی مقبولیت حاصل نہ ہو جائے۔ یہی حال نماز کا ہے۔ ادائے نماز میں جب تک یہ الہام نہ ہو جائے کہ نماز قبول ہوگئی سجدہ سے سر نہیں اٹھاتے۔ حضرت پیر ومرشد شیخ اُحدالدین اشرف سمنانیؒ نے اس موقعہ پر آپ کو "دریا نثار" کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔

حضرت شیخ اُحدالدین اشرف سمنانیؒ سدھور تین مرتبہ اپنے خلیفہ حضرت خیر الدینؒ سے ملاقات کے لئے تشریف لائے اور انوار و کمالات بزرگانِ سلف سے سرفراز فرمایا۔ خواص وعوام بطور عقیدت حضرت مخدوم خیر الدینؒ کے مزار سے اینٹ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں اور اینٹ اپنے گھر میں محفوظ رکھتے ہیں۔ دعا قبول ہونے پر مٹھائی پر نذر دلاتے ہیں اور اینٹ مزار شریف پر واپس رکھ دیتے ہیں۔ سدھور اور اس کے قرب وجوار میں جب کسی کے یہاں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اوّلاً تالاب امہٹ کے پانی کو بطور گھٹی پلاتے ہیں اور اگر تالاب خشک ہو تو اس کی مٹی پانی میں گھول کر پلا دیتے ہیں۔

حضرت خیر الدینؒ کے مزار کے ساتھ یہ کرامت وابستہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کلام پاک پڑھا اور لاپرواہی میں تلاوت کو معمول نہ بنایا اور اس طرح وہ صحیح تلاوت بھول گیا اور پڑھنے میں دقت اور

غلطیاں ہونے لگیں اور شرم کے باعث کسی سے رجوع بھی نہیں کرسکتا تو اگر وہ قرآن شریف لیکر مزار شریف پر چلا جائے اور وہاں بیٹھ کر تلاوت کرے تو خود بخود روانی آجاتی ہے اور غلطیوں سے مبرا ہو جاتا ہے۔

آپ کے پائنتی تالاب کے پانی سے غسل کرنے سے تمام جلدی امراض قطعی دور ہو جاتے ہیں۔ اور جو بچے دو تین سال کی عمر کے ہو جانے کے باوجود بول نہیں پاتے اس تالاب کا پانی پلانے سے بولنے لگتے ہیں۔

۱۹۶۲ء میں متذکرہ تالاب میں یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ آپ کے مزار کی پائنتی کی طرف سے سفید دھار نکلتی معلوم ہوئی۔ تھوڑی دیر میں سارا تالاب اصلی دودھ ہو گیا۔ بلکہ موٹی موٹی بالائی بھی جمنے لگی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور ہزاروں لوگ جمع ہو گئے۔ پہلے لوگوں نے دودھ بوتلوں میں بھرا پھر بالائی سمیٹی اور بعد میں مارے جوش کے تالاب میں اتر کر نہانے لگے۔ چنانچہ شام ہوتے ہوتے تمام تالاب پھر پانی ہو گیا۔ ایک بوتل دودھ کسی نے کٹوادھام کے مہنت جگناتھ بخش داس کو دیا۔ وہ کانگریس پارٹی کے مقتدر رہنما تھے۔ انھوں نے اس بوتل کو سائنٹفک ریسرچ انسٹی چیوٹ چھتر منزل لکھنو جانچ کے لئے بھیجا۔ وہاں کے ٹیسٹ کرنے والوں نے اسے پھٹا ہوا دودھ قرار دیا۔ چنانچہ کرامات پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔ والد صاحب قبلہ شیخ محمد نسیم انصاریؒ نے وہ دودھ رپانی تبرکاً نوش فرمایا۔

حضرت شیخ خیر الدین قدسرہٗ کے وصال کے بعد آپ کے بہت سے مریدوں اور معتقدین نے آپ کے مزار مبارک کے پاس چلہ کشی کرنے کا ارادہ کیا لیکن آپ نے روحانی طور پر یہ کہہ کر منع کر دیا کہ زندگی میں بھی میں کسی کو مداخلت کی اجازت نہ دیتا تھا اور اب بھی مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی میرے سکون میں مخل ہو۔

حضرت مخدوم خیر الدین قدسرہٗ نے تبلیغ دین اور درس و تدریس کو اپنا شعار بنایا۔ اور اپنی آنے والی نسلوں کو اس کی تلقین کی۔ یہ اس تلقین کا نتیجہ ہے کہ آج بھی ایک مدرسہ ہمارے خاندان کی زیر



مزار مبارک حضرت شیخ مخدوم خیرالدین انصاری دریا نثار رحمۃ اللہ علیہ
مقام امہٹ سدھور

نگرانی قائم ہے۔اور ہمارے خاندان کے تمام بزرگوں نے اس میں درس و تدریس انجام دی ہے۔اس مدرسہ کے ساتھ ایک خانقاہ اور لنگر بھی ہوتا تھا۔جو کہ موجودہ دور تک آتے آتے ختم ہو گیا ہے۔

حضرت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ (پیرومرشد مخدوم شیخ خیر الدین انصاریؒ)

ساتویں صدی ہجری کی آخری چوتھائی کا زمانہ تھا۔موجودہ ایران کے ایک علاقہ خراسان میں ایک اسلامی حکومت قائم تھی ۔اس کا دار الحکومت شہر سمنان تھا۔جو آج کی ایرانی سلطنت میں ایک معمولی لیکن قدیم تاریخی قصبے کی حیثیت سے شامل ہے۔سمنان ایران کے شہر بسطام کے جنوب اور نیشاپور و ہمدان کے وسط میں اور بحر کیسپین کے جنوب میں قریب سو(۱۰۰) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔یہاں جو خاندان حکمراں تھا وہ نہایت نیک خدا ترس دیندار اور علوم شریعت و طریقت سے پوری طرح بہرہ ور تھا۔یہی وجہ تھی کہ اس مختصر لیکن مضبوط اسلامی سلطنت میں نظام اسلامی اپنی تمامتر خوبیوں اور برکتوں کے ساتھ نافذ تھا۔ساتویں صدی کی دوسری اسلامی سلطنتوں میں خراسان کی اس اسلامی سلطنت کی بڑی قدر و منزلت تھی۔اس سلطنت کے سربراہ حضرت سلطان ابراہیمؒ تھے۔آپ کی ملکہ محترمہ خدیجہ بھی نہایت متقی، پرہیزگار، عابدہ اور زاہدہ خاتون تھیں۔آپ دونوں کی کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔جس کا دونوں کو بڑا قلق تھا۔ایک مرتبہ اس وقت کے مشہور و معروف مجذوب بزرگ جن کا نام بھی ابراہیم علیہ رحمتہ تھا تشریف لائے اور آپ کیلئے دعا کی کہ اللہ نے دو بیٹے عطا فرمائے۔

ایک رات سلطان ابراہیم کو سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور یہ بشارت دی گئی کہ ابرا ہیم اللہ تمھیں دو فرزند عطا کریگا۔ایک کا نام اشرف رکھنا اور دوسرے کا اعراف۔اشرف اللہ کا ولی ہوگا اور یہ دین کی سربلندی کے لئے اپنے کو وقف کر دیگا۔غرضکہ مجذوب بزرگ ابراہیمؒ کی دعاؤں اور رسول مقبول ﷺ کی بشارت کے بموجب حضرت اشرف کی ولادت ہوئی۔اور بعد میں یہی بچہ

دنیائے شریعت وطریقت کی عظیم شخصیت کی حیثیت سے اور غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کے نام نامی سے مشہور ومعروف ہوا۔

صرف چودہ سال کی عمر میں آپ قرآن وحدیث اور دیگر علوم پر مکمل عبور حاصل کر چکے تھے۔اس وقت کے ایک جلیل القدر بزرگ صوفی حضرت شیخ رکن الدین علاء الدولہؒ کی بارگاہ میں حاضری کے دوران شیخ کی خصوصی توجہ نے آپ کو کمسنی میں ہی بلند مقام عطا کر دیا۔آپ نے والد محترم کے انتقال پر ۷۲۱ھ میں عنان حکومت سنبھالی۔

رمضان المبارک کی ستائیسویں شب میں حضرت خضر علیہ السلام کا دیدار ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ عرفان الٰہی اور تجلیات باری کی راہ میں سب سے بڑا حجاب یہ تاج وتخت ہے۔اس سے بے نیاز اور لذت وصال الٰہی کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہندستان کا سفر اختیار کرو۔وہاں شیخ علاء الحق گنج نبات علیہ رحمتہ تمہارے منتظر ہیں۔صبح ہوتے ہی آپ نے ترک سلطنت کا اعلان کر دیا۔آپ نے اپنے چھوٹے بھائی سید محمد اعراف کو تخت پر بٹھایا اور اپنی والدہ کی اجازت سے سفر ہندوستان پر روانہ ہو گئے۔اسوقت آپ کی عمر ۲۵ سال تھی یہ ۷۳۳ھ کا زمانہ تھا۔دوران سفر جب خراسان پہونچے تو ایک مجذوب درویش سے ملاقات ہوئی۔انھوں نے معانقہ کیا اور اپنی پیشانی کو ایک خاص انداز میں حضرت مخدوم اشرفؒ کی پیشانی سے رگڑا تو آپ پر ایک خاص کیفیت تاری ہوگئی۔مشرق کی سمت اشارہ کر کے وہ مجذوب رخصت ہو گئے۔اس طرح مہینوں دشوار گذار راستوں پر پیدل سفر کرتے ہوئے بالآخر سندھ کے ایک شہر اوچ شریف پہونچ گئے۔یہاں اس زمانہ کے جلیل القدر بزرگ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیا جہاں گشتؒ کا فیض روحانی جاری تھا۔جب آپ حضرت جہانیاں جہاں گشت کے پاس پہونچے تو انھوں نے آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا تین روز آپ کو مہمان رکھا،سلسلہ قادریہ میں آپ کو صاحب اجازت کیا اور کہا کہ آپ کی تعلیم کی تکمیل میرے بھائی علاء الحق گنج نبات علیہ رحمتہ سے ہوگی وہ آپ کے منتظر ہیں بلا تاخیر وہاں جایئے۔چلتے وقت ذکر بالجہر کی اجازت دی اور نقش غفوری مرحمت فرمایا۔اوچ شریف سے آپ

دہلی پہونچے حضرت نظام الدین اولیاؒ کی درگاہ پر حاضری دی۔اس کے بعد چلتے چلتے بہار پہونچے وہاں حضرت مخدوم الملک یحییٰ منیری رحمتہ اللہ علیہ کا جنازہ رکھا ہوا تھا۔ان کی وصیت کے مطابق آپ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور تجہیز و تکفین کے بعد جب آپ ایک بار پھر فاتحہ پڑھنے کے لئے بیٹھے تو مزار مبارک سے آواز آئی کہ چندے یہاں قیام کرو تا کہ تمھاری امانت میں تم کو پہونچا دوں۔سید اشرف پر لرزہ تاری ہو گیا انہوں نے سوچا کہ جس بزرگ نے کڑی سے کڑی ریاضتیں کی تھیں وہ اس کی امانت کا بار اٹھا بھی سکیں گے یا نہیں؟ کہتے ہیں کہ مخدوم الملک منیریؒ نے بارہ سال ضلع آرہ کے جنگل میں عبادت و ریاضت کی تھی۔وہ کئی سال تک ایک درخت کی شاخ پکڑے کھڑے رہے یہاں تک کہ خود بھی ایک درخت کی طرح زمین سے قوت نمو حاصل کرنے لگے چڑیاں ان کے سر پر گھونسلے بناتیں حشرات العرض ان کے جسم پر رینگتے رہتے حتیٰ کہ ان کی حلق سے داخل ہوتے اور نکل آتے۔سید اشرفؒ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ شرف الدین منیریؒ انھیں سامنے کھڑے نظر آئے اور فرمایا:

کارِ نازک تنانِ رعنا نیست سنگ زیرینِ آسیا بودن

(یعنی چکی کے پاٹوں کے درمیان رہنا نازک بدنوں کا کام نہیں ہے) یہ کہہ کر انھوں نے آپ کو سینے سے لگا لیا اور اپنے تمام سربستہ راز ان کے سینے میں منتقل کر دئے۔پھر فرمایا کہ جاؤ بھائی علاء الحق تمھارے منتظر ہیں۔اس زمانہ میں شیخ علاء الدین علاء الحق کی روحانی تعلیمات سے پورا بنگال فیضیاب ہو رہا تھا۔شیخ علاء الدینؒ شیخ سراج الدین عثمان کے خلیفہ تھے۔ان کا پورا خاندان وزارتوں اور دوسرے سرکاری عہدوں پر فائز تھے۔لیکن آپ نے درویشی اختیار کر لی تھی۔وہ سالک بھی تھے اور عالم بھی۔ان کی خانقاہ میں عقیدتمندوں کا ہجوم رہتا تھا۔وہ فیاضی میں بادشاہوں سے بڑھکر تھے۔بعض سلاطین ان کی خانقاہ کے اخراجات پر رشک کرتے تھے۔روزانہ بے شمار فقیروں اور مسافروں کو خانقاہ سے کھانا اور بستر ملتا تھا۔آنے جانے والے لوگوں کو زادراہ کے لئے بڑی بڑی رقمیں بھی تقسیم کی جاتی تھیں۔حضرت علاء الدین علاء الحقؒ بڑے پر رعب اور

جلالی بزرگ تھے۔ پھر جب سید اشرف کے آنے میں دو دن رہ گئے تو انھوں نے فرمایا کہ ہم جس کا دو سال سے انتظار کر رہے تھے وہ دو دن بعد آنے والا ہے۔ غرضکہ دو دن بعد جب سید اشرف قصبہ پنڈوہ کے نواح میں پہونچ گئے تھے شیخ علاء الدینؒ اپنے تخت رواں پر بیٹھ کر جوان کو اپنے پیر و مرشد سے ملا تھا آبادی سے باہر نکلے۔ معتقدین کا ہجوم ان کے ساتھ تھا۔ شیخ علاء الدینؒ تخت رواں سے اتر کر کھڑے ہو گئے۔ چند لمحوں بعد سید اشرف کالا کمبل کاندھوں پر ڈالے ہوئے اور گرد سے اٹے ہوئے ایک پگڈنڈی سے نمودار ہوئے اور شیخ کے قدموں پر گر گئے۔ شیخ علاء الدینؒ نے انھیں والہانہ انداز میں اٹھا کے گلے سے لگا لیا اور تخت رواں پر بٹھا کر خانقاہ لے آئے۔ اسی دن مغرب بعد شیخ علاء الدین نے ان سے بیعت لی۔ شیخ اشرف بارہ برس تک شیخ علاء الدینؒ کی خدمت میں رہے۔ اور خلافت وخرقہ کے علاوہ جہانگیر کا خطاب پایا۔ سید اشرف جب اپنے مرشد سے روحانی فیوض حاصل کر چکے تو شیخ علاء الدینؒ نے اپنے جلیل القدر خلیفہ کو جونپور کے نواہ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ آپ ظفر آباد ہوتے ہوئے جونپور پہونچے اور ایک مسجد میں قیام کیا۔ قاضی شہر شہاب الدین دولت آبادی ان سے ملنے مسجد تشریف لائے۔ قاضی شہاب الدین کا شمار جید عالموں میں ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کا اصل وطن غزنی تھا لیکن انھوں نے دولت آباد دکن میں تعلیم وتربیت پائی تھی۔ تیمور کے زمانہ میں قاضی صاحب نے دہلی کو خیرباد کہا اور سلطان ابراہیم شرقی کی درخواست پر جونپور پہونچے۔ سلطان نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور انھیں قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور کیا۔ قاضی صاحب نے بہت سی کتابیں تحریر کیں۔ مثلاً شرح کافیہ جو شرح ہندی کے نام سے بہت مشہور ہوئی۔ ملا عبدالرحمٰن جامی نے اس کتاب کی شرح تحریر کی تھی۔ قاضی شہاب الدین سید اشرفؒ کے بڑے گردیدہ ہو گئے اور برابر حاضری دینے لگے۔ کہتے ہیں کہ سید اشرف کے حجرہ سے ایک میل پہلے قاضی صاحب پالکی سے اتر کر پیدل چل پڑتے اور جیسے ہی حجرہ نظر آتا سر سے عمامہ اتار کر گلے میں ڈال لیتے، جوتیاں اتار کر ہاتھ میں لیتے اور ننگے پیر حجرہ تک جاتے۔

قاضی شہاب الدین کی وساطت سے جونپور کے والی سلطان ابراہیم شاہ نے قدم بوسی کی اجازت چاہی۔قاضی صاحب نے دست بستہ سید اشرفؒ سے اجازت چاہی تو سید اشرفؒ نے فرمایا کہ قاضی شہاب الدین فقیر کے نزدیک سلطان سے بہترتم ہو۔سلطان میرے پاس دنیا کے حصول کے لئے آنا چاہتا ہے جب کہ تم عقباء کے لئے یہاں آتے ہو۔قاضی صاحب نے کہا کہ آپ ایک ثمر دار شجر ہیں اور شجر یہ نہیں دیکھتا کہ کون کس نیت سے آتا ہے۔اس کا فیض سب کے لیے عام ہوتا ہے۔اس پر سید اشرفؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ تم باتیں بہت خوبصورت کرتے ہو۔کیا تم نے مجھے بھی شرح کافیہ سمجھ لیا ہے؟ بہر حال ہمیں تمھاری دلدہی منظور ہے۔سلطان آنا چاہتا ہے تو آئے لیکن ہم اس کے لئے نہیں تمھاری خوشی کے لئے قلعہ اسے دے دیں گے۔

سلطان نے اس زمانہ میں قلعہ جنادہ فتح کرنے کے لئے ایک بڑی فوج بھیجی تھی لیکن میدان جنگ سے کوئی امید افزا خبر نہیں آرہی تھی۔اسطرح سے قاضی صاحب نے یہ خوش خبری سن لی لیکن اس کا اظہار اس خیال سے نہ کیا کہ درویشوں کے اسرار میں خیانت کے مرتکب نہ ہو جائیں۔دوسرے دن سلطان چند مقربین کے ہمراہ سید اشرفؒ کے حجرہ میں داخل ہوا اور آپ کے پیر پکڑ لئے۔اس پر رقت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ وہ قلعہ کے متعلق کچھ نہ کہہ سکا۔سید اشرفؒ متبسم ہوئے اور کہا کہ ابراھیم خدا تمھاری تمام حاجتیں پوری کریگا۔اسی کے سامنے سجدہ ریز ہو اسی کی ثناء کیا کرو۔تین دنوں کے بعد سلطان چند آدمیوں کے ساتھ پھر حاظر ہوا اور اس نے سید اشرفؒ کی خدمت میں روٹی کا ایک ٹکڑا اور ایک گلاس شربت پیش کیا۔سید اشرف نے روٹی کا ٹکڑا اور شربت نوش فرمایا اور کہا الحمد اللہ کہ تو نے اپنی حلال کمائی سے فقیر کو مالا مال کیا۔خدا تجھے قلعہ جنادہ کی دولت مبارک کرے۔کہتے ہیں کہ اسی وقت قاصد قلعہ جنادہ کی فتح کی خبر لے کر حاضر ہوا۔اس سے سلطان کی عقیدت ہزار گنا ہوگئی۔اس نے عرض کی کہ یہ بندہ تو غلاموں میں شامل ہو چکا ہے اب غلام زادے بھی غلامی میں آنے کے خواہشمند ہیں۔سید اشرفؒ نے قاضی شہاب الدین کی طرف اشارہ کر کے کہا سلطان تیرے بیٹے خوش قسمت ہیں کہ انھوں نے شہاب الدین جیسے ملک العلماء سے

تربیت حاصل کی ہے۔

سلطان نے اسی دن قاضی شہاب الدین کو ملک العلماء کا خطاب پیش کیا۔اور اپنے تین بیٹے سید اشرفؒ کی بیعت کے لئے روانہ کیئے۔ان کے ساتھ اونٹوں اور گھوڑوں پر زرو جواہر کے خزانے بھی لدے ہوئے تھے۔سلطان نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح سید اشرفؒ یہ خزانہ قبول کر لیں لیکن سید اشرفؒ نے شہزادوں کو مرید کر کے زرو جواہر واپس کر دیئے۔پھر سلطان نے درخواست بھیجوائی کہ سید اشرفؒ جونپور میں مستقل قیام فرمائیں۔سید اشرفؒ نے جواب دیا فقیر کو تیری خاطر منظور ہے لیکن جونپور کی شرط نہ لگا۔البتہ تیری سلطنت کی حدود سے باہر نہیں جاؤنگا۔اور اگر چلا گیا تو تیری سلطنت کی حدود خود بڑھکر فقیر تک آ جائیں گی۔دو ماہ سید اشرف نے جونپور میں قیام کیا۔بے شمار لوگ ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔اور بہت سے علماء نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔قاضی شہاب الدین کو آپ نے خرقہ خلافت عطا فرمایا۔

جونپور سے سید اشرفؒ بہنی ہوتے ہوئے بھووونڈ آئے یہاں ملک العمراء محمود نے ان کا پر جوش خیر مقدم کیا۔بھوونڈ ہندو جوگیوں اور پنڈتوں کا ایک بڑا مرکز بنا ہوا تھا۔بھوونڈ کے بڑے مندر کے اطراف پانچ سو چھوٹے چھوٹے مندر تھے۔اوران مندروں کے اطراف میں قلعہ نما فصیلیں بنی ہوئی تھیں۔اس علاقہ میں کسی غیر ہندو کو داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔مسلمانوں نے مندر سے بہت دور اپنی بستی بسائی تھی۔ملک العمراء محمود سے یہ بات سید اشرفؒ کو معلوم ہوئی۔آپ نے مسکرا کر فرمایا اگر ہم بڑے مندر میں ہی قیام کریں تو کیا مضائقہ ہے۔یہ سنکر محمود کے چہرہ سے تشویش ظاہر ہونے لگی۔سید اشرفؒ کو صاف صاف منع کرنا مناسب نہ تھا۔آخر کچھ سوچکر اس نے جواب دیا پیرو مرشد کو اختیار ہے کہ جہاں چاہیں قیام فرمائیں لیکن چند دن پہلے کی بات ہے بھوونڈ کے مندر کا بڑا پجاری گھومتا ہوا مسلم آبادی میں آ گیا تھا اور بہت سے لوگوں نے اسے ایک مسجد میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔اس وقت نماز ہو رہی تھی۔لوگ سمجھے کہ شاید پنڈت کسی برے ارادہ سے آیا ہے۔چنانچہ اس کا پیچھا کیا گیا لیکن مسجد میں داخل ہوتے ہی پنڈت نگاہوں سے

اوجھل ہو گیا۔ البتہ مسجد کے صحن میں ایک بہت بڑا ازدہا کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اور اس کی زبان سے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ سنکر سید اشرفؒ نے فرمایا کہ آدمی دلچسپ معلوم ہوتا ہے اس سے تو ملاقات ہونی چاہیئے۔

سید اشرفؒ محمود کی دست بستہ ممانعت کے باوجود اسی وقت اکیلے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہ جب مندر کے دروازہ پر پہونچے تو ان کی درویشانہ وضع قطع دیکھ کر بہت سے پجاری آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ سید اشرفؒ نے ان سے پوچھا سنا ہے تمھارے مندر میں کوئی ازدھا رہتا ہے۔ جس کی سانسوں سے شعلہ نکلتا ہے؟ ایک نوجوان پجاری نے کوئی جواب دینے کے بجائے دست درازی کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اچانک تمام پجاریوں کو محسوس ہوا جیسے وہ پتھر کے بتوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ سید اشرفؒ خاموشی سے مندر میں داخل ہو گئے۔ ان پر جس پجاری کی نظر پڑتی پتھر بن جاتا۔ سید اشرفؒ جب مندر کے اندر پہونچے تو دیکھا کہ یہاں ایک بڑے بت کے سامنے ایک ننگ دھڑنگ سادھو کسی جاپ میں مصروف تھا۔ اس نے آہٹ سنی تو پلٹ کر دیکھا۔ سید اشرفؒ مسکرائے۔ سادھو کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں، اس نے چیخ کر کہا ملچھ! تو نے میری تپسیا کی بے حرمتی کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ چند جنتر منتر تجھے بھی آتے ہیں۔ تبھی تو نے میرے چیلوں کے پیر جکڑ دیئے۔ لیکن اب مندر سے تیری لاش باہر جائے گی۔ سید اشرف نے کہا تم ایک باکمال پنڈت معلوم ہوتے ہو۔ اسی لئے یہاں بیٹھے بیٹھے تمھیں اپنے چیلوں کا حال معلوم ہو گیا۔ لیکن تم ابھی کچے ہو۔ ذرا نظر اوپر اٹھا کے دیکھو۔ سید اشرفؒ نے خود بھی نظر اٹھا کے اوپر دیکھا۔ اوپر عجیب تماشا ہو رہا تھا۔ مندر کے بلند و بالا ستونوں کے درمیان پنڈت ایک چمگادڑ کی طرح ہاتھ پھڑ پھڑاتا ہوا اڑ رہا تھا۔ سید اشرفؒ نے کہا میں نے غلط نہیں کہا تھا تم باکمال پنڈت ہو تمھارا نام کمال پنڈت ہونا چاہئے۔ کیونکہ تم ازدھے کے علاوہ چمگادڑ بھی بن سکتے ہو۔ سید اشرفؒ نے ابھی یہی کہا تھا کہ پنڈت ایک چھوٹا سا کیڑہ بن کر زمین پر گر پڑا۔ کیڑا اس طرح تڑپ رہا تھا جیسے جاں کنی کی حالت میں ہو۔ سید اشرفؒ نے کہا کہ تمھارا یہ کرشمہ تو واقعی دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن شاید تمھیں کچھ

تکلیف ہو رہی ہے۔ اچھا اٹھو اور آدمیوں کی طرح بیٹھ جاؤ۔ پنڈت کی اصل ہیئت لوٹ آئی لیکن تکلیف کی وجہ سے وہ اب تک اسی طرح تڑپ رہا تھا۔ سید اشرفؒ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا جس سے اس کی تکلیف رفع ہوگئی۔ وہ سید اشرفؒ کے قدموں پر لوٹنے لگا اور کہنے لگا کہ تمھارا علم اجالا ہے مجھے اپنی غلامی میں لے لو۔ پنڈت نے اسی وقت توبہ کی اور اپنے پانچ ہزار چیلوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ حضرت سید اشرفؒ نے اس کا اسلامی نام بابا کمال پنڈت رکھا۔ بھوونڈ میں بابا کمال پنڈت کے ہزاروں معتقد موجود تھے انھوں نے بھی حضرت سید اشرفؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس طرح مندر ایک بہت بڑی خانقاہ میں تبدیل ہوگیا۔ اس کا نیا نام روح آباد رکھا گیا۔ وہی روح آباد آجکل کچھوچھ شریف کہلاتا ہے۔ یہاں ایک اور خانقاہ بنائی گئی اور اس کا نام کثرت آباد رکھا گیا۔ کیونکہ مقامی آبادی کثرت سے مسلمان ہوئی تھی۔ اس کے ایک کونے پر ایک حجرہ تعمیر کیا گیا اور اس جگہ کا نام وحدت آباد رکھا گیا۔ اس کے مشرقی حصہ میں آپ اپنے خاص مریدوں کے سامنے سلوک و عرفان کے موضوع پر خطاب کرتے تھے۔ یہ حجرہ دارالامان بھی کہلاتا تھا۔ اس کے شمال میں ایک پر رونق جگہ روح افزا کے نام سے مشہور ہوگئی تھی۔ یہاں بزرگان دین آتے اور روحانی فیض حاصل کرتے تھے۔

حضرت سید اشرفؒ کچھوچھ شریف سے نکل کر دوسرے قصبوں کا دورہ کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں ایک بار آپ ردولی پہونچے۔ وہاں شیخ صفی الدین صفی اور شیخ سماء الدین ان کی ملاقات سے فیضیاب ہوئے۔ دونوں حضرات نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ ایک بار سید اشرفؒ قصبہ انہونہ گئے۔ وہاں کے تمام سادات نے آپ سے بیعت کی۔ اس کے بعد آپ قصبہ سدھور تشریف لائے جہاں آپ کے خلیفہ شیخ خیرالدین انصاریؒ قیام پذیر تھے۔ دوران قیام آپ نے ان سے خوش ہو کر انکو دریا نثار کے خطاب سے نوازا۔ شیخ خیرالدینؒ کا شمار عالموں میں ہوتا تھا۔ انھوں نے فقہ کے چند مسائل پر دوسرے علماء سے کچھ سوال کئے تھے لیکن کسی سے بھی انھیں تسلی بخش جواب نہیں ملا تھا۔ دوران قیام پیر و مرشد آپ کو اپنے تمام سوالوں کے جواب بغیر

پوچھے ہوئے مل گئے۔ حضرت سید اشرفؒ نے تین بار اپنے خلیفہ شیخ خیرالدین کی تربیت کے سلسلہ میں سدھور کا دورہ کیا اور انکو تربیت دیکر مخدوم کے درجہ تک پہونچادیا۔ ایک بار آپ بنارس تشریف لے گئے۔ وہاں پر بڑے مندر میں ایک بت رکھا تھا جو کہ اپنی آنکھیں کھول سکتا تھا اور جب وہ آنکھیں کھولتا تو تمام مندر جگمگا اٹھتا تھا۔ اس بت کی یاترا کے لئے لاکھوں لوگ بنارس آتے تھے۔ جب سید اشرفؒ کو بت کے بارے میں بتایا گیا تو آپ اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ مندر گئے۔ مندر کے بڑے پجاری کو علم ہو گیا کہ سید اشرفؒ روحانی طاقتوں سے مالامال ہیں۔ لیکن اسے بھی اپنی تپسیا اور شکتیوں پر بڑا گھمنڈ تھا۔ وہ سید اشرفؒ کو بت کے پاس لے گیا اور کہا کہ آپ بھگوان کو مانتے ہیں فرق صرف یہ ہے کہ آپ اسے اللہ کہتے ہیں۔ وہ کچھ رکا پھر کہنے لگا ایک فرق اور بھی ہے۔ آپ کا اللہ نظر نہیں آتا لیکن ہمارا بھگوان پتھروں میں بھی نظر آتا ہے۔ سید اشرفؒ نے جواب دیا کہ پتھر سے زیادہ تو آدمی صاحب فہم ہے۔ اپنے بھگوان سے کہو کبھی آدمی کے روپ میں بھی نظر آئے۔ پجاری نے کہا آدمی پاپ ہے پتھر صاف ہے ٹھوس ہے اور طاقتور ہے۔ اس پر آپ مسکرائے اور کہا پنڈت جی پتھر طاقت ور نہیں مٹی طاقتور ہے۔ وہ بڑا بت اچانک سوکھی ریت کی طرح زمین پر گرنے لگا۔ پجاری زور سے ہنسا اور کہنے لگا آپ کو دھوکہ ہوا ہے بھگوان کبھی زمین پر نہیں گر سکتے۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس ریت کے ڈھیر نے پھر سے بت کا روپ اختیار کر لیا۔ اور اس کی تیز روشنی سے سارا مندر جگمگا اٹھا۔ آپ نے کہا پجاری یہ سب نظر کا فریب ہے اصلیت یہ ہے کہ تم بھی پتھر ہو اور یہ بت بھی پتھر ہے۔ جہاں تک روشنی کا سوال ہے تو یہ آتی جاتی رہی ہے۔ مندر میں اچانک اندھیرا چھا گیا۔ پجاری ایک مجسمہ کی طرح جہاں کھڑا تھا کھڑا رہ گیا۔ حضرت سید اشرفؒ اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے۔ پورے بنارس میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ بڑا پجاری ایک مسلمان فقیر کی بددعا سے پتھر میں تبدیل ہو گیا ہے۔ اور بڑے بت کی آنکھوں کی جگہ دو بڑے بڑے گڑھے پڑ گئے ہیں۔ باقی پجاریوں نے بڑے پجاری کو متحرک کرنے کے لئے آگ جلا کر کئی جاپ پڑھے لیکن کوئی جاپ پجاری کو ہوش میں نہ لا سکا۔ دوسرے دن مجبور ہو کے وہ آپ

کی قیام گاہ پر پہونچے اور آپ کے قدموں پر گر پڑے اور ان سے سفارش کی کہ آپ اس کو معاف کر دیں۔ وہ سب آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ غرضکہ آپ اپنے نئے مریدوں کے ساتھ مندر روانہ ہوئے۔ ہزاروں لوگوں کا مجمع تماشہ دیکھنے کے لئے جمع ہو گیا۔ آپ نے بڑے پجاری کا اکڑا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس سے بڑے پجاری کی زبان اچانک کھل گئی۔ اس نے چونکتے ہوئے آپ کا ہاتھ چوم لیا اور فوراً اسلام پر ایمان لے آیا۔ اس دن بنارس میں بے شمار لوگ ایمان لے آئے۔

کچھوچھ شریف میں کچھ دن قیام کے بعد آپ شیخ بدیع الدین مدار کے ساتھ بیت اللہ تشریف لے گئے۔ وہاں سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے وہاں سے نجف اشرف اور کربلا ہوتے ہوئے روم پہونچے۔ یہاں انہوں نے حضرت جلال الدین رومی کے فرزند اور سجادہ نشین سلطان ولد اور دوسرے اولیاء کرام سے ملاقات کی۔ پھر شام آئے اور دمشق میں شیخ فخر الدین کی زیارت کی وہاں۔ سے پھر مکہ معظمہ تشریف لائے اور حج کی سعادت حاصل کی۔ حج کے بعد آپ بغداد تشریف لے گئے وہاں انھوں نے غوث اعظم امام ابو حنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے مزاروں کی زیارت کی۔ وہاں سے کاشان آئے اور حضرت عبدالرزاق کاشانی سے ملاقات کی۔ اس کے بعد وہ اپنے وطن سمنان گئے۔ وہاں اپنی ہمشیرہ محترمہ جو اس وقت حیات تھیں ملاقات کی اور ان کی بہت دلجوئی کی۔ یہاں سے آپ مشہد آئے اور حضرت امام رضاؒ کے مزار مبارک پر اعتکاف کیا۔ ایک دن آپ جالی کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ ہزار منگولوں نے مزار کا محاصرہ کر لیا۔ منگول سواروں نے مزار زائرین سے خالی کرانا شروع کر دیا۔ کیونکہ تیمور مزار کی زیارت کے لئے آ رہا تھا۔ منگول سوار زائرین کو بے دردی سے مار رہے تھے اور جو لوگ نکلنے میں دیر کر رہے تھے ان کو بے دردی سے قتل کر رہے تھے۔ تیمور کی سواری مزار کے دروازہ تک پہونچ چکی تھی۔ اچانک محافظ دستہ کی نظر حضرت سید اشرفؒ پر پڑی۔ وہ تلواریں سونتے ہوئے آپ پر جھپٹے لیکن ان سے کچھ فاصلہ پر اوندھے منھ گر پڑے جیسے کسی ٹھوس چیز سے ٹکرا گئے ہوں۔ پیچھے کے سواروں نے

اپنے ساتھیوں کا حشر دیکھ کر آپ پر برچھے پھینکنے شروع کر دیئے۔ لیکن برچھے بھی آپ سے کچھ دور آ کر گرتے رہے۔ اسی وقت تیمور سامنے آ گیا اور اس نے دور سے پکار کے کہا: محترم بزرگ ہم آپ سے اپنے سپاہیوں کی گستاخی کی معذرت چاہتے ہیں۔ اور آپ کی شفقت سے امید کرتے ہیں کہ ہمیں زیارت کا موقعہ دیا جائیگا۔ آپ آہستہ آہستہ تیمور کے قریب پہونچے اور کہا کہ اگر تم کو آدمیوں سے اتنی ہی نفرت ہے تو یہاں آنے کے بجائے قبرستان کیوں نہیں جاتے؟
آپ مشہد سے ہرات آئے اور وہاں سے ماورالنہر پہونچے۔ یہاں شیخ بہاء الدین نقشبندی نے آپ کو خلافت کا خرقہ عطا کیا۔ اس کے بعد آپ بخارا، قندھار، غزنی ہوتے ہوئے ملتان آ گئے۔ ملتان سے اجودھن آئے اور یہاں پر بابا فرید گنج شکرؒ کے مزار پر مراقبہ کیا اور وہاں سے اجمیر جا کر خواجہ معین الدینؒ چشتیؒ کے مزار پر حاضری دی۔ اجمیر شریف سے دکن کی جانب بڑھ گئے وہاں گلبرگہ میں خواجہ گیسودرازؒ سے ملے پھر گلبرگہ سے سراندیپ، گجرات ہوتے ہوئے اپنی خانقاہ واپس پہونچ گئے۔ آپ نے تمام دنیا کی سیاحت کی اور ۱۱۹۰ اولیاء کرام سے فیض حاصل کیا۔
آپ نے ماورالنہر میں تیمور کے ایک امیر شیخ ابوالمکارم سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا۔ تو نے ساری زندگی تیمور کی خدمت کر کے کیا پایا؟ ماورالنہر اس نے جواب دیا۔ آپ نے کہا کہ تو نے گھاٹے کا سودہ کیا۔ اگر اتنے دن تو اللہ کی خدمت کرتا تو پتہ نہیں تجھ کو کیا کچھ مل چکا ہوتا۔ شیخ ابو المکارم پر آپ کی بات کا ایسا اثر ہوا کہ سب چھوڑ چھاڑ کر آپ کے مرید ہو گئے اور بارہ سال تک آپ کے ساتھ رہکر تربیت حاصل کی اور خرقہ خلافت حاصل کی۔ اور سمرقند میں رہکر لوگوں کو دین کی تعلیم و تربیت دینے لگے۔ آپ کے تمام خلفاء میں سید عبدالرزاقؒ آپ کے دینی فرزند کہلاتے تھے۔ ان کا لقب نورالعین تھا۔ انھوں نے بارہ سال کی عمر میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اڑسٹھ سال تک مرشد کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے وصال کے بعد وہی سجادہ نشین ہوئے۔ انھوں نے ۱۲۰ سال عمر پائی۔ وصال سے کچھ پہلے آپ نے ایک رات اور ایک دن قبر میں گذارا اور وہیں اپنی کیفیات قلم بند کیں۔ جو کہ بشارت المریدین کے نام سے مشہور ہیں۔ وصال کے دن آپ نے

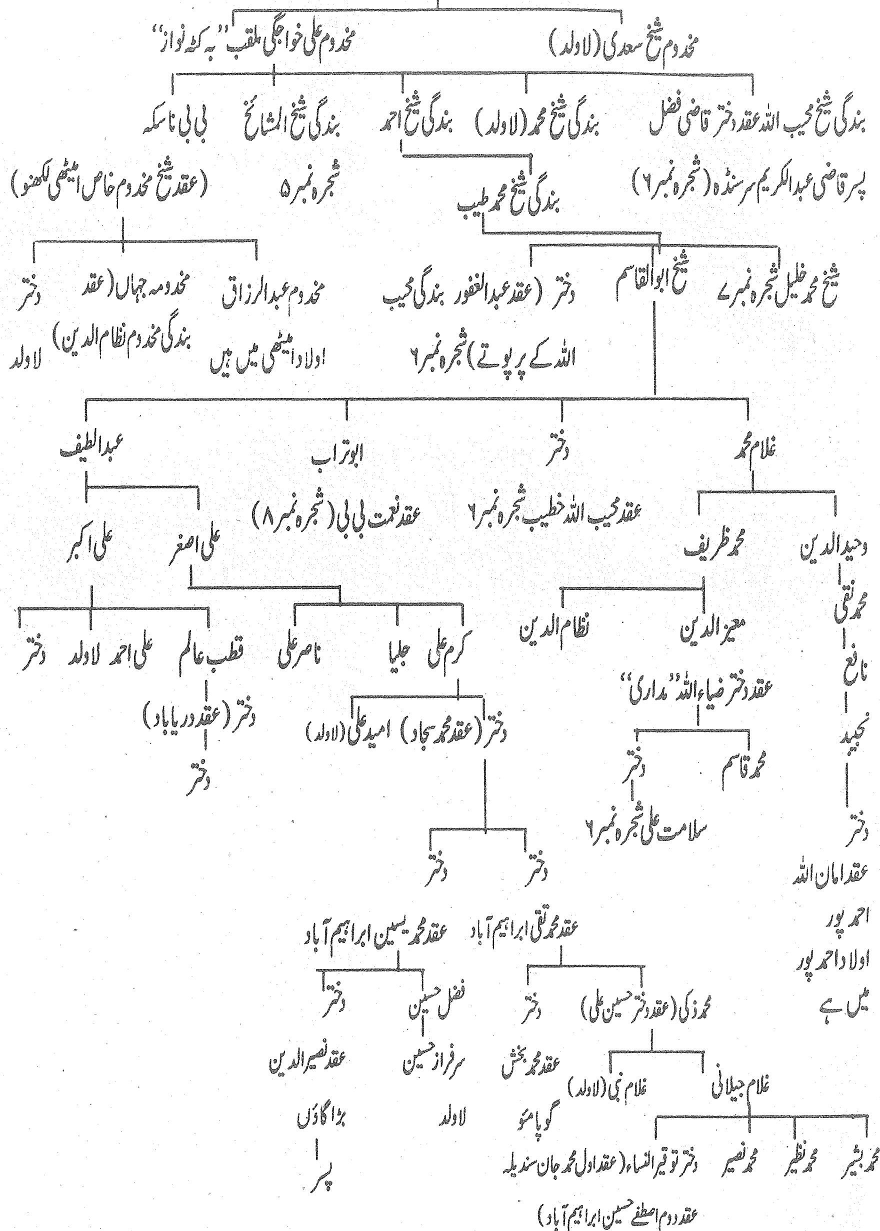
اپنے خلفاء اور دوسرے علماء کو بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور ان کے مراتب کے مطابق تبرکات تقسیم کیئے۔ پھر اس کے بعد نماز ظہر ادا کی اس کے بعد محفل سماع منعقد کی قوالوں نے سعدی کی غزل شروع کی۔ آپ پر وجد طاری ہو گیا اور مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگے۔ اسی عالم میں آپ کا وصال ہو گیا۔ ''اشرف المومنین'' سے تاریخ وفات نکلتی ہے۔ یعنی ۲۷ محرم ۸۰۸ھ۔ وصال کے وقت آپ کی عمر ۱۲۰ سال تھی۔ روضہء مبارک کی تعمیر آپ کی زندگی میں ہی ہوگئی تھی۔ ان کے مزار کے متعلق مشہور ہے کہ اگر کوئی آسیب زدہ شخص وہاں قیام کرے تو آسیب کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ تعلیم دل کی صفائی سے شروع ہوتی ہے۔ دل کی تاریکی جتنی کم ہوتی ہے روح میں اتنا ہی نور پیدا ہوتا ہے۔ اور ذکر و فکر کی پہلی شرط توبہ ہے۔ توبہ سے مراد ہے حسد سے انکار، نفاق سے انکار، جھوٹ، کنجوسی، حرص، لالچ، غصے، ریا، بہتان اور غیبت سے انکار۔

حضرت مخدوم شیخ علی اوباز درحمتہ اللہ علیہ

آپ کی ولادت افغانستان میں بمقام ہرات ہوئی۔ ابھی آپ کم سن ہی تھے کہ اپنے والد محترم شیخ خیر الدین دریا نثارؒ کے ہمراہ ہندوستان ہجرت فرمائی بچپن سے ہی والدِ محترم کے زیر سایہ تعلیم حاصل کرتے رہے اور بہت جلد تمام علوم ظاہری و باطنی پر عبور حاصل کر لیا۔ حضرت مخدوم خیر الدینؒ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور خرقعہ خلافت و ولایت حاصل کیا۔ اور صوفیانہ اصطلاح تصوف میں مخدوم کے درجہ پر فائز ہوئے۔ اُس وقت کے صوفیاء اور علماء میں آپ کا بڑا نام ہوا۔ اور دور دور سے لوگ آپ سے علوم ظاہری اور باطنی حاصل کرنے کے لئے آتے تھے اور فیضیاب ہوتے تھے۔

اپنے والد محترم شیخ خیر الدین انصاری دریا نثارؒ کے وصال کے بعد آپ نے سدھور میں امھٹ تالاب کے پاس کی رہائش ترک کر دی اور قصبہ سدھور کی مشرقی جانب سکونت اختیار کی۔ یہ جگہ اب محلہ انصاری کے نام سے موسوم ہے۔ آپ توکل، قناعت اور ریاضت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے والد محترم کی طرح تبلیغ دین اور درس و تدریس کو اپنا شعار بنایا۔ آپ نے اس

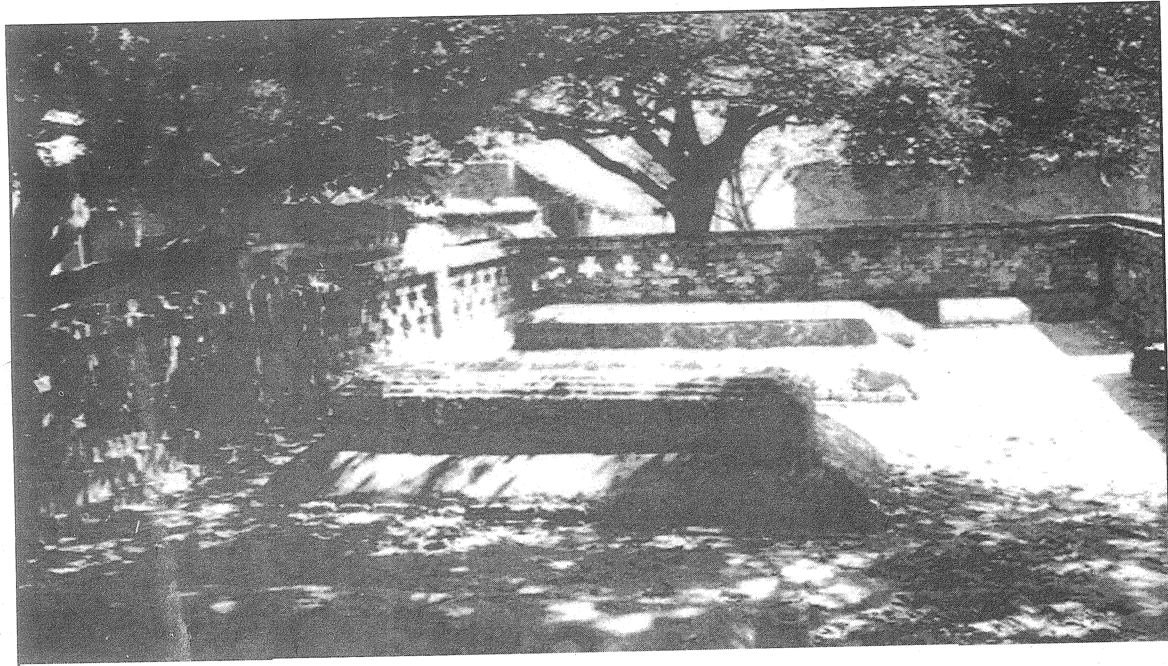

شجرہ مخدوم شیخ خیرالدینؒ ملقب بہ ''دریا نثار''
مخدوم شیخ علی ملقب ''بہ اوباذ''
مخدوم علی خواجگی ملقب ''بہ کٹہ نواز''
مخدوم شیخ سعدی (لاولد)
بندگی شیخ محیب اللہ عقد دختر قاضی فضل
پسر قاضی عبدالکریم سرسنڈہ (شجرہ نمبر۶)
بندگی شیخ محمد (لاولد)
بندگی شیخ احمد
بندگی شیخ المشائخ
شجرہ نمبر۵
بی بی ناسکہ
(عقد شیخ مخدوم خاص امیٹھی لکھنو)
بندگی شیخ محمد طیب
شیخ محمد خلیل شجرہ نمبر۷
شیخ ابوالقاسم
دختر (عقد عبدالغفور بندگی محیب
اللہ کے پرپوتے) شجرہ نمبر۶
مخدوم عبدالرزاق
اولاد امیٹھی میں ہیں
مخدومہ جہاں (عقد
بندگی مخدوم نظام الدین)
دختر
لاولد
غلام محمد
دختر
عقد محیب اللہ خطیب شجرہ نمبر۶
ابوتراب
عقد نعمت بی بی (شجرہ نمبر۸)
عبداللطیف
وحیدالدین
محمد نقی
نافع
نجیب
دختر
عقد امان اللہ
احمد پور
اولاد احمد پور
میں ہے
محمد ظریف
معیزالدین
عقد دختر ضیاء اللہ ''مداری''
محمد قاسم
دختر
سلامت علی شجرہ نمبر۶
نظام الدین
علی اصغر
علی اکبر
کرم علی
جلیا
ناصر علی
قطب عالم
دختر (عقد دریاباد)
دختر
علی احمد لاولد
دختر
دختر (عقد محمد سجاد)
امید علی (لاولد)
دختر
عقد محمد تقی ابراہیم آباد
دختر
عقد محمد یسین ابراہیم آباد
محمد ذکی (عقد دختر حسین علی)
دختر
عقد محمد بخش
گوپامئو
فضل حسین
سرفراز حسین
لاولد
دختر
عقد نصیرالدین
بڑاگاؤں
پسر
غلام جیلانی
غلام نبی (لاولد)
محمد بشیر
محمد نظیر
محمد نصیر
دختر توقیرالنساء (عقد اول محمد جان سندیلہ
عقد دوم اصطفے حسین ابراہیم آباد)

نئی جگہ پر ایک مسجد، مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کروائی۔ مدرسہ کسی نہ کسی صورت میں اب بھی موجود ہے۔ خاندان میں موجودہ دور میں آکر ولایت و بزرگی کا سلسلہ قریب قریب ختم ہو رہا ہے۔ اس لئے لنگر اور خانقاہ کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا ہے۔

حضرت علی اوبازدؒ ایک بار بارہ بنکی کے قصبہ میلا رائے گنج تشریف لے گئے۔ وہاں لوگوں نے ازراہِ مذاق ایک شخص کو جو کہ زندہ تھا مثل جنازہ کے تیار کیا اور حضرت کے سامنے لائے کہ نماز جنازہ پڑھ دیں۔ حضرت نے کشف باطنی سے معلوم کر لیا کہ یہ جنازہ نہیں ہے اس لئے نماز پڑھنے سے انکار کیا۔ لیکن شرپسندوں نے بے حد اسرار کیا۔ جس پر آپ کو بہت ناگوار ہوا۔ اور آپ نے فرمایا کہ میں نماز پڑھ دونگا لیکن نقصان کے ذمہ دار تم لوگ ہوگے۔ شرپسندوں نے سوچا تھا کہ جب آپ نماز پڑھانا شروع کرینگے تو وہ آدمی اٹھ کر چل دے گا اور ہم لوگ آپ کا مذاق اڑائیں گے۔ مخدوم علی اوبازد نے نااہلوں کے اسرار پر مجبور ہو کر نماز جنازہ ادا فرمائی۔ وہ شخص آپ کی کرامات باطنی سے انتقال کر گیا۔ یہ دیکھ کر وہ لوگ عذر دار ہوئے اور اس کی زندگی کے لئے آپ کی خوشامد کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ اب تیر کمان سے نکل چکا ہے۔ اب مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ یہ کہہ کر اہالیانِ قصبہ سے مکدر ہو کر آپ سدھورواپس آ گئے۔

ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ہیضہ کی وباء سدھور کی جانب آ رہی ہے۔ باکرامات باطنی جوش وجذبہ میں آکر وضو کا پانی اپنے ہاتھ میں لیکر اچھالا اور فرمایا کہ بعوض سدھور تم کو میلا رائے گنج دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ میلا رائے گنج اُس وقت بڑا آباد قصبہ تھا۔ بہت سے امراء و خواص وہاں آباد تھے۔ آپکے حکم کے بموجب فوراً وباء سدھور سے میلہ رائگنج پہونچ گئی۔ اور ہزاروں آدمی اس وباء سے جاں بحق ہوئے۔ اور موضع ویران ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد جناب سرکارِ دوعالم نبی مکرم ﷺ کے دربار سے آپ کو"اوبازدی" کے خطاب سے سرفراز فرمایا گیا۔

آپ کبھی کوئی اچھا لذیذ کھانا نہ کھاتے تھے۔ آپ کی غذا گیہوں کا آٹا پانی ملا ہوا ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کا فاتحہ برائے حاجات ودفائے بلیات خاص وعام میں بڑا مقبول ہے۔ حاجتمند آٹے اور پانی



مزارات مخدوم شاہ علی اوبازدؒ و مخدوم خواجگی گٹھ نوازؒ

میں تھوڑا سا نمک ملا کر بھون لیتے ہیں اور برائے نام شکر اور گھی اس پر لگا کر فاتحہ کرتے ہیں اور حاجتمند مخدوم صاحب کے فاتحہ کی برکت سے وباء اور بلاء سے محفوظ رہتے ہیں۔

آپ نے بتاریخ ۲۷ ربیع الثانی کو وفات پائی۔آپ کا مزار محلّہ انصاری میں ہر خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔آپ کے ارشاد کے بموجب وباء کے شر سے حفاظت کے لئے مندرجہ ذیل دعا کاغذ پر لکھ کر بطور حصار دروازہ پر چپکانے سے مکان و مکیں وباء سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔:

دُعَآئے دفعِیَّہ وَبَاء

لِیْ خَمْسَةٌ اُطْفِیْ بِهَا حَرَّ الْوَبَآءِ الْحَاطِمَةِ

اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُرْتَضٰی وَابْنَاهُمَا وَالْفَاطِمَةِ

آپ کے دو بیٹے تھے۔ایک شیخ سعدیؒ جو کہ کمسنی میں انتقال کر گئے۔۔ان کا مزار مخدوم شیخ علی اوبازدؒ کے مزار سے متصل ہے۔آپکے دوسرے بیٹے مخدوم علی خواجگی کٹہ نوازؒ تھے جو آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلیفہ اور جانشین ہوئے۔

حضرت مخدوم علی خواجگی کٹہ نواز رحمتہ اللہ علیہ

آپ قصبہ سدھور (بارہ بنکی، یو۔پی، بھارت) میں پیدا ہوئے۔اور اپنے والد محترم شیخ علی اوبازدؒ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔آپ بچپن سے ہی درویش صفت تھے۔آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ پوری پوری کتاب ایک بار پڑھ کر زبانی سنا دیتے تھے۔آپ نے علوم ظاھری و باطنی، شریعت و طریقت، معرفت و حقیقت اپنے والد محترم سے اس طرح حاصل کیا کہ عالمِ بے مثل ہوئے۔عبادت و ریاضت میں بے حد مشقت کی اور بیعت و خرقۂ خلافت و ولایت اپنے والدِ محترم سے حاصل کیا اور تبلیغ دین، درس و تدریس اور خواہشمندان کی ھدایت کی طرف متوجہ ہوئے۔آپ اصطلاح تصوف میں مخدوم کے درجہ پر فائز ہوئے۔

آپ کے توکل کا یہ حال تھا کہ گھر کے اندر کبھی رات کو گھڑے میں پانی اور کسی برتن میں دانہ نہ رکھتے

تھے۔ باوجودیکہ خرچ بزیادتی اولاد، انتظام خانقاہ وطلبا اور مدرسہ بہت زیادہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے دن رات خوانِ نعمت عطا فرماتا تھا۔ اور اسی پر گذر بسر ہوتی تھی۔ اللہ کا نور آپ کے چہرہ پر ایسا روشن تھا کہ کسی کو آپ کے چہرہ کو دیکھنے کی تاب نہ ہوتی تھی۔ اگر کبھی کوئی نظر بھر کر دیکھ لیتا تھا تو بے ہوش ہو جاتا تھا۔ اس لئے اپنے چہرہ مبارک پر نقاب ڈالے رہتے تھے۔

ایک دن بحالت استغراق و جذب اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ میری دسویں پشت میں ایک لڑکا مادرزاد ولی پیدا ہوگا۔ اس کی ذات سے خاص و عام ہدایت ظاہری و باطنی سے فیضیاب ہونگے۔ یہ فرمانا جیسا کہ آپ آگے چل کر پڑھیں گے حضرت شیخ الشیوخ غلام علی قدسرہٗ کے بارے میں تھا۔

آپ کی خدمت میں حضرت بہاء الحق جو کہ قصبہ فتحپور، بارہ بنکی کے رہنے والے تھے بچپن میں حصول علم کے لئے آئے اور آپ سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اور آگے چل کر مخدوم شیخ خاص کے لقب سے مشہور ہوئے اور امیٹھی کی ولایت آپ کو تفویض ہوئی۔ حضرت مخدوم خواجگی کٹہ نوازؒ کو حضرت رسول مقبول ﷺ کی روحانیت سے ارشاد ہوا کہ اپنی دختر مسماۃ بی بی ناسکہ کا نکاح مخدوم خاص سے کردو۔ وہ مرد کامل، عالم اور وَلیِ العصر ہیں۔ ان سے بہتر رشتہ آپ کو نہ ملے گا۔ صبح کو حضرت مخدوم خواجگیؒ نے حال خواب بیان فرمایا۔ زوجہ نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ شیخ خاص نے ہمارے یہاں پرورش پائی اور تعلیم حاصل کی۔ یہ بات باعث ننگ تصور ہوگی۔

کچھ دنوں بعد آپ نے پھر وہی خواب دیکھا۔ اور بیوی بچوں سے اس کا ذکر کیا۔ ان لوگوں کا پھر وہی جواب تھا۔ غرضکہ تیسری بار آپ نے دیکھا کہ رسول مقبول ﷺ پالکی میں تشریف لائے ہیں۔ اور مخدوم خاص کے کندھوں پر پالکی کا بانس ہے۔ مخدوم خواجگیؒ نے شرف قدمبوسی حاصل کیا۔ حضرت رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو بار لڑکی کے نکاح کے بارے میں، میں نے تم سے کہا تم لوگوں نے خیال نہ کیا۔ مخدوم خواجگیؒ نے بیوی بچوں کی کہی ہوئی بات دہرائی۔۔ اسوقت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا میں تمھارا رسول ہوں اور تمھاری لڑکی کا نکاح خود پڑھے دیتا ہوں

۔اسطرح رسول مقبول ﷺ نے خطبۂ نکاح بی بی ناسکہ دختر حضرت مخدوم خواجگیؒ خود اپنی زبان مبارک سے پڑھا۔صبح حضرت مخدوم خواجگیؒ نے بیوی بچوں سے فرمایا کہ تم لوگ لڑکی کے نکاح سے انکار کرتے تھے۔رات کو رسول مقبول ﷺ خود تشریف لائے اور خطبۂ نکاح بی بی ناسکہ پڑھا اور شیخ خاص کو ولایت قصبہ امیٹھی عنایت فرمائی۔سب یہ بات سن کر لاچار ہو گئے۔اب انکار کی گنجائش باقی نہ رہ گئی تھی۔اسطرح مخدوم خواجگی کٹہ نوازؒ نے بعد نکاح شیخ خاص کو مع بی بی ناسکہ خرقۂ خلافت وولایت عطا کر کے قصبہ امیٹھی روانہ کر دیا۔

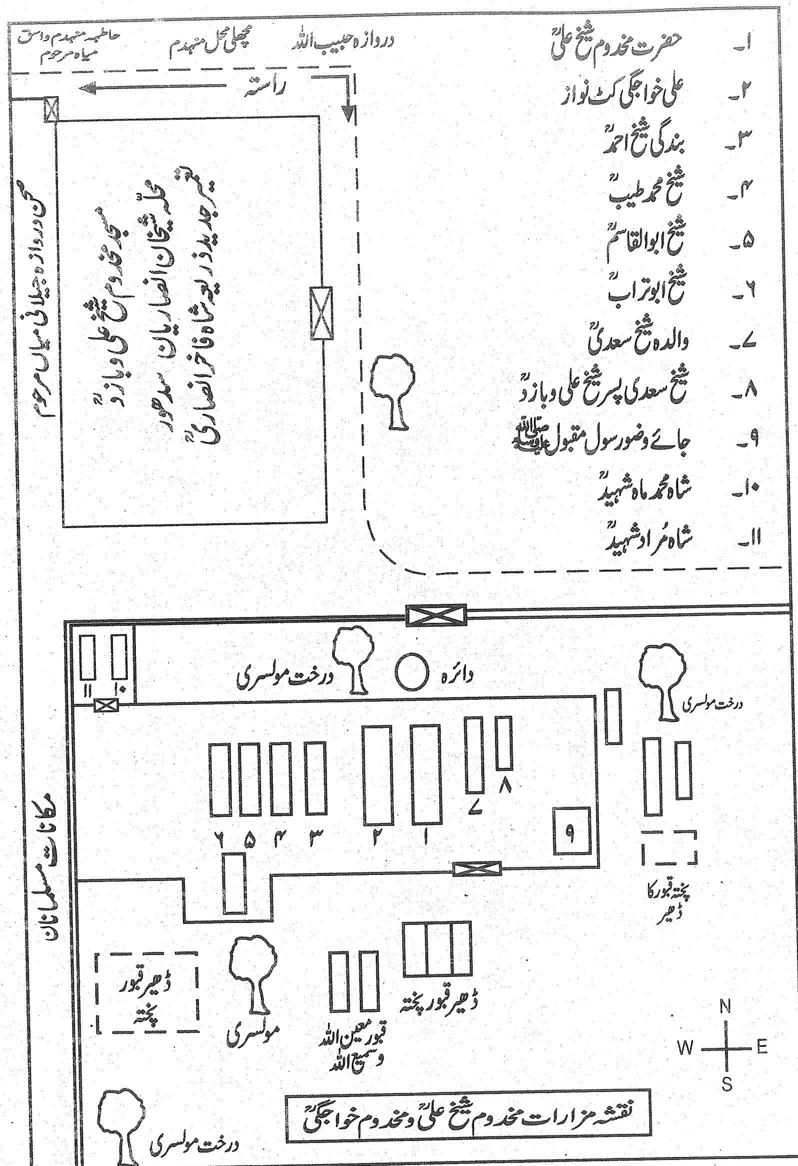
حضرت مخدوم علی خواجگیؒ اپنی خانقاہ میں طلباء اور دوسرے طالبان حق کو تفسیر وقرآن وحدیث کا درس دیا کرتے تھے۔اس دوران ایک شخص عالم جو بطور سیاح شہروں شہروں گھومتے تھے اور وہاں کے علماء سے سوالات اور بحث مباحثہ اسطرح کرتے تھے کہ لوگ لاجواب ہو جاتے تھے۔انھوں نے کہیں مخدوم علی خواجگیؒ کا نام سنا تو سدھور تشریف لائے۔اُسوقت کشف باطنی سے ان کے آنے کا سبب آپ کو دریافت ہو گیا۔ایک شخص قوم گوجر (دودھ بیچنے والا) جو آپ کے در پر روز دودھ دینے حاضر ہوتا تھا اُس سے آپ نے فرمایا کہ آج ایک عالم بعض مسائل پر مباحثہ کرنے کے لئے آرہے ہیں اُن کو تم سوالوں کا جواب دے دینا۔گوجر نے عرض کی میں ذات کا گوجر جاہل انسان ایک عالم کے سوالوں کا جواب کس طرح دونگا۔حضرت مخدوم خواجگیؒ نے فرمایا جاؤ روحانیّت حضرت امام اعظمؒ تمھارے ساتھ کر رہا ہوں وہی تمھاری زبان سے جواب دیں گے۔گوجر نے حسب ارشاد حضرت خواجگیؒ ان عالم کے پاس جا کر کہا جو مسئلہ پوچھنا ہو بیان کیجئے۔حضرت امام اعظمؒ تمھارے سوالات کا جواب دینے کے لئے موجود ہیں۔دیر کرنے میں روح امام اعظمؒ کو تکلیف ہوگی۔ان عالم صاحب نے گوجر سے سوال کیا کہ اگر ایک شخص نماز پنجگانہ قضاء کرتا ہے اور اس کو یہ یاد نہیں کہ کس وقت قضاء کیا ہے۔وہ کس ترتیب سے وہ نماز ادا کرے؟ گوجر نے جواب دیا کہ اگر وہ ایسی حماقت کرتا ہے تو فجر کے وقت سے نماز قضاء ادا کرے۔عالم مذکور جواب پا کر روانہ ہو گئے اور حضرت مخدوم خواجگیؒ سے ملاقات کی ہمت نہ کر سکے۔اس دن سے حضرت خواجگیؒ کو

رسول مقبول ﷺ کے حضور سے لقب "کٹہ نواز" تفویض ہوا۔ جو ہر خاص وعام میں مقبول ہے۔

ایک دفعہ مخدوم خواجگیؒ نے مراقبہ میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ تشریف لائے اور ایک خاص جگہ بیٹھ کر وضو کیا۔ بعد مراقبہ ملاحظہ کیا کہ وہاں پر واقعی پانی بہا ہوا ہے اور نمی اب بھی موجود ہے۔ آپ نے اس جگہ پر مثل چوکی ایک نشان بنوا دیا جو کہ اب بھی موجود ہے۔ مخلوق اس کی زیارت کرتی ہے۔

مخدوم خواجگیؒ کے چار لڑکے اور ایک بیٹی بی بی ناسکہ تھیں۔ اس کا تفصیلی جائزہ شجرہ کے اوراق میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے بعد وفات مخدوم خواجگیؒ انکے بڑے پسر بندگی محیب اللہ جو کہ زوجہ اولیٰ سے تھے خرقہ خلافت و بندگی پر فائز ہوئے۔ لیکن بعد کچھ مدت گذرنے کے سجادگی و خرقہ خلافت اپنے چھوٹے بھائی بندگی شیخ محمد کے حق میں چھوڑ کر سرسنڈہ چلے گئے۔ بندگی شیخ محمد حضرت خواجگیؒ کی دوسری بیوی سے بڑی اولاد تھے۔ کچھ عرصہ بعد یہ بھی سدھور چھوڑ کر چلے گئے۔ اور سجادگی و خرقہ خلافت دوسرے بھائی یعنی شیخ احمد کو سونپ گئے۔ یہ اب بھی شیخ احمد کی اولاد میں موروث ہے۔ سجادگی بتدریج شیخ ابوالقاسمؒ کو ملی جو کہ پر پوتے حضرت خواجگیؒ کے تھے۔ اور اب بھی ان کی اولاد میں قائم ہے۔ اس کا ذکر آگے چل کر شجرہ میں تفصیل سے درج ہے۔

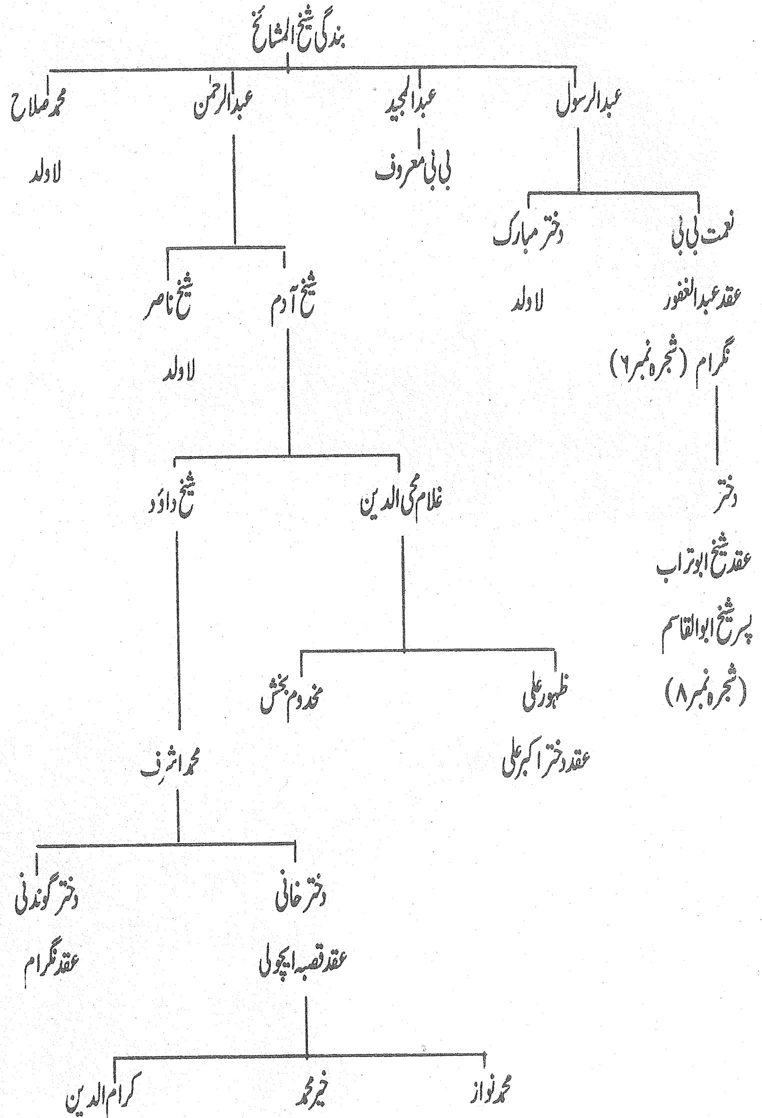
نوٹ: بندگی محیب اللہ قدس سرہٗ کی پہلی شادی قاضی افضل ولد قاضی عبدالکریم (سرسنڈہ) سے ہوئی۔ (سرسنڈہ بارہ بنکی بھارت میں ایک قصبہ ہے) جن سے بندگی محمد عماد پیدا ہوئے۔ جو کہ سرسنڈہ میں اپنے خالو بندگی آ بکش دریابادی کی جگہ رہنے لگے۔ بندگی محمد عماد کی اولاد میں کچھ لوگ اب بھی سرسنڈہ میں رہائش پذیر ہیں۔ ان کی اولاد میں سے غلام یٰسین صاحب نے سرسنڈہ سے رسولی اپنے ننھیالی ترکہ پر سکونت اختیار کی۔ ان سے دو لڑکے ہوئے۔ غلام طٰہٰ و غلام مسعود جو رسولی میں ہی رہے۔ ان کی اولاد اب بھی رسولی میں قیام پذیر ہے۔ تیسری بیوی سے دختری اولاد میں مسمی خیرات علی (نواسہ) ہوئے جن کی اولاد میں شیخ صمصام علی ہوئے۔ اس سلسلہ میں شجرہ ملاحظہ فرمائیے۔



حاطہ منہدم واسق میاں مرحوم
مچھلی محل منہدم
دروازہ حبیب اللہ
۱۔ حضرت مخدوم شیخ علیؒ
۲۔ علی خواجگی کٹ نوازؒ
۳۔ بندگی شیخ احمدؒ
۴۔ شیخ محمد طیبؒ
۵۔ شیخ ابوالقاسمؒ
۶۔ شیخ ابوترابؒ
۷۔ والدہ شیخ سعدیؒ
۸۔ شیخ سعدی پسر شیخ علی وباذوؒ
۹۔ جائے وضو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
۱۰۔ شاہ محمد ماہ شہیدؒ
۱۱۔ شاہ مُراد شہیدؒ
راستہ
صحن دروازہ جیلانی میاں مرحوم
مسجد مخدوم شیخ علی وباذوؒ
محلہ شیخان انصاریان سہرور
تعمیر جدید از پیرشاہ وفا خاں انصاریؒ
دائرہ
درخت مولسری
درخت مولسری
پختہ قبور کا ڈھیر
مکانات مسلمانان
ڈھیر قبور پختہ
مولسری
قبور معین اللہ و سمیع اللہ
ڈھیر قبور پختہ
N
W
E
S
نقشہ مزارات مخدوم شیخ علیؒ و مخدوم خواجگیؒ
درخت مولسری

شجرہ نمبر۵

شجرہ شیخ المشائخ بن مخدوم علی خواجگی ''کٹہ نواز''



حضرت خواجگی کٹہ نوازؒ کے خلفاء کا ذکر آگے آئے گا۔ جو آپ کی تربیت اور تعلیم کے نتیجہ میں سلوک کے بڑے مدارج پر فائز ہوئے۔ ان میں شیخ بہاء الحق ملقب شیخ خاصؒ اور مخدوم قاضی قطبؒ کا تفصیلی ذکر آگے آئیگا۔ آپ کا وصال ۷ ربیع الثانی کو ہوا۔ اور آپ کو والد محترم شیخ علی او باز دؒ کے مزار مبارک سے متصل مغرب کی جانب سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار آج بھی زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

ایک بار سلطان ابراہیم شرقی والئ جونپور (اس کا دور حکومت ۸۰۴ سے ۸۴۴ھ تک تھا۔) جونپور سے خاصکر آپ سے ملنے کے لئے سدھور آیا (لگ بھگ ۸۳۴ھ) اور شرف قدمبوسی چاہی۔ حضرت خواجگی کٹہ نوازؒ نے ارشاد فرمایا کہ فقیر اور بادشاہ کی ملاقات میں نقصان کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ اگر بادشاہ کی طبیعت فقر کی طرف راغب ہوگئی تو بادشاہت اور نظام مملکت میں خلل پڑیگا۔ اور اگر فقیر کی طبیعت جاہ وحشمت کی طرف راغب ہوگئی تو قناعت اور فقیری میں فرق آجائیگا۔ سلطان ابراہیم شرقی نے یہ سنکر پروانہ کچھ مواضع کا متعلقہ پرگنہ سدھور مصارف خانقاہ کے لئے لکھ کر مخدوم خواجگیؒ کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت نے پروانہ مذکور لڑکوں سے مانگا اور تشت میں بھرے پانی میں ڈال دیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہ کاغذ پانی میں ڈوب جائے تو یہ جائداد اللہ کو میرے لئے منظور نہیں ہے۔ اور غرق نہ ہو تو مجھ کو اس کے لینے سے انکار نہ ہوگا۔ چونکہ آپ کا معاملہ خدا کے توکل پر تھا اور آپ کو اس کا لینا منظور نہ تھا۔ اس لئے وہ کاغذ پانی میں ڈوب گیا۔ لڑکے اس بات سے متفکر ہوئے۔ حضرت نے لڑکوں کا حال دیکھ کر تلقین توکل حق تعالٰی کی۔ سبحان اللہ کیا قناعت و توکل تھا۔ آپ نے دنیا مکار وغدار کو گذر نہ کرنے دیا۔ سلطان ابراہیم شرقی نے یہ سنکر بڑے اعتقاد ونیازمندی سے عرض کیا کہ اگر مجھ سے کوئی چیز کہ میں بادشاہ وقت ہوں قبول نہیں فرماتے تو اس میں میری حکومت کے لئے کوئی فائدہ ہوگا۔ بادشاہ جاتے وقت ایک جھیل جو کہ سدھور کے جنوب مشرق کی طرف واقع تھی اور "جھیل چاندہ" کے نام سے مشہور تھی آپ کے کپڑوں کی دھلائی کے لئے نذر کر کے چلا گیا۔ اُسوقت شیخ صمدو شیخ پیرو مرد کامل خادم خاص حضرت خواجگیؒ کے تھے۔ اور

یہ دونوں بزرگ حضرت خواجگی کٹہ نوازؒ کے کپڑے اس جھیل میں دھویا کرتے تھے۔ان دونوں خدمت گاروں کے مزارات جھیل چاندہ کے پاس زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔اکثر لوگ اب بھی اگر آدھی رات کو ان مزارات کے پاس سے گذرتے ہیں تو ان بزرگوں کی باطنی کرامات سے حق'' کی آواز سنتے ہیں۔اور کوئی شخص اس جگہ پر چڑیوں کا شکار نہیں کرتا۔اور اگر غلطی سے کر لے تو نقصان اٹھاتا ہے۔اُسوقت اس جھیل میں سوائے پانی کے اور کچھ نہ تھا۔کچھ دنوں بعد آپ کی اولاد میں سے کچھ لوگوں نے اپنے مرتبہ کے مطابق حاکمان وقت سے پروانہ معافی جاری کرایا اور زراعت کرنے لگے۔

حضرت عبدالقدوس گنگوہی حسب ارشاد حضرت عبدالحق قدسرہ سدھور آئے اور حضرت علی خواجگی کٹہ نواز کے زیر تربیت رہے۔حضرت علی خواجگی کٹہ نواز نے آپ کو تمام ظاہری و باطنی علوم سے سرفراز فرمایا۔عبدالقدوس گنگوہی باطنی طور پر حضرت عبدالحق قدسرہ کے خلیفہ تھے۔

شیخ بہاء الحق ملقب شیخ خاص قدسرہٗ

آپ فتح پور کے رہنے والے تھے۔اور بہت کم عمری میں حضرت خواجگی کٹہ نوازؒ کے پاس حصول علم کے لئے تشریف لائے۔اور آپ کی خاص توجہ سے تربیت حاصل کی۔اور جذب وسلوک کے کے اسرار جلی و خفی حاصل کیا۔آپ بڑے پائے کے عالم اور صوفی ہوئے۔حضرت کٹہ نوازؒ نے حسب حکم رسول مقبول ﷺ اپنی بیٹی بی بی ناسکہ کا نکاح آپ سے کر دیا۔آپ کو رسول مقبول ﷺ کے دربار سے شیخ خاص کا لقب اور امیٹھی کی ولایت تفویض فرمائی گئی۔حضرت کٹہ نوازؒ نے آپ کو اور بی بی ناسکہ کو (جو خود بھی بڑی نیک پرہیز گار اور علم و فضل میں یکتا تھیں) خرقۂ خلافت و ولایت عطاء کر کے قصبہ امیٹھی بھیجا۔

کچھ عرصہ بعد شیخ خاصؒ کے یہاں ایک بیٹی بی بی مخدومہ جہاں اور ایک بیٹے مخدوم عبدالرزاق پیدا ہوئے۔آپ نے بیٹی کا نکاح حضرت بندگی نظام الدین امیٹھویؒ سے کر دیا۔حضرت بندگی نظام الدین فقیر کامل تھے۔کہتے ہیں کہ وہ ایک بار ذکر نفی اثبات میں مشغول تھے اور مصلے پر صرف ایک

ٹکڑا گوشت قائم تھا۔ دوسرے روز بی بی مخدومہ جہاںؒ نے اپنے شوہر بندگی نظام الدینؒ سے فرمایا کہ میں نے یہ ذکر اپنے نانا مخدوم علی خواجگیؒ کو کرتے دیکھا ہے۔ اس ذکر کے وقت مع مصلے کے بالکل ہی غائب ہو جاتے تھے اور ایک ذرہ بھی باقی نہ رہ جاتا تھا۔ یہاں پر یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مخدومہ جہاںؒ بذات خود بڑی متقی پرہیزگار، عالمہ اور بزرگ خاتون تھیں۔ بذات خود مخدومہ، مخدوم زادی ایک عالمِ بے مثل اور مخدوم وقت حضرت خواجگی کٹہ نوازؒ کی نواسی تھیں۔ غرضکہ بندگی نظام الدینؒ نے مخدومہ جہاںؒ سے کہا کہ تم مجھ کو اس طریقہ کی تعلیم دو۔ اسطرح آپ نے خود اپنے شوہر بندگی نظام الدینؒ کو تعلیم دی اور اس حال میں اپنے نانا مخدوم خواجگی کٹہ نوازؒ کے پاس پہونچا دیا۔ حضرت بندگی نظام الدین کو خرقہ خلافت خاندان حضرت راجہ حامد شاہ مانک پوریؒ سے ملا ہوا تھا۔ بعد وفات شیخ خاصؒ امیٹھی کی ولایت بھی بحکم رسول مقبول ﷺ ان کو تفویض ہوئی۔ مزارات شیخ خاصؒ اور بندگی نظام الدینؒ قصبہ امیٹھی میں مقبول ہیں۔ اور آج بھی زیارت گاہ خاص و عام ہیں۔ آپ کی اولادیں آج بھی امیٹھی میں موجود ہیں۔

ایک دفعہ ایک معتقد خاص نے چاہا کہ شیخ خاص کے مزار پر مقبرہ اور گنبد بنوادے۔ اس کو روح شیخ خاص نے منظور نہیں کیا اور روحانی طور پر اشارہ دیا کہ میرے بجائے میرے لڑکے شیخ عبدالرزاقؒ کے مزار پر گنبد بنوا دیا جائے۔ اور اپنے پوتوں کو بھی روحانی طور پر اشارہ دیا کہ صحن مزار میں مقبرہ بنانے کی اجازت دے دی جائے۔

اس جگہ پر حضرت شیخ خاص، حضرت بی بی ناسکہؒ اور مخدومہ جہاںؒ کے بھی مزارات ہیں۔ عرس حضرت شیخ خاصؒ بتاریخ ۲۶ ذیقعد اور عرس حضرت نظام الدینؒ ۲۷ ذیقعد کو ہوتا ہے۔

حضرت مخدوم قاضی قطب الدین رحمتہ اللہ علیہ

حضرت قاضی قطب الدینؒ ملقب بہ قاضی قطب ہرگاؤں کے رہنے والے تھے۔ یہ قصبہ خیرآباد (ضلع سیتاپور، یوپی، بھارت) کے قریب واقع ہے۔ آپ علم ظاہری و باطنی کے حصول کے لئے قصبہ سدھور تشریف لائے۔ اور مخدوم خواجگی کٹہ نوازؒ کی خدمت میں شب و روز حاضر رہ کر لکھا پڑھا

اور عبادت و ریاضت اور عرفان کی منازل طے کیں۔ حضرت خواجگی کٹھ نوازؒ آپ کو بہت پسند فرماتے تھے۔ اور حضرت مخدوم خاصؒ کی طرح بکمال نوازش ان کی پرورش کی اور روحانیت کے اعلیٰ مدارج طے کرائے۔ بعد وفات مخدوم خواجگیؒ نے ذریعہ حکم روحانی رسول مقبول ﷺ قاضی قطبؒ کو ولایت سدھور سرفراز فرمائی۔

قاضی قطب قدسرہٗ کو اتنا جلال تھا کہ شام کے بعد حجرہ میں کوئی داخل نہ ہوسکتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس علاقہ میں ایک عبادت گاہ "بھیرو ناتھ" کافروں کی تھی۔ حضرت مخدوم قاضی قطب نے ایک دن جذب کے عالم میں فرمایا اے کافر یا میں یہاں رہونگا یا تو۔ اس بات سے وہ بہت گھبرایا لیکن ہوا میں اڑکر آپ کو اپنا کمال دکھانا چاہا۔ آپ نے اپنی جوتیوں سے فرمایا کہ اس کو زمین پر واپس لاؤ۔ بموجب حکم جوتیوں نے مار مار کے اس کو زمین بوس کردیا۔ بھیرو ناتھ بڑے ادب سے آپ کے پیروں پر گر گیا اور کہنے لگا آپ جہاں حکم کہیں وہاں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا موضع جو کہ پرگنہ بہریلا میں سدھور سے جانب مشرق دو کوس (چار میل) پر واقع ہے وہاں پر چلا جا۔ غرضکہ بحکم مخدوم قاضی قطبؒ وہ وہاں مقیم ہوگیا۔ وہ جگہ ہندوؤں کی پرستش گاہ اب بھی موجود ہے۔ بھیرو ناتھ کا نشان قاضی قطبؒ کے مزار کے پاس اب بھی موجود ہے۔

بندگی عبدالرشیدؒ اور بندگی اللہ دادؒ آپ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ ان حضرات کے مزار آپ کے مزار سے متصل موجود ہیں۔ قاضی قطبؒ کا مزار سدھور کے مشرقی تالاب کے شمال میں موجود ہے۔ اور زیارت گاہ عوام ہے۔ آپ نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا اس لئے سلسلہ بزرگی اس شاخ کا آگے نہیں بڑھا۔

حضرت شاہ محمد فاخر رحمتہ اللہ علیہ

آپ اپنے وقت کے نامور صوفیاء کرام میں شمار ہوتے تھے۔ آپ قصبہ سدھور (ضلع بارہ بنکی۔ بھارت) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم شاہ مراد شہیدؒ اپنے وقت کے بزرگ حضرت امید علی شاہ نقشبندیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت امید علی شاہؒ کا مزار ردولی شریف میں ہے۔ آپکا بچپن

قصبہ امیٹھی میں اپنے خالو حضرت شاہ اللہ بندہ انصاری قدس سرہٗ کے یہاں گذرا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے خالو سے حاصل کی۔ تمام ظاہری تعلیم وتربیت اور جذب وسلوک کے اسرار خفی وجلی انھیں سے حاصل کیا۔ تربیت مکمل ہونے پر آپ نے حضرت شاہ اللہ بندہ قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی۔ شاہ اللہ بندہؒ نے فرمایا کہ جہاں تک میرے امکان میں تھا میں نے تم کو پہونچادیا۔ بیعت تمھاری قسمت میں مجھ سے نہیں ہے۔ کوئی دوسری جگہ تلاش کرو۔ جس زمانہ میں آپ شاہ اللہ بندہ قدس سرہٗ کے ارشاد کے بموجب پیر کی تلاش میں متفکر تھے تمام برادری کے لوگوں نے آپ سے کہا کہ ہمارے آباؤ اجداد اور آپ کے خاندان والے حضرت راجہ حامد شاہ قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔ (حضرت راجہ حامد شاہؒ حضرت شاہ حسام الحق مانک پوریؒ کے خلیفہ تھے۔ حضرت راجہ حامد شاہ قدس سرہٗ کی اولاد میں راجہ سید ابراہیم عرف دیوانجیؒ بدرجہ قطب الاقطاب وغوث وقت تھے۔) اب چونکہ انکا انتقال ہو چکا ہے اس لئے آپ روحانیت واستخارہ رسول اللہ ﷺ سے رہنمائی حاصل کریں کہ ہم لوگ اب کس سے بیعت ہوں۔ شاہ محمد فاخرؒ بخدمت سرکار دو عالم ﷺ ذریعہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ رسائی حاصل کرتے تھے۔ چنانچہ جب شاہ فاخر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے عرض کیا کہ یہ فقیر ودیگر افراد قصبہ وخاندان حضرت راجہ حامد شاہ قدس سرہٗ کے سلسلہ سے مرید ہوا کرتے تھے۔ اب ہم سب کے لئے کیا حکم ہے؟۔ اس وقت روحانیت حضرت راجہ ابراہیم قدس سرہٗ بھی وہاں موجود تھی۔ شاہ فاخرؒ کو حکم ہوا کہ ان سے رجوع کریں اور جیسا وہ حکم دیں اس پر عمل کریں۔ شاہ محمد فاخرؒ نے راجہ سید ابراہیم قدس سرہٗ سے رجوع فرمایا۔ سید صاحب نے بڑی نوازش کے ساتھ آپ کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ میرے لڑکے ابھی بہت چھوٹے ہیں ۔ بارہ سال انتظار کرو۔ اس کے بعد اگر میرے لڑکوں میں سے کوئی سدھور پہونچے تو اس سے بیعت کرنا۔ اگر اس مدت میں میرے لڑکوں میں سے کوئی نہ پہونچے تو تم کو اختیار ہے جس سے تمھارا دل چاہے بیعت ہو جانا۔ آخرکار بموجب وعدہ فرمودہ حضرت سید ابراہیم قدس سرہٗ انکے بیٹے راجہ سید عبدالحیی قدس سرہٗ سدھور تشریف لائے۔ حضرت شاہ محمد فاخرؒ اور دوسرے اہالیان قصبہ اس

تشریف آوری کے پہلے سے منتظر تھے اس لئے فوری طور پر سب لوگ انسے بیعت ہو گئے۔

(مرقد مبارک شاہ سید عبدالحیی قدسرہٗ قصبہ سدھور میں جنوب کی طرف واقع ہے۔اور مرقد مبارک حضرت راجہ سید بندگیؒ (صاحبزادہ حضرت شاہ عبدالحییؒ والد کی قبر کے نزدیک واقع ہے۔)

حضرت شاہ محمد فاخر نے اپنے لڑکوں اور متعلقین کو حضرت سید میر میراں قدسرہٗ سے بیعت کرایا۔حضرت میر میراں قدسرہٗ حضرت راجہ عبدالحیی قدسرہٗ کے حقیقی بھائی تھے۔اس طرح سے شاہ محمد فاخرؒ کے مرشد ظاہری حضرت شاہ عبدالحییؒ اور مرشد باطنی شاہ اللہ بندہ قدسرہٗ تھے۔آپ نے شاہ اللہ بندہ قدسرہٗ کے یہاں قیام کے دوران اتنی زبردست عبادت وریاضت کو اپنا شعار بنایا کہ اللہ بندہ قدسرہٗ نے اپنی خاص روحانی نظر عنایت آپ پر کی اور آپ کو اس پایہ تک پہونچادیا کہ جب چاہتے خلوت وجلوت میں مجلس حضرت رسول مقبول ﷺ میں بذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مشرف ہوتے، اپنی عرض داشت پیش کرتے اور بموجب ارشاد حکم بجالاتے۔نقل ہے کہ ایک بار شاہ میر میراں قدسرہٗ سدھور کی خانقاہ میں رونق افروز تھے۔شاہ محمد فاخرؒ نے ان سے پوچھا کہ یا حضرت اسد اللہ اور اسد الرحمٰن مؤکلان جو کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے آپ کے خاندان کی اعانت کے لئے مقرر ہیں کیا زندہ ہیں؟ حضرت راجہ میر میراںؒ نے حضرت شاہ فاخر سے پوچھا کہ کیا دیکھنا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔اُسی وقت دونوں مئوکلان مداریہ فقیروں کی ہیئت میں حاضر ہو گئے۔اور شاہ فاخر نے ان کو ملاحظہ فرمایا۔یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حاجتمند ماش کا ''بڑا'' پکوا کر حضرت میر میراں قدسرہٗ کا فاتحہ کرتے ہیں اور حاجات دینی ودنیوی حاصل کرتے ہیں۔

میر سید عبدالحیٔ قدسرہٗ کا عرس مبارک بموجب رسم خاندان ۹ محرم کو ہوا کرتا تھا۔لیکن شاہ عبدالباسطؒ کے وقت میں ایک بزرگ جو بندگی نظام الدینؒ کی اولاد میں سے تھے امیٹھی سے سدھور تشریف لائے اور راجہ عبدالحیٔؒ کے بیٹے سے فرمایا کہ شبِ عاشورہ میں رسم عُرس ملتوی کردو اور آئندہ سے ۸ محرم کو کیا کرو۔اُس وقت سے ایسا ہی ہوتا آرہا ہے۔

نقل ہے کہ شیخ محمد فاضل قدس سرہٗ چنور بردار حضرت رسول مقبول ﷺ اپنے وقت کے کامل بزرگ تھے۔ جس وقت سے فقیری حاصل ہوئی ہمیشہ شاہ محمد فاخر قدس سرہٗ کے مکان پر مقیم رہے۔ اور وہیں ان کا انتقال ہوا۔ ان کا حال کچھ اس طرح تھا کہ زمانہ جہالت سواروں میں سے تھے۔ فاضل خان کے نام سے مشہور تھے۔ آپ پرگنہ فخر پور ضلع بہرائچ کے رہنے والے تھے۔ نوکری سے واپس گھر جارہے تھے۔ گھاگھرہ ندی کے کنارہ پہونچے تو وہاں ایک مجذوب بنام کالی شاہ دریا کے کنارہ بیٹھے تھے۔ محمد فاضل نے کہا کہ یہاں آکر گھوڑے کو پکڑو۔ مجذوب نے کوئی جواب نہ دیا۔ اور اپنی جگہ بیٹھے رہے۔ کئی بار کہنے کے باوجود جب وہ نہ اٹھے تو فاضل خان کو غصہ آگیا۔ اور انھوں نے تین چار کوڑے مجذوب کی پیٹھ پر لگائے۔ مجذوب پھر بھی کچھ نہ بولے۔ صبر کیا اور آسمان کی طرف منھ کرلیا۔ شاہ محمد فاضل کا گھوڑا گرا اور مر گیا۔ شاہ محمد فاضل کو احساس ہو گیا کہ ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ فوراً مجذوب سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ مجذوب نے کہا کہ اب تیر کمان سے نکل گیا۔ شاہ محمد فاضل نے جہالت کے طریقوں سے توبہ کی اور مجذوب سے درخواست کرنے لگے کہ ان کو بیعت کرلیں۔ مجذوب نے کہا کہ تمھاری قسمت میں راجہ سید ابراہیم بن میر میراں قدس سرہٗ سے جو کہ قصبہ سدھور میں شاہ محمد فاخر کے مکان پر مقیم ہیں بیعت ہونا لکھا ہے۔ فوراً جاؤ اور بیعت ہو جاؤ۔ شاہ محمد فاضل حیران و پریشان سدھور پہونچے اور حضرت سید راجہ ابراہیمؒ کے قدموں میں گر گئے۔ حضرت سید راجہ ابراہیمؒ نے فرمایا میں خود تمھارا انتظار کر رہا تھا۔ غرضکہ انکو شرف بیعت بخشی اور کہا کہ اسی جگہ یعنی مکان شاہ فاخرؒ پر قیام کرو۔

ایک دن شاہ محمد فاضل سو رہے تھے اس درمیان ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے جب دیکھا کہ راجہ سید ابراہیمؒ نماز کے لئے تیار ہو کر جا رہے ہیں تو ان لوگوں نے آپ کو جگانا چاہا۔ حضرت راجہ سید ابراہیمؒ نے منع کیا لیکن لوگوں نے نماز کے خیال سے جگا دیا۔ اس وقت راجہ سید ابراہیمؒ نے فرمایا مبارک ہو آج رسول اللہ ﷺ نے شاہ فاضلؒ کو بعہدہ چنور برداری پر مامور فرما دیا ہے۔ یہ سنکر شاہ فاضل قدموں میں گر گئے اور اسوقت سوتے ہوئے جو خواب وہ دیکھ رہے تھے بیان

فرمایا۔اس خواب کا علم حضرت راجہ ابراہیم کو پہلے ہی ہو گیا تھا۔اس دن سے وہ مرشد کے ارشاد کے بموجب دربارِ رسالت ﷺ چنور بردار مقرر ہوئے۔حضرت شاہ فاضل باقی تمام عمر حضرت شاہ فاخر کے ہی مکان پر مقیم رہے۔اور ۱۱ ذیقعد کو وفات پائی۔آپ کا مزار حضرت شاہ محمد فاخرؒ کی درگاہ اور مسجد کے چبوترے کے نیچے مشرق کی جانب واقع ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شاہ فاخرؒ اپنے گھر پر بیٹھے تھے کہ ایک شخص دولت محمد خان اُمراء نواح میں سے جو کہ سرکار نواب سعادت علی خان صوبہ دار اودھ کا ملازم تھا اور شاہ محمد فاخر کا معتقد تھا حاضر ہوا اور عرض کیا کہ وہ پریشانیوں میں مبتلاء ہو گیا ہے۔اور نواب صاحب کے یہاں سے عہدہ سے الگ کر دیا گیا ہے۔حضرت شاہ محمد فاخر نے فرمایا کہ جب وہ سرکار دو عالم ﷺ کے دربار میں حاضر ہونگے تو اس شخص کے بارے میں عرض داشت پیش کریں گے۔غرض کچھ یوم بعد جب رسائی حاصل ہوئی آپ نے اس کے حق میں عرض داشت پیش کی۔اللہ کی مرضی سے وہ عرض داشت منظور ہو گئی۔حضرت شاہ فاخرؒ نے دوسری صبح دولت محمد خان سے فرمایا کہ تمھارے حق میں میری عرض داشت بحضور سرکارِ دو عالم ﷺ منظور ہو گئی ہے۔اللہ کے فضل سے تم کو نواب کی سرکار سے خلعت دوبارہ مل جائیگی۔اور تم اپنی جگہ پا جاؤ گے۔چند دنوں کے بعد شاہ صاحب کی اس کرامات باطنی کے سبب دولت محمد خان کو خلعت عطا ہو گئی۔اور اپنے قدیمی عہدہ پر فائز ہو گئے۔اور پہلی فرصت میں قدم بوسی کے لئے حاضر ہوئے۔دولت محمد خان نے بصد اسرار شاہ محمد فاخر کی خدمت میں فتح و نظر پیش کی۔حضرت شاہ فاخرؒ نے اس نذرانہ سے مسجد مخدوم شیخ علی اوباذدؒ کی تعمیر جدید کروائی۔اور محراب کے اوپر شاہ صاحب کی فرمائی ہوئی تاریخ آج بھی موجود ہے۔جو کہ اب بھی دیکھی جاسکتی ہے۔

فاخر از دولت محمد کرد سعد

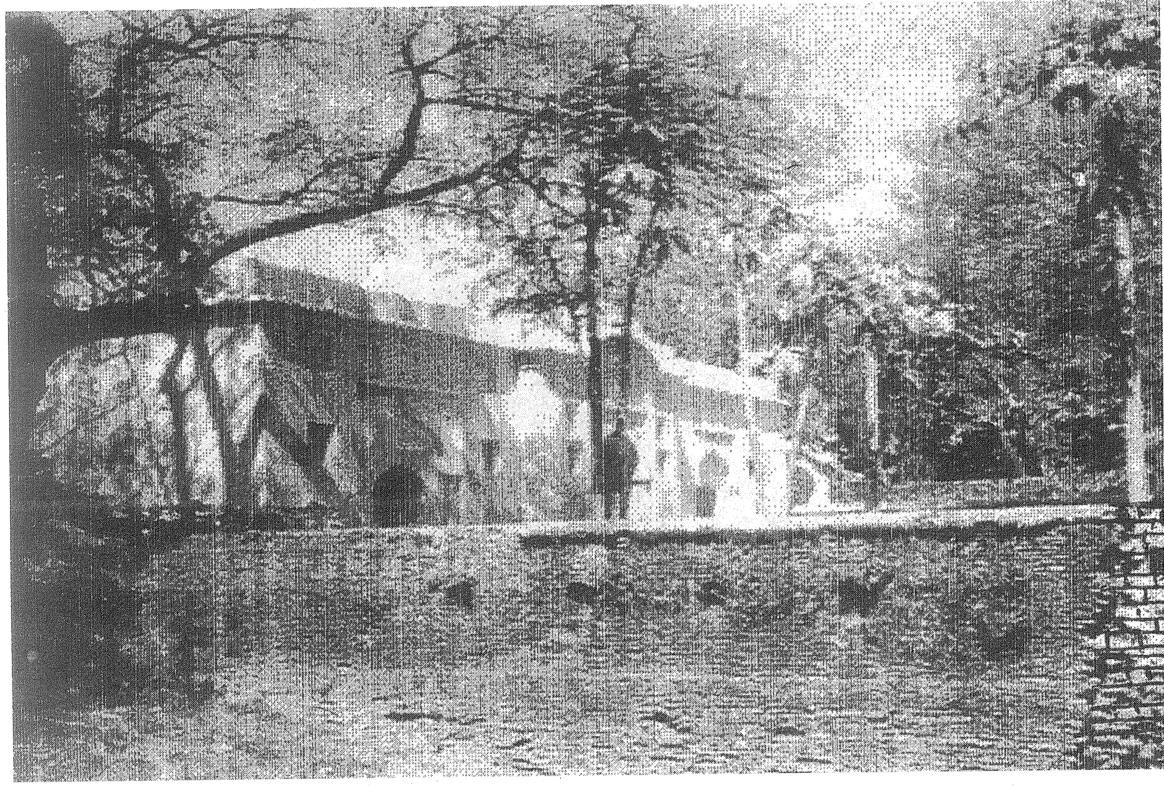
(شاہ فاخر نے دولت محمد سے اس کو بنوایا)

مسجد شیخ علی اوباذد

(مسجد شیخ علی اوباذد)

نقل ہے کہ کچھ عرصہ بعد نواب سعادت علی خان مذکورہ صوبہ دار اودھ بادشاہ دہلی کے حکم سے معزول کر دیئے گئے۔ دولت محمد خان مذکور نے اپنا واقعہ اور شاہ فاخرؒ کی کرامات نواب اودھ کے گوش گذار کیں۔ نواب نے کہا کہ اگر میں اپنے عہدہ پر بادشاہ دہلی کے یہاں سے دوبارہ فائز ہوگیا تو زندگی بھر حضرت شاہ محمد فاخر کی خدمت کرتا رہونگا۔ دولت محمد نے حضرت شاہ فاخرؒ سے صوبہ دار کا حال بیان کیا۔ حضرت شاہ فاخرؒ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کی خدمت میں اس کے لئے بھی سفارش کی۔ حضرت رسالت پناہ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اپنے عہدہ پر مامور ہو جائیگا۔ دولت محمد نے یہ خبر نواب سعادت علی خان کو پہونچائی تو نواب مطمئن ہو گئے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ راستہ ہی میں دہلی سے حکم نامہ موصول ہو گیا۔ اور نواب صاحب اپنے عہدہ پر بحال ہو کر دہلی پہونچے۔ اس طرح نواب حضرت شاہ فاخرؒ کے اسی وقت سے کرامات کے قائل ہو گئے۔ اور اودھ واپسی پر حضرت شاہ صاحبؒ کو بعزت و احترام اپنے گھر پر لائے۔ اور بڑی نیازمندی کے ساتھ نذرانہ پیش کیا اور ایک روپیہ نقد روزانہ بواسطہ مصارف خانقاہ پرگنہ سدھور سے مقرّر کیا۔ اور حضرت کو نہایت اسرار اور عزت و تکریم کے ساتھ اپنے ساتھ رکھنے لگے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی مہربانیاں نواب مذکور پر بے انتہا ہوئیں جس سے انکا تمام خاندان آپ کا معتقد اور مرید ہو گیا۔

نقل ہے کہ نواب ابوالمنصور خان بہادر صفدر جنگ داروغہ قلعہ بادشاہ محمد شاہ دہلی جو کہ نواب سعادت علی خان کے داماد اور بھانجے تھے وہ بھی حضرت شاہ فاخرؒ کے خاص معتقدین میں شامل ہو گئے۔ اور نواب سعادت علی خان کے انتقال کے بعد حضرت شاہ فاخرؒ کی دعاؤں کے نتیجہ میں اودھ کے صوبہ دار بنا دئے گئے۔ اور بعد میں بادشاہ دہلی محمد شاہ کے یہاں وزارت پر معمور ہوئے۔ (وزیر سلطنت) نواب سعادت علی خان کے معمول کے بموجب نواب ابوالمنصور خان بھی حضرت شاہ محمد فاخرؒ کو بصد احترام و نیازمندی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اور حضرت شاہ صاحب اور انکے متعلقین کے اخراجات اپنے ذمہ لئے ہوئے تھے۔



مسجد علی اوباز درحمۃ اللہ علیہ محلّہ انصاری سدھور

نقل ہے کہ ایک روز ابوالمنصور نے حضرت شاہ فاخر سے عرض کی کہ حضرت میرے کوئی اولاد نہیں ہے آپ دعا کریں کہ اللہ مجھے ایک بیٹا عطا فرمائے تا کہ میرا نام چل سکے۔ حضرت شاہ فاخر کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ نے نواب ابوالمنصور کو ایک بیٹا عنایت فرمایا جس کا نام شجاع الدولہ رکھا گیا۔ اس واقعہ سے وہ لوگ حضرت شاہ فاخرؒ کے اور بھی زیادہ معتقد ہو گئے۔ ابوالمنصور نے بادشاہ احمد شاہ (دہلی) کے دربار سے خانقاہ کے مصارف کے لئے تین مواضعات میں مختلف آراضی معاف کرائی۔ اور بادشاہ کا فرمان لا کر شاہ فاخر کی خدمت میں پیش کیا۔ اس آراضی پر باغات لگائے گئے رعایا کو بسایا گیا اور اپنا خاندانی قبرستان قائم کیا۔ حضرت شاہ صاحب کی باطنی قوت اسقدر تھی اس کو احاطۂ تحریر میں لانا مشکل ہے۔

نقل ہے کہ لکھنو میں ایک شخص عہدہ صدر الصدور پر معافیات بادشاہ کی طرف سے مقرر ہوئے۔ انکی لڑکی پر آسیبِ جن ہو گیا۔ جس سے وہ لڑکی ہر وقت بے ہوش اور برہنہ رہتی تھی۔ ہر چند کہ مشائخ عظام ہم عصر اس کو دفع کرنے کی کوشش کرتے رہے لیکن کسی کے دعا تعویز سے وہ بلا دور نہ ہو سکی۔ اس زمانہ میں حضرت شاہ فاخرؒ لکھنو میں ایک مسجد میں قیام پذیر تھے۔ صدر الصدور نے بڑے اعتقاد اور نیاز مندی سے حضرت شاہ فاخر کے پاس آ کر سارا حال بیان کیا۔ ان کی پریشانی کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ حتی الامکان اس کے لئے تدبیر کرونگا۔ لہٰذا اس معاملہ میں جس طرح کی تدبیر و ترکیب کی اجازت آپ کو حضرت شاہ اللہ بندہ قدسرہ امیٹھوی سے حاصل تھی کام میں لائے۔ وہ جن جو کہ بہت قوی ہیکل تھا اور صدر الصدور کی بیٹی پر مسلط تھا اس کو گرفتار کر لیا۔ اور ایک شیشی میں قید کر کے ایک ویران جگہ پر دفن کرا دیا۔ وہ لڑکی فوراً ہوش میں آ گئی اور آسیب جن سے محفوظ ہو گئی۔ وہ جن بارہ سال تک اس قصبہ میں قید رہا۔ بارہ سال کے بعد اتفاق سے اس جگہ کسی شخص نے مکان تعمیر کروانا شروع کیا۔ مکان کی بنیاد کھودنے میں وہ شیشی ٹوٹ گئی۔ اور جن بھاگ نکلا۔ حضرت شاہ فاخرؒ ان دنوں اپنے گھر سدھور میں تھے۔ آپکا روز کا معمول تھا کہ فجر کے وقت اپنی بنوائی ہوئی مسجد علی اوباز د میں تشریف لے جاتے، غسل کرتے نماز

فجر باجماعت ادا کرتے اور وظیفہ وغیرہ پڑھکر اپنے گھر واپس آجاتے۔ گھر سے مسجد کے راستہ میں آپ نے دیکھا کہ وہ جن ایک غضبناک بھینسے کی شکل میں اپنی دونوں سینگھیں داہنے بائیں دیواروں سے لگائے ہوئے مضبوتی سے کھڑا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے پہچان لیا کہ وہی ہے جس کو انھوں نے قید کیا تھا۔ شاید کسی وجہ سے آزاد ہوکر یہاں آگیا ہے۔ آپ اپنی چھڑی سے اس کو مارتے ہوئے مسجد کے قریب تک پہونچ گئے۔ وہ جن پھر اپنی شکل بدل کر آدمی کی شکل میں ظاھر ہوا۔ اور اس طرح سے خوف زدہ کرنے کی کوشش کی کہ اپنے بدن کو بہت اونچائی تک بڑا کر دیا۔ حضرت شاہ صاحب اپنی باطنی قوت کی وجہ سے خوف زدہ نہ ہوئے۔ جن نے کہا کہ آؤ اگر ہمت ہے تو لڑلو۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی ولایت کی قوت سے اس کو پٹخ دیا اور اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے اور مسجد کے مؤذن کو آواز دی کہ عبدالشکور پانی لاؤ۔ مؤذن فوراً پانی لیکر مسجد کے احاطہ سے شاہ صاحبؒ کی طرف دوڑا لیکن پانی پہونچتے ہی دوبارہ قید ہونے کے ڈر سے وہ جن بھاگ گیا۔ حضرت شاہ فاخر بعد ادائے نماز اسی دن قصبہ امیٹھی گئے اور اپنا احوال شاہ اللہ بندہ قدسرہ سے عرض کیا۔ (حضرت اللہ بندہ بن شیخ شفیع بن شیخ عمر بن شیخ سالم انصاری امیٹھوی) شاہ اللہ بندہ قدسرہ جو کہ کامل ولی تھے ان کو اپنے کشف سے سارا حال شاہ فاخرؒ کے پہونچنے سے پہلے ہی معلوم ہو گیا تھا۔ جیسے ہی شاہ فاخر کو دیکھا بہت ناخوش ہوئے کہ تم نے یہ کیا حرکت کی تھی یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ انصاریوں کے اس خاندان میں آسیب وغیرہ خاصکر جو جنوں کی وجہ سے ہو کوئی تدبیر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن حضرت شاہ فاخرؒ نے اس لڑکی کی کیفیت کے مدنظر اس جن کو قید کردیا تھا۔ غرضکہ شاہ فاخرؒ نے حضرت اللہ بندہ قدسرہ سے معافی مانگی اور انھوں نے شاہ فاخرؒ کا خیال کرتے ہوئے تمام اجنہ کو اپنی کشف وکرامات سے اپنے پاس بلوایا اور فرمایا کہ شاہ فاخر سے جس جن نے بدتمیزی کی ہے اسے حاضر کیا جائے۔ غرضکہ جنوں نے اس خاص جن کو آپ کے پاس حاضر کیا۔ حضرت شاہ اللہ بندہ قدسرہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے ہمارے لڑکے کے ساتھ ایسا کیوں کیا اس نے جواب دیا کہ اس میں میرا قصور نہیں ہے۔ آپکے لڑکے کا قصور ہے۔ کیونکہ

میں عرصہ دس سال سے اس گھر میں آتا جاتا تھا۔ آپکے لڑکے نے لڑکی کے الدین کے کہنے سے مجھ کو میری جگہ سے ہٹایا اور ایک شیشی میں قید کر کے ایک ویرانہ میں دفن کرادیا۔ بارہ سال تک سخت حیرانی اور پریشانی میں مبتلا رہا۔ شاہ اللہ بندہ قدسرہ نے جذب میں آکر فرمایا کہ اس جن کی گردن ماردی جائے۔ تاکہ دیگر اجنہ کو آئندہ ایسے کام کی ہمت نہ ہو اور عبرت پکڑیں۔ جنوں کے اس قبیلہ کے بادشاہ نے حضرت شاہ اللہ بندہ قدسرہ کی بڑی منت سماجت کی اور کہا کہ ہم لوگوں کی عمر ایک ہزار سال ہوتی ہے جبکہ انسانوں کی سو سال۔ اس لئے یہ دشمنی کا سلسلہ بہت دور تک چلا جائے گا۔ اس لئے مصلحت یہ ہے کہ ہمارے فرقہ اور آپ کے بیٹے حضرت شاہ فاخرؒ کے درمیان ایک معاہدہ کرلیا جائے کہ حضرت شاہ فاخرؒ کی اولاد اور ہمارے اجنہ کبھی ایک دوسرے کو نقصان نہ پہونچائیں۔ اور نہ حاضر و غائب کبھی کوئی مزاحمت کریں۔ یہ قول ہمارے اور آپ کے درمیان پختہ رہیگا۔ شاہ اللہ بندہؒ نے یہ بات منظور کرتے ہوئے عہد نامہ درمیان شاہ فاخرؒ اور اس فرقہ کے درمیان لکھا کرلے لیا۔ اس دن سے آپ آسیبات کی تدبیر سے کنارہ کش ہوگئے۔ اور یہ بات مشہور و معروف ہے اور اس وقت تک اس پر عمل ہے۔ تمام اولاد حضرت شاہ فاخرؒ کو چاہئے کہ عمداً یا سہواً جنوں کے آسیب وغیرہ کے معاملہ سے دست بردار رہیں۔

نقل ہے کہ حضرت شاہ فاخرؒ پر اعتقاد کی بناء پر نواب ابوالمنصور دہلی میں شاہ صاحب کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ وہیں نواب صاحب کے مکان پر دہلی میں بعمر پچپن (۵۵) سال ۱۴ عید ۱۱۶۰ھ درشب جمعہ آپ نے وفات پائی۔ نواب ابوالمنصور نے حسب ہدایت و نیاز مندی لاش مبارک بعد چھ ماہ سدھور پہونچائی۔ سدھور میں کچھ بے عقلوں نے استدعا کی کہ لاش کھول کر ان کو دکھادی جائے۔ جب کفن کھولا گیا تو سب نے دیکھا کہ آپ کا جسد مبارک بالکل تروتازہ بغیر کسی خرابی کے موجود تھا۔ وہ سب لوگ نہایت شرمندہ ہوئے۔ اور آپ کی بزرگی اور کرامات کے قائل ہو گئے۔ آپ کو پورہ میں اپنے قائم کئے ہوئے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مزار درگاہ حضرت شاہ حمایت اللہؒ کے مزار کے مشرقی طرف دیوار کے ساتھ واقع ہے۔ بعد وفات شاہ فاخرؒ آپ کے

بڑے صاحبزادہ قدرت اللہ صاحب کو آپ کا خرقہ پہنایا گیا اور وہی آپ کے جانشین ہوئے۔

حضرت شاہ قدرت اللہ رحمتہ اللہ علیہ

حضرت شاہ فاخر کے انتقال کے بعد آپ کے بڑے بیٹے شاہ قدرت اللہؒ نے سجادگی کا خرقہ پہنا اور شاہ فاخرؒ کے جانشین ہوئے۔ آپ بڑے عبادت گذار تھے۔ اور تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد حضرت شاہ فاخرؒ سے حاصل کر چکے تھے۔ خلق خدا کو آپ سے بڑا فیض پہونچا۔ آپ کا انتقال بعمر بہتر (۷۲) سال بتاریخ ۲۸ صفر ۱۱۶۷ھ سدھور میں ہوا۔ آپ کو اپنے والد شاہ فاخرؒ کے مزار کے پاس دفن کیا گیا۔ شاہ قدرت اللہؒ کے بارے میں زیادہ تفصیل حاصل نہ ہو سکی۔ محترم قادر بخش صاحب نے اپنی کتاب نورالانوار میں صرف اتنا ہی درج کیا ہے۔ آپ کے ایک بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ بیٹے کی پیدائش شب دوشنبہ ۱۶ صفر ۱۱۳۸ھ کو ہوئی اور آپ کا نام علی احمد بخش رکھا گیا۔ اس سلسلہ میں شجرہ نمبر چار ملاحظہ کریں۔

حضرت شاہ رفیق اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ شاہ فاخرؒ کے دوسرے بیٹے تھے۔ آپ نے تمام علوم ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے۔ آپ نہایت متقی پرہیزگار اور عبادت گذار تھے۔ آپ کا انتقال ۴۸ سال کی عمر میں ۵ ربیع الثانی ۱۱۶۴ھ کو ہوا۔ آپ کو اپنے والد محترم شاہ فاخرؒ کے مزار مبارک کے احاطہ میں سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت شیخ مسیح اللہ رحمتہ اللہ علیہ

آپ حضرت شاہ فاخرؒ کے تیسرے بیٹے تھے اور اپنے وقت کے کاملوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کا انتقال ماہ صفر ۱۱۸۹ھ میں سدھور میں ہوا۔ اور والد بزرگوار کے مزار کے مشرقی جانب سپرد خاک کئے گئے۔ آپ راجہ سید ابراہیمؒ بن راجہ میر میراںؒ سے بیعت تھے۔ اور راجہ سید ابراہیمؒ نے بڑی عنایت و شفقت سے ان کو اذکار و اشغال، مراقبہ و مشاہدہ کی تلقین و تربیت کی۔ بعد میں شاہ حمایت

اللہ قدسرہ نے ان کے دوسرے مدارج باطنی طے کروا کر شیخ وقت کے درجہ تک پہونچایا۔ کہتے ہیں کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چنور برداری پر مقرر اور سرفراز تھے۔

حضرت شاہ حمایت اللہ محبوب اللہ رحمتہ اللہ علیہ

حلقۂ ولایت کے سردار، قناعت میں مسلّم، بارگاہِ نبوّت میں برگزیدہ، سالِکِ شریعت کے سالک، مناسکِ طریقت کے ناسِک، مَراحِلِ حقیقت ومعرفت کے ہادی یعنی ہمارے بزرگ، ہمارے مرشد، ہمارے امام، ہمارے غوث، ہمارے قطب، مقبول بارگاہ الٰہی حضرت مخدوم مولوی شاہ حمایت اللہ محبوب اللہ طاب سَراہ نے اپنے برادر شاہ قدرت اللہؒ کی وفات کے بعد ۱۵ سال کی عمر میں اپنے والد کا خرقہ پہنا۔ اوران کے سجادہ ہوئے۔ اپنے والد کی زندگی میں جب آپ بہت کم عمر تھے حضرت قطب الدین ذاکرین سید میر عبدالحئی قدسرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے۔ لیکن کم عمر ہونے کی وجہ سے علوم باطنی سے آگاہ نہ تھے۔ مگر مولانا عبداللہ امیٹھوی قدسرہ العزیز سے جو کہ آپ کی والدہ محترمہ کے چچازاد بھائی تھے چند کتابیں عربی صرف ونحو کی اور منطق وغیرہ بڑی مشقت سے پڑھیں اور قرآن پاک حفظ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کے کرم وفضل سے آپ کے قلب پر یہ علوم اس طرح منکشف ہوئے کہ کسی علم کی کوئی کتاب جو آپ کے سامنے آتی، سننے والا مضمون پر آپ کے دلائل اور حجت سے ایسا خوش ہوتا کہ پھر اس کو کسی اور کے پاس جانے کی حاجت نہ رہتی۔ مولانا عبداللہ امیٹھوی نے آپ کا حال اور کیفیت دیکھ کر فرمایا کہ یہ اپنے دور کا ولی ہوگا۔ مولانا موصوف سے علوم ظاہری حاصل کرنے کے بعد آپ نے رائے بریلی (یو۔پی، انڈیا) میں درس کا سلسلہ شروع کیا۔ وہاں آپ کے فیض سے ہزاروں طلباء عالم فاضل ہو کر نکلے۔ کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سے رخصت ہو کر دولت خانہ پر سدھور واپس آئے۔۔ اور خاندانی خانقاہ میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ یہاں پر ایک واقعہ جو میں نے اپنے والد محترم شیخ محمد نسیم انصاریؒ سے اور انھوں نے اپنے باپ دادا سے سن رکھا تھا لکھ رہا ہوں، حالانکہ اس کا ذکر کتاب نورالانوار میں نہیں ہے۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ اپنی خاندانی خانقاہ میں درس دے رہے تھے۔ اور باہر صحن میں وضو کرنے کی جگہ پر خالی "بدھنے" (آجکل جسے ہم مٹی کے لوٹے کہہ سکتے ہیں) رکھے ہوئے تھے۔ ہوا تیز چل رہی تھی۔ اور جب وہ ایک طرف سے داخل ہو کر دوسری طرف سے نکلتی تھی تو عجیب سی آواز پیدا ہو رہی تھی۔ جسے پوربی زبان میں "بھبّانا" کہتے ہیں۔ اس وقت ایک ہندو جوگی ادھر سے گذرا اور یہ آواز سن کر کہنے لگا بدھنا خالی ہے بھبّا رہا ہے" آپ نے اس کی یہ بات سن لی۔ کہتے ہیں کہ آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ اسی وقت بند کر دیا اور اپنے لئے اس کو ایک اشارہ تصور کیا "علمی قابلیت جو بھی ہو لیکن میں روحانی طور پر اندر سے خالی ہوں" اسی وقت سے آپ کو علوم باطنی حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ پیدا ہوا جیسا کہ مطالبِ فقر میں تجسس اور تفحص مطابق حدیث شریفُ اِلفقرَ کنزٌ مِنَ کنزِ اللہ" (فقر ایک خزانہ ہے اللہ کے خزانوں میں سے) کے مطابق آپ سفر پر روانہ ہو گئے۔ اور اپنے دور کے تمام بزرگان و مشائخ مثلاً شاہ ثناء اللہ رسولوی، شاہ نصر اللہ فتح پوری شاہ قدرت اللہ صفی پوری اور شاہ شاکر اللہ چوراسی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن وہ حاصل نہ ہوا جو آپ کی خواہش تھی۔ اسدرمیان شاہ قدرت اللہ صفی پوری نے آپ کو کچھ تعلیم دی اور آپ کے ذوق الٰہی کو دیکھ کر بڑی مہربانی سے خرقہ و خلافت عطا فرمائی۔

اس درمیان آپ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کی اور واپسی میں شاہجہاں آباد (دھلی) میں مولانا فخر الدین اور مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہم سے ملے جو کہ اپنے دور میں جامع کمالات مشہور تھے۔ پھر وہاں سے روانہ ہو کر بریلی (یو۔ پی، انڈیا) پہونچے۔ وہاں بزرگان دین کے حالات معلوم کئے۔ وہیں آپ کو پتہ چلا کہ اس علاقہ میں سیدنا و مولانا و مرشدنا حضرت حافظ شاہ جمال اللہ معشوق اللہؒ خلیفہ حضرت سید السادات شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدس سرہ بن سید عنایت اللہؒ جیسا کوئی درویش صاحب باطن و کشف و کرامات نہیں ہے۔ وہ پیلی بھیت (جو کہ دامنِ کوہ ہمالہ میں واقع ہے) تشریف فرما ہیں۔ اور اکثر اوقات اپنے خادموں کے ساتھ جنگل وصحرا میں سیر و شکار میں مشغول رہتے ہیں۔ ہزار ہا خلق خدا مولانا حافظ صاحبؒ سے علوم اسرار و باطنی میں تربیت اور فیض پا کر کمال صوری و معنوی کے درجوں پر پہونچ چکے ہیں۔ ان میں شاہ عبد

اللہ اور شاہ درگاہی قدس سرہم کی طرح بہت سے دوسرے لوگ بھی خرقۂ خلافت سے سرفراز ہو چکے ہیں۔اور مشہور ہوئے ہیں۔یہ روح پرور خبر سنکر حضرت مولوی شاہ حمایت اللہؒ بریلی سے پیلی بھیت تشریف لے گئے۔اور وہاں ایک مسجد میں قیام کیا۔اس روز جناب رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ کے اشارہ روحانی کے بموجب جناب سیدنا و مولانا حافظ شاہ جمال اللہ معشوق اللہؒ شکارگاہ سے پیلی بھیت واپس آئے۔اور مسجد منڈلی بیگم جو آپ کی اترنے کی جگہ مقرر تھی رونق افروز ہوئے۔اس کی دوسری صبح جمعہ کے دن مولوی صاحب کو ان کے آنے کی خبر ملی۔آپ بڑے ادب اور نیاز کے ساتھ مولانا حافظ صاحبؒ کی خدمت میں دست بستہ حاضر ہوئے۔محترم حافظ صاحبؒ نے بڑے احترام، اعزاز و اکرام سے اپنے سامنے جگہ دی اور بٹھایا۔حافظ صاحبؒ نے مولوی صاحب کے صفائے قلب کو اپنے ادراک سے معلوم کر کے اسی روز نماز کی امامت کرنے کے لئے فرمایا۔اور موجود لوگوں سے مولوی صاحبؒ کے اوصاف حمیدہ بیان فرمائے۔اور کہا کہ ان مولوی صاحب جیسا طالب صادق عالم باعمل، بے بدل عبادت گذار خوش لہجہ وخوش الحان حافظ قرآن اور جامع کمالات ظاہری و باطنی اور صاف قلب شخص میں نے نہیں دیکھا۔اس تعریف وتوصیف کی بدولت حضرت حافظ صاحبؒ کے خدام مولوی صاحبؒ کی بڑی عزت کرنے لگے۔اور دوسرے طالبان سے افضل تصور کرنے لگے۔قریب ایک ہفتہ کے بعد سر حلقۂ شریعت وحدیقۂ طریقت حافظ صاحبؒ مولوی صاحبؒ کو اپنے حجرۂ خاص میں لے گئے۔اور علوم باطنی کی تعلیم کی ابتداء کرائی۔اس طرح قریب ایک سال تک مولوی صاحبؒ کو ریاضت ومجاھدات، اذکار واشغال اپنی عنایت خاص سے تکمیل کرا کے درجہ ولایت میں پورا کر دیا۔اور سارے خانوادوں کے خرقہ ہائے خلافت عطا فرمائے۔اور اپنے خلیفہ اول شاہ عبدالوہابؒ سے کلاہ متبرکہ بھی دلوا کر کُل عوام کی ہدایت کی اجازت دی۔اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے قرب وجوار میں ہر طالب صادق کو اسرار الٰہی کے رموز و اسرار سے آگاہ کرنا۔جو کہ اللہ تعالیٰ اور رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور اجرِ عظیم کا موجب ہے۔اس کے بعد گنجینۂ دریائے یکتائی یعنی حضرت مولوی صاحبؒ اپنے مرشد کی اجازت سے سدھور تشریف لائے۔

حضرت سیدنا ومولانا حافظ شاہ جمال اللہؒ پیرو مرشد شاہ حمایت اللہؒ

حضرت سیدنا ومولانا ومرشدنا حافظ شاہ جمال اللہ معشوق اللہؒ قدس سرہٗ ابتداء میں اُویسی تھے۔اور انکو ولایت کا فیض حضور رسالت مآب ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہٗ، حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت سیدۃ النساء فاطمہ الزہراءؓ اور حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے براہ راست تھا۔وہ دن رات مشاہدہ نورالٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ایک دن انکو رسالت مآب ﷺ کی جانب سے روحانی ارشاد ہوا کہ اگرچہ تم کو ظاہری اور فانی پیر کی ضرورت نہیں ہے لیکن بزرگوں کے طریقہ کے مطابق ظاہری پیر ضروری ہے۔ہمارے فرزند سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین جو کہ اپنے وقت کے پہونچے ہوئے ولی ہیں شاہجہاں آباد (دہلی) میں رہتے ہیں ان سے ظاہری بیعت کرلو۔وہ تم کو جملہ امور ظاہری و باطنی کی تعلیم و تربیت کریں گے۔

حضرت حافظ صاحب نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے بموجب اپنے وطن پنجاب سے چل کر نہایت خوش اعتقادگی اور ارادت کے ساتھ شاہجہاں آباد پہونچے اور شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدس سرہٗ سے سعادت بیعت حاصل کی اور مدارج ولایت اور کرامات باطنی کے درجہ کمال پر پہونچے۔آپ بارہ برس اپنے پیر کے ساتھ رہے۔دن میں بازار میں قلی کا کام کرتے اور جو بھی اجرت ملتی اسے خادموں کے خرچ کے لئے پیرو مرشد کی خدمت میں پیش کر دیتے۔خود ساری رات پیر کے پیچھے ہاتھ باندھے مراقبہ میں کھڑے رہتے۔یہاں تک کہ صبح کی اذان ہو جاتی۔حضرت سید السادات مجمع الحسنات سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدس سرہٗ کو حضرت خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔اور انکو اپنے دادا شیخ خواجہ محمد نقشبند سے اور انکو اپنے والد خواجہ محمد معصوم سے اور انکو اپنے والد حضرت مجدد الف ثانی امام ربانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ سے بیعت وخلافت حاصل تھی۔اور تمام خانوادوں کی جن کی اجازت حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کو حاصل تھی۔اور ان خانوادوں میں سے منسلک دوسرے سلسلوں کی بھی اجازت حاصل ہوئی۔ان بزرگوں کی کرامات کے ذکر کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے لہٰذا

صرف اس ایک واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ حضرت قبلہ عالم وعالمیان حضرت خواجہ محمد زبیر قدسرہٗ نے شاہجہاں آباد میں جہاں بیشتر بادشاہ خاندان عالیہ سے بیعت تھے وفات پائی۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کا جسم اقدس تابوت میں رکھ کر دہلی سے سرہند آپ کے وطن لے جایا جائے۔ ایک مرید جو کہ آپ سے ملاقات کے لئے دلی جارہا تھا اس نے راہ میں دیکھا کہ اس کے پیر خواجہ محمد زبیر قدسرہٗ گھوڑے پر سوار سرہند کی طرف جارہے ہیں۔ اس نے قدم چومے اور پوچھا حضور آپ کہاں جارہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے وطن سرہند جارہا ہوں۔ میرے ہمراہی پیچھے آرہے ہیں ان سے کہو کہ جلدی آئیں۔ وہاں سے وہ مرید دلی کی طرف روانہ ہوگیا، تاکہ پیر کے احکام دوسروں تک پہونچادے۔ راستہ میں اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ جارہا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کس کا جنازہ ہے؟

لوگوں نے کہا کہ حضرت قبلہ عالم وعالمیان خواجہ محمد زبیر قدسرہٗ کا ہے اس کو سرہند لے جارہے ہیں۔ اس مرید کو تعجب ہوا کہ اس نے راستہ میں انکو گھوڑے پر سفر کرتے ہوئے زندہ دیکھا ہے۔ یہاں تو ماجرہ ہی دوسرا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ بزرگوں اور خدارسیدہ لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے۔ کہ دم بدم ایک طرف سے دوسری طرف منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے۔

نقل ہے کہ جب حضرت سید السادات محمد اشرف حیدر حسین قدسرہٗ نے حج کا ارادہ کیا تو حضرت سیدنا حافظ صاحبؒ بھی ان کے ہمراہ خدمت گذاری کے لئے سورت تک گئے۔ وہاں حضرت سید السادات محمد اشرف حیدر حسین قدسرہٗ نے حضرت سیدنا حافظ صاحب قدسرہٗ کو خرقۂ خلافت اور صوبہ کٹہر یعنی بریلی کی ولایت عطا فرمائی۔ رخصت کرتے وقت فرمایا کہ اس جگہ کے افغان اپنی شقیق القلبی کی وجہ سے ولایت اور کرامات پر اعتقاد نہ رکھیں گے۔ ان کی سرزنش کے لئے تم کو ''الااللہ'' کا نعرہ بخشتا ہوں۔ یہ نعرہ دولتی کی طرح ہے۔ اس نعرہ کی برکت سے ان کے اعتقاد

درست ہو جائیں گے۔ اس کے بعد سات مکے اپنے ہاتھ سے آپ کی پشت پر مارے اور فرمایا کہ تمھارے خاندان والے بغیر مشقت و ریاضت سات پشت تک ولایت کے درجہ تک پہونچیں گے۔ ان کی شہرت چاند تاروں کی طرح ہوگی۔

نقل ہے کہ حضرت حافظ صاحبؒ سورت سے بانس بریلی واپس تشریف لائے۔ اور طالبان کی ہدایت میں مشغول ہو گئے۔ اس درمیان حضرت سید السادات محمد اشرف حیدر حسینی قدس سرہٗ سورت سے مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ کچھ روز وہاں مزارِ پُر نور حضرت رسول مقبول ﷺ پر جاروب کشی کی سعادت حاصل کی پھر مکہ مکرمہ کی زیارت کی اور دوبارہ مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ وہیں پر آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ میں آنحضرت ﷺ کی روحانی اجازت سے حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرہؓ اور حضرت امام حسنؓ کے مزاراتؓ سے متصل بنایا گیا۔ اس سے پہلے لوگوں نے بہت چاہا کہ اس جگہ قبر بنائیں لیکن جب بھی زمین کھودی گئی تو خون سے بھر گئی۔ اس طرح کھودنے والے اس جگہ سے دست بردار ہو گئے۔ لیکن جب سید السادات کی وفات پر اس جگہ قبر کھودی گئی تو خون نہ نکلا۔ اس سے معلوم ہوا کہ زمین کا یہ قطعہ ان کے لئے مخصوص تھا۔

حضرت خواجہ حبیب اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت سید السادات کی وفات کے بعد میں نے ایک دن چوک بازار میں دیکھا کہ ایک بزرگ حضرت سید السادات کی شکل کے اور انکے ساتھ گدڑی پوش فقیر ایک سواری پر جا رہے ہیں۔ میں نے حضرت کی مشابہت دیکھ کر قدمبوسی کی اور پوچھا آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ فرمایا میرا نام محمد اشرف ہے۔ یہ کہا اور چلے گئے۔ انھوں نے یہ واقعہ اور حال مولوی محمد یقین صاحبؒ سے جو حضرت کے خلیفہ تھے بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ جب حضرت سید السادات اپنے والد کے گھر میں تھے تو آپ کا نام محمد اشرف تھا۔ بعد میں آپ کے پیر خواجہ محمد زبیر قدس سرہٗ نے آپ کو قطب الدین کا خطاب عطا فرمایا۔ اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے دربار سے حیدر حسینی خطاب عطا ہوا۔ حضرت سید السادات کی وفات دس رجب کو ہوئی۔

حضرت سیدنا حافظ جمال الدین قدس سرہٗ اپنی زندگی میں تین بار حضرت مولوی حمایت اللہؒ سے ملنے

کے لئے سدھور تشریف لائے۔ اور بہت سے لوگ آپ کی زیارت سے مشرف ہوکر اور آپ کی کرامات دیکھ کر آپ سے بیعت ہوئے۔ پہلی بار اسوقت جبکہ شیخ الشیوخ غلام علی صاحبؒ طفل صغیر سن تھے۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے محبت اور شفقت مرشدانہ سے حضرت غلام علی صاحبؒ کو اپنے سینہ پر لٹالیا اور اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں دی۔ اس دن سے حضرت غلام علیؒ پر استغراق کا غلبہ ہوا۔ جو روز بروز ترقی کرتا گیا۔

مولوی حمایت اللہؒ کی بہن کے بیٹے شیخ غلام مسعود انصاری (رسولی) اور حضرت قاضی عبد الکریم قدس سرہٗ جو کہ خلیفہ محبوب الٰہی مخدوم نظام الدین اولیا کی بیٹی کی اولاد میں سے تھے اور حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے نواسہ شاہ کرام اللہ وغیرہم کو شرف بیعت عطا فرمایا۔ مولوی صاحب کی بہن کی اولاد ہونے کے ناتے حضرت حافظ صاحبؒ نے شیخ مسعود کی بڑی محبت سے باطنی تعلیم کی۔ شیخ مسعود کو حضرت حافظ صاحب سے خاص نسبت باطنی ہوگئی تھی۔

دوسری بار تشریف آوری پر بھی ہزار ہا لوگ آپ سے بیعت ہوئے۔ ایک بار حضرت لکھنو میں مقیم تھے۔ مولوی ذوالفقار علی ساکن دیوہ اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے وہ حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ حضرت اس وقت ایسا لباس پہنے ہوئے تھے جو خلاف شرع تھا۔ اس پر زردوزی اور گوٹا کناری کا کام تھا۔ مولوی ذوالفقار علی نے تنزاً کہا کہ یہ لباس غیر شرعی ہے۔ آپ کو زیبا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا میں نے خواہش نفسانی کے لئے نہیں پہنا ہے۔ جو شخص بھی کسی قسم کی پوشاک یا کھانا محبت سے میرے پاس لے آتا ہے اس کی خوشی کے لئے پہن اور کھا لیتا ہوں۔ چنانچہ بطور ظہور کرامت اسی وقت ایک شخص معمولی کپڑے تحفتہً لے کر آیا۔ آپ نے وہ کپڑے پہن لئے اور پہنی ہوئی پوشاک اتار کر فقیروں کو دے دی۔ اور مولوی ذوالفقار صاحب سے فرمایا اب تو لباس شرعی ہوگیا۔ ذوالفقار صاحب آپ کی یہ کرامات دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور آپ کی ولایت کے معتقد ہوگئے۔

بریلی روانہ ہوتے وقت حافظ صاحبؒ نے مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ سے فرمایا کہ غلام علی صاحبؒ

کو جذب کا غلبہ بہت زیادہ ہو گیا ہے اور روز بروز بڑھتا جائے گا۔ لہٰذا فوری طور پر ان کی شادی کر دی جائے۔ اور ان کو علوم ظاہری حاصل کرنے میں لگا دیا جائے۔ تاکہ یہ کیفیت کم ہو جائے۔ غرضکہ آپ کے حکم کے بموجب حضرت غلام علی صاحبؒ کی شادی ۱۸ سال کی عمر میں بانسہ شریف کے احمد بخش قدوائی ابن شاہ غلام حسین کی بیٹی سے کر دی گئی۔ حضرت شاہ غلام حسین صاحب حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔

تیسری بار حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ ۱۲۰۸ھ میں رسولی تشریف لائے۔ اور شیخ غلام مسعود صاحب کے مکان پر ٹھہرے۔ آپ نے وہاں رمضان شریف میں اعتکاف کیا۔ اس درمیان بہت لوگوں نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کیا۔ اس وقت آپ نے مولوی حمایت اللہ کو رسولی بلا کر رسولی کے مریدوں کی تعلیم و تربیت پر معمور کیا۔ اور سدھور رخصت ہو گئے۔ اور فرمایا کہ ایک بار پھر ہم یہاں آئیں گے۔ بعد رمضان شریف جب حضرت حافظ صاحبؒ سدھور تشریف لائے تو مولوی حمایت اللہ صاحبؒ کے مکان پر آٹھ دن ٹھہرے۔ اس درمیان مولوی حمایت اللہؒ کی دختر (صبیہ) آپ سے بیعت ہوئیں۔ اس جوار کی ولایت آپ نے حضرت مولوی صاحبؒ کے سپرد کی اور ان کو مریدوں اور معتقدین کی ہدایت پر معمور کیا۔ اور فرمایا کہ نعرہ ضرب ''الا اللہ'' ہمارے پیر حضرت سید السادات کا بخشا ہوا ہے میں تم کو بخشتا ہوں۔ سنگدلوں کے خلاف تمھارے کام آئیگا۔ اس کے بعد بریلی تشریف لے گئے۔

نقل ہے کہ بریلی میں ایک دن ایک مرید نے حضرت حافظ صاحبؒ سے عرض کیا کہ سنا ہے کہ حضرت غوث گوالیاریؒ کی یہ کرامت مشہور ہے کہ جب وہ کہتے تھے کہ ''اُقتلو یا مریخ'' (اے مریخ اس کو قتل کر دے) تو جو چیز ان کے سامنے ہوتی تھی جیسے دیوار، درخت وغیرہ تو وہ جڑ بنیاد سے گر جاتا تھا۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ یہ کوئی دشوار بات نہیں ہے۔ تمام اولیاء اللہ کو ایک کیفیت ہوتی ہے۔ اس وقت آپ کی زبان سے ''یا اَیُّھَا المُزَّمِّلُ'' جاری ہو گیا۔ اسوقت جو چیز بھی آپ کے پیش نظر تھی مثلاً جوار کے کھیت جن میں گچھے لگے ہوئے تھے، اور دوسرے درخت

وغیرہ ایکدم سے "یا ایُّہا المزّمّل" کہتے ہوئے آپ کی کرامت کے ظہور سے زمین پر گر پڑے۔لوگوں کو بڑا تعجب ہوا اور آپ سے معافی کے طلبگار ہوئے۔اور کہنے لگے کہ یا حضرت یہ واقعہ آپ کے امتحان کے لئے بیان نہیں کیا تھا۔اس پر حضرت حافظ صاحب خاموش رہے۔

کچھ دنوں بعد ماہ صفر ۱۲۰۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔آپ کا مزار مبارک افغانان رامپور میں زیارت گاہ خلائق ہے۔کہتے ہیں کہ آپ کے مزار مبارک پر مکھی نہیں آسکتی ہے۔نورالانوار کے مصنف محترم قادر بخش صاحب حضرت حافظ صاحبؒ کے مرید تھے۔انھوں نے حضرت غلام علی صاحب قدسرہٗ سے سنا تھا کہ مصری کا شربت اپنی حیثیت کے مطابق بنا کر حضرت حافظ صاحب کی روح کی فاتحہ دیکر اپنی حاجت طلب کریں انشاء اللہ حاجت اس فاتحہ کی برکت سے بر آئیگی۔خصوصاً اگر کسی انسان یا حیوان کو آنکھ کی بیماری ہو تو شربت پر فاتحہ دیکر اس کو آنکھ میں ڈالیں تو مرض جاتا رہیگا۔بارہا آزمایا گیا ہے۔مجرب اور فوراً اثر کرنے والا ہے۔

حضرت حافظ صاحبؒ کا حلیہ مبارک ہو بہو اپنے پیر حضرت سید السادات حیدر حسین قدسرہٗ سے ملتا تھا۔سرِ مُو فرق نہیں تھا۔چنانچہ جیسا کہ حضرت سید السادات کی بائیں آنکھ میں پھلّی تھی ویسے ہی حضرت حافظ صاحب کی آنکھ میں بھی آخری وقت میں پھلی نکل آئی تھی۔

دینی و دنیاوی مشکلات کے حل کے لئے آپ نے حسب ذیل ختم کا دورہ ارشاد فرمایا:

پہلے ۱۰۰ بار درود شریف، اس کے بعد بارہ مرتبہ یا حضرت شاہ جمال اللہ امدد لی باللہ اس کے بعد ۵۰۰ بار لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنتَ سُبحَانَکَ اِنِّی کُنتُ مِنَ الظّٰلِمِین اس کے بعد پھر سو بار درود شریف پڑھکر حضرت کی روح کو بخشیں اور اپنی حاجت طلب کریں اور جب حاجت پوری ہو جائے تو اپنی مقدور بھر آپ کی نیاز دیں۔

نقل ہے کہ سدھور واپس آنے پر حضرت مولوی حمایت اللہؒ نے اپنے بیٹے شیخ غلام علیؒ جن کی عمر اسوقت پانچ سال تھی، اپنی بیٹی جو شیخ احمد بخش سے منصوب تھیں، اپنے بڑے بیٹے محمد انور، اپنے بھتیجے شیخ احمد بخش اور میر رمضان علی والد میر حسین علی وغیرہم کو شرف بیعت سے مشرف فرمایا۔اس

کے علاوہ سدھور اور قرب و جوار کے بہت سے لوگ آپ کے کشف و کرامات دیکھ کر معتقد ہو گئے تھے۔شیخ مسیح اللہ قدس سرہٗ (بھائی) جو راجہ سید ابراہیمؒ بن راجہ سید میر میرانؒ سے بیعت تھے اور راجہ سید ابراہیمؒ نے بڑی عنایت اور شفقت سے ان کو اذکار و اشغال، مراقبہ و مشاہدہ کی تلقین و تربیت کی تھی حضرت مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ نے ان کے دوسرے مدارج باطنی طے کروا کر شیخ وقت کے درجہ تک پہونچا دیا۔کہتے ہیں کہ شیخ مسیح اللہ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی چنور برداری پر مقرر و سرفراز تھے۔

نقل ہے کہ مولوی صاحبؒ نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ (والدہ شیخ مسعود رسولی جو کہ شاہ کرم اللہؒ نواسہ شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس سرہٗ سے بیعت تھیں) کو علوم باطنی کے حصول میں تعلیم و تلقین فرمائی اور تکمیل کے درجہ پر پہونچا کر کشف و کرامات میں حضرت رابعہ بصریؒ کے قدم بقدم چلایا۔قرب و جوار ان کے فیض سے روز روشن کی طرح منور تھے۔آپ کی ہمشیرہ پر آپ کی ولایت اور کرامات کا ایسا اثر ہوا کہ مستجاب الدعوات ہو گئیں۔رسولی کے ساکنان آج بھی آپ کے مزار سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔

نقل ہے کہ شیخ غلام مسعود اور شیخ احمد بخش دونوں عبدالرحمن قندھاری رسالدار کے ساتھ دکن گئے ہوئے تھے اور وہاں سات سال سے مقیم تھے۔گھر والے دوری اور حال احوال نہ ملنے کی وجہ سے پریشان تھے۔ایک دن حضرت مولوی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ میری ہمشیرہ نے جو مستجاب الدعوات ہیں دعا مانگی تھی کہ یہ دونوں آدمی ساتھ خیریت واپس آجائیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی ہے۔دو تین دن بعد حضرت مولوی صاحبؒ کے کہنے کے بموجب عبدالرحمن خان رسالدار، شیخ غلام مسعود اور شیخ احمد بخش اپنے گھروں کو پہونچ گئے۔

نقل ہے کہ لکھنؤ میں ایک شخص علاء الدین جو عمارتیں بنانے کا کام کرتے تھے اور سمجھدار آدمی تھے انھوں نے خواب دیکھا کہ وہ ایک حوض میں گر پڑے ہیں اور باہر نکل نہیں پا رہے ہیں۔پھر دیکھا کہ ایک بزرگ نے انکو حوض سے باہر نکالا۔اس دن سے وہ ان بزرگ کی تلاش میں لگے ہوئے

تھے۔ اسد رمیان حضرت مولوی صاحبؒ سدھور سے لکھنو تشریف لائے۔ علاء الدین نے ایک جگہ آپ کو دیکھا تو وہی صورت نظر آئی جو خواب میں دیکھا تھا۔ وہ آپ کے قدموں میں گر پڑے اور بیعت کی درخواست کیا اور اپنے تمام متعلقین سمیت بیعت سے سرفراز ہوئے۔

نقل ہے کہ حافظ پیر محمد (نور باف) ساکن زید پور نے جو کہ عاشق ذاتِ کبریا تھے اور پیر کی تلاش میں سرگرداں تھے حضرت کا شہرہ سن کر بڑی ارادت اور اخلاص سے شرف قدمبوسی حاصل کیا اور بیعت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت نے علوم باطنی کی طرف ان کے شوق اور ولولہ کو دیکھ کر انکو اپنی عنایت سے تکمیل کو پہنچایا۔

نقل ہے کہ فضائل اثر حضرت شاہ نجیب اللہ سجادہ نشین حضرت برہان الواصلین، حجتہ الاسلام و الاراکین مخدوم شیخ علی قدسرہٗ جو کہ حضرت مولانا حافظ صاحب قدسرہٗ کے خاص مریدوں میں سے تھے، اور سید محمد عرف دیوانجیؒ نواسہ سید عبدالحیٔ مانک پوری کو ارادت باطنی کی تکمیل کروا کر طالبانِ علم کی تلقین و تعلیم کی اجازت دی۔ حضرت دیوانجی قدسرہٗ (سید محمدؒ) کا وصال ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۵۳ھ کو مانک پور کے قریب مصطفٰے آباد میں ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت خواجہ حبیب اللہ کشمیریؒ مرید خاص اور خلیفہ خاص حضرت سید السادات مجمع الحسنات سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدسرہٗ کے تھے لیکن ان کو تلقین و تعلیم پوری طور سے حضرت سید الساداتؒ سے حاصل نہیں ہوئی تھی زیادہ تر حضرت حافظ صاحبؒ کی خدمت میں ریاضت و ہدایت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ جب حضرت حافظ صاحبؒ کے قدموں کی برکت سے خواجہ صاحب کو علوم باطنی کا شوق زیادہ ہوا تو حضرت سید السادات کے ارشاد روحانی کے بموجب سدھور مولوی صاحبؒ کی خدمت میں آئے اور مولوی صاحبؒ نے سید الساداتؒ کے ارشاد باطنی کے بموجب ان کی تعلیم و تلقین علوم باطنی میں کما حقہ فرمائی۔ آپ اپنے وقت کے ولی کامل ہوئے اور کاملوں کی ہدایت پر مصروف ہوئے۔

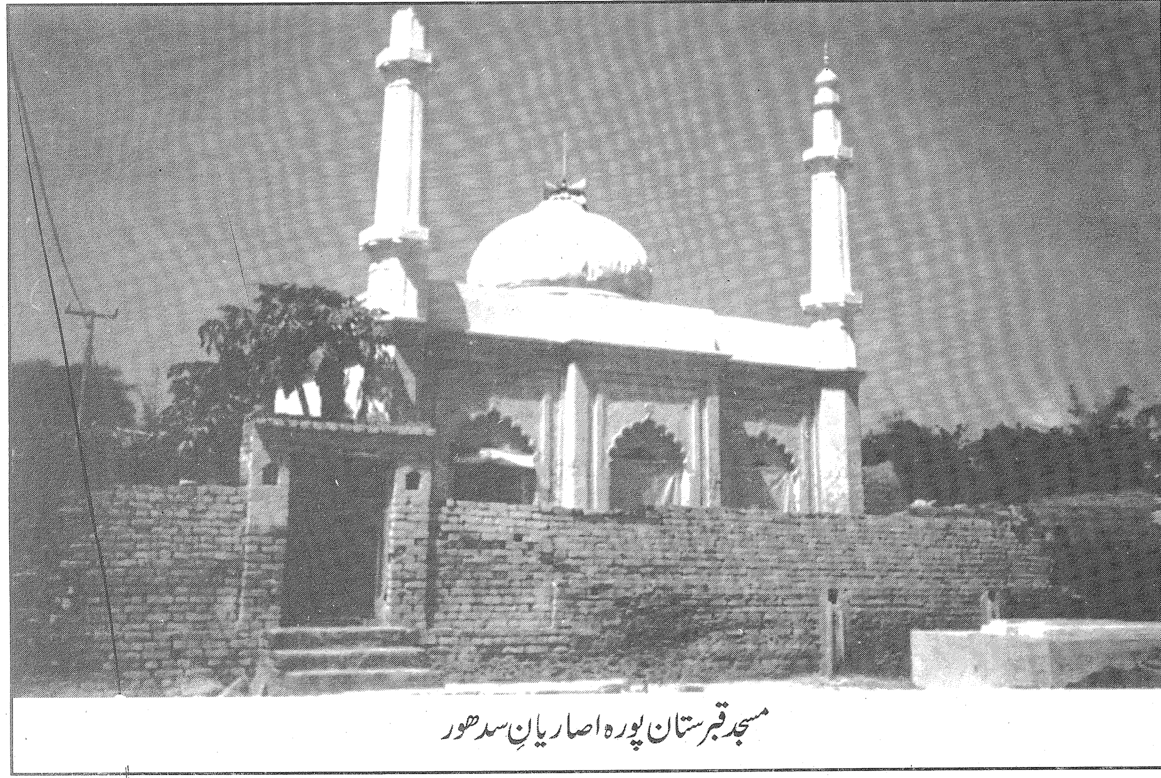
نقل ہے کہ حضرت مولوی حمایت اللہ صاحبؒ نے ایک روز کسی کتاب میں پڑھا کہ لکھا تھا کہ اگر

کوئی شخص زندگی میں ایک بار بے گناہ قید ہو جائے تو اس کے تمام عمر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔حضرت مولوی صاحب نے سوچا کہ اگر میں قید ہو جاؤں تو میرے تمام عمر کے گناہ ساقط ہو جائیں گے۔ یہ دعا فوراً ہی قبول ہوگئی۔ کسی کی شکایت پر نواب شجاع الدولہ نے پانچ سوار آپ کی گرفتاری کے لئے بھیجے۔انھوں نے آپ کو گرفتار کر کے نواب کے پاس بھیج دیا۔نواب کی والدہ یعنی ابوالمنصور خان کی بیوی حضرت شاہ فاخر قدس سرہٗ کی معتقد تھیں انھوں نے آپ کی گرفتاری کی خبر سن کر فوراً آپ کو رہائی دلائی اور اسی وقت آپ کو عزت اور احترام کے ساتھ سدھور روانہ کیا۔

نقل ہے کہ ایک دن شاہ حمایت اللہ صاحبؒ گھر میں تشریف فرما تھے کہ شیخ غلام غوث قدوائی اور غلام دستگیر رسولی سے تشریف لائے۔ان کے پاس ایک کتاب تھی جس کا آغاز اور آخری اوراق نہیں تھے۔اسطرح کتاب کا نام معلوم نہ تھا۔حضرت مولوی صاحب نے کتاب ان لوگوں کے ہاتھ سے لے لی اور کہا کہ کل آ کر اپنی کتاب لے لینا۔حضرت صاحب نے اسیوقت دیباچہ و خاتمہ کتاب اصل کے مطابق اپنی کرامات سے ترتیب دے دیا۔اور دوسری صبح مکمل کتاب انکو واپس کردی۔ وہ لوگ کتاب دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔حضرت نے فرمایا کہ میں نے اس کتاب کا دیباچہ اور خاتمہ مصنف سے پوچھ کر لکھا ہے۔وہ لوگ آپ کی ولایت کی قوت دیکھ کر دنگ رہ گئے۔

نقل ہے کی ایک روز مولوی حمایت اللہ صاحب اپنے دروازہ پر وظیفہ میں مشغول تھے۔اس سال باوجود موسمِ برسات کے بارش بالکل نہیں ہوئی تھی۔اس زمانہ میں مستان شاہ مجذوب آپ کے دروازہ پر حالتِ جذب و استغراق میں پڑے رہتے تھے۔ مولوی حمایت اللہؒ کے گھرانہ کے دوسرے لوگوں نے مجذوب موصوف سے جو کہ بزرگ کامل تھے بارش نہ ہونے کی شکایت کی۔اور کہا کہ بارش نہ ہونے سے خلق خدا سخت پریشان ہے۔مجذوب صاحب نے مولوی صاحب کی طرف اشارہ کر کے کہا ان ولی اللہ صاحب سے کہو۔اور خود آسمان کی طرف منہ کرلیا۔ ناگاہ ایک گھرا بادل آسمان پر نمودار ہوا۔اور بارش ہونا شروع ہوگئی۔اور پندرہ دن تک لگاتار ہوتی رہی۔

نقل ہے کہ ایک روز وہ مجذوب حالت جذب میں تھے۔مولوی صاحبؒ گھر کے اندر سے ان کے



مسجد قبرستان پورہ اصاریانِ سدھور

لئے خود کھانا لے کر آئے۔ اور انکو بڑی محبت سے کھلایا۔ مجذوب نے کہا مٹکہ پھوٹ گیا اور بتاشہ بیٹھ گیا۔ حضرت مولوی صاحبؒ نے فرمایا خدا خیر کرے مجذوب کا کہنا خالی از علت نہیں۔ دوسری صبح خبر ملی کہ غلام دستگیر کے چچا جو بہت موٹے اور لمبے قد کے تھے (مثل مٹکہ) اور غلام جیلانی جو شیریں بتاشہ کی طرح دبلے پتلے تھے اور علیم اللہ ساکن رسولی آپس میں لڑ کر مر گئے۔ تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ مجذوب کا کہنا اس بات کا پیش خیمہ تھا۔

نقل ہے کہ حدیقۂ ولایت، سر حلقۂ کرامت، برگزیدہ صفوت، مرشد مستحکم بہ شریعت وطریقت، مسلم بہ حقیقت ومعرفت یعنی حضرت مولوی صاحبؒ نے کبھی اپنی پختہ عادتیں ترک نہیں کیں۔ اور عدم استغنا کو امراء ورؤسا کی ملاقات سے ایسا روکا کہ تحریر میں نہیں آسکتا۔

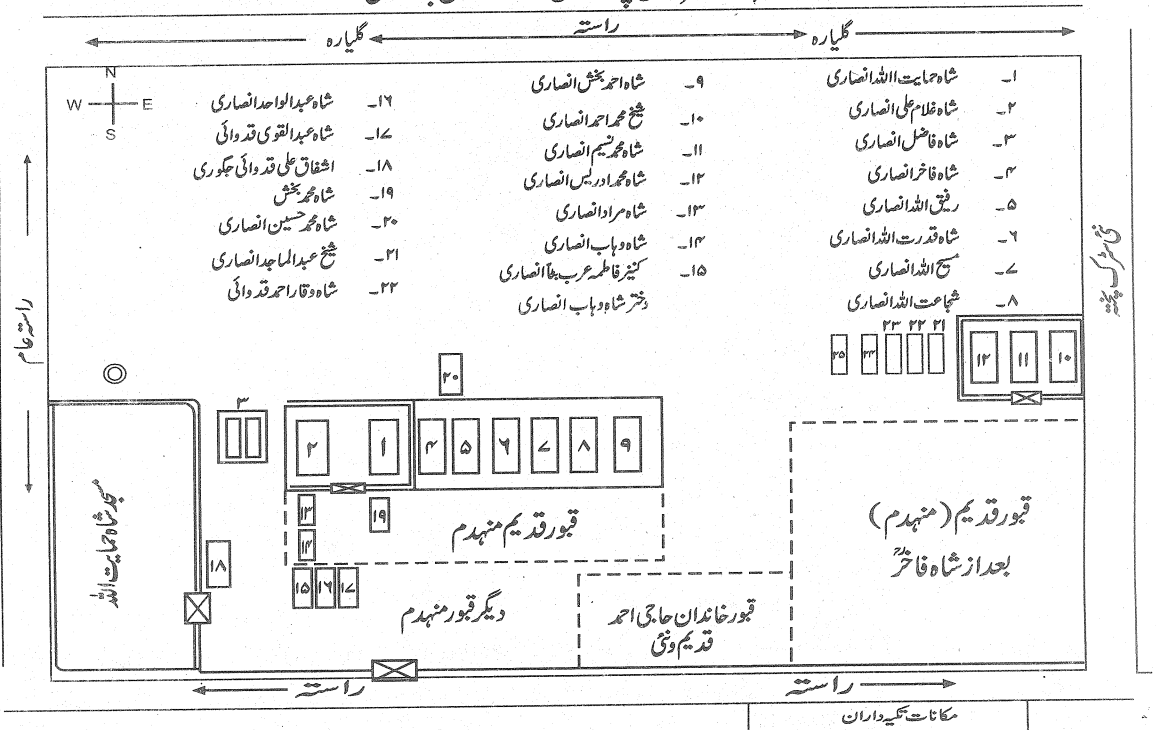
نقل ہے کہ آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں کمال ظہور کرامت کے ساتھ دسویں (۱۰) رمضان المبارک ۱۲۱۷ھ بروز بدھ زوال ظہر سے پہلے اس دنیاء فانی سے کوچ فرمایا۔ نماز جنازہ بعد مغرب ہوئی۔ آپ شیخ احمد بخش صاحب کے بنوائے ہوئے جزیرہ میں مدفون ہوئے۔ اسوقت جو واقعات رونما ہوئے ان میں سے ایک یہ کہ بوقت غسل انگلیاں پوروں پر اُسی طرح پھر رہی تھیں جس طرح آپ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں تمام علوم صوری ومعنوی حضرت شیخ الشیوخ غلام علی صاحب قدس سرہٗ کو سکھا دئے تھے۔ اور مرتبۂ ولایت وکرامت پر پہونچا دیا تھا۔ اور اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں مقبول کرا دیا تھا۔

کمالات حضرت خواجہ حبیب اللہ کشمیری قدس سرہٗ (خلیفہ مولوی شاہ حمایت اللہؒ)

نقل ہے کہ ایک محلہ میں ایک عورت پر مدت دراز سے جن کا آسیب تھا اور وہ عورت کسی طرح اس سے چھٹکارا نہیں پاتی تھی۔ اور وہ اس کے سر سے کسی طرح نہ جاتا تھا۔ لوگوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت فلاں عورت پر جن کا سایہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کی کرامات وبرکت سے دفع ہو جائیگا۔ وہ عورت مرنے کو پہونچ گئی ہے۔ جو اولاد اس کے یہاں ہوتی ہے دو تین ماہ میں مرجاتی ہے۔ حضرت نے اس بات کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ جب شیخ شجاعت علی

صاحب نے جو قادر بخش صاحب کے چچا تھے اور خواجہ صاحب کے خاص مریدوں میں سے تھے اس سلسلہ میں اپنے پیر سے بڑا اسرار کیا کہ یا حضرت اس عورت کا مجھ پر ہمسائیگی کا حق ہے اس کی کوئی تدبیر ضرور کریں۔ خواجہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے اس کام سے انکار تھا لیکن برخوردار کے پاسِ خاطر سے کوئی مذائقہ نہیں ہے۔ اسطرح خواجہ صاحب اور شیخ شجاعت علی صاحب ایک دن اس عورت کے مکان پر گئے اور عمل شروع کر دیا۔ وہ جن آپ کی ولایت کے زور سے حاضر ہو گیا۔ تین روز تک اس کے اور خواجہ صاحب کے درمیان گفتگو ہوتی رہی۔ جن کسی طرح راضی نہ ہوا۔ حضرت نے بڑی محبت سے گفتگو کی اور سمجھایا۔ جن اپنی قوم کا سردار تھا اس لئے حضرت کے ساتھ بڑی زور آزمائی کی۔ لیکن حضرت صاحب مرشد کامل تھے اور قوت باطنی رکھتے تھے۔ اس کی ایک بھی پیش نہ آئی اور لاچار ہو گیا۔ دو تین دن بعد حضرت خواجہ صاحب اس عورت کے مکان پر پھر گئے اور اس جن کو طلب کیا۔ جن حاضر ہو گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت کا کیا قصور کیا ہے۔ میں نے تو کسی طرح کا حرج اس عورت کے کاموں میں نہیں کیا ہے بلکہ پہلے سے اب تک میری وجہ سے فراغت سے گذرتی ہے۔ اور میں اس کے ہر کام کے لئے حاضر رہتا ہوں۔ اور اس عورت کی کھیتی باڑی میں بھی لگا رہتا ہوں۔ میری مشقت کی وجہ سے اس کے کھیتوں میں غلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ میں اس وقت پیلی بھیت کی ایک مسجد میں ایک کام میں مشغول تھا آپ کی ولایت کے زور سے کھینچا کھینچا یہاں پہونچا ہوں۔ اب جو حکم آپ کا ہو بجالاؤں۔ حضرت نے اپنی قوت باطنی اور کرامات ظاہر کر کے گرمئی ولایت سے اس جن پر پھونک ماری وہ بیہوش ہو گیا۔ اور بولا کہ اب مجھ میں ایسی جگہ ٹھہرنے کی زیادہ طاقت نہیں ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بہتر یہی ہے کہ اسی وقت چلے جاؤ ورنہ تمھارے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔ جن نے کہا بہت خوب میں جا رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ اب اس عورت کی اولاد کو کوئی نقصان نہ پہونچے۔ اس نے کہا کہ اس عورت کے جو بچہ مر گئے وہ اللہ کا حکم تھا اس میں چارہ نہیں ہے۔ اصل میں اس عورت کو ایک بیماری لاحق ہے جس میں بچہ مر جاتے

نقشہ قبرستان پورے شیخ - سدھور، ضلع بارہ بنکی



ہیں۔ معلوم کیا گیا تو واقعی وہ عورت اس بیماری میں مبتلاء پائی گئی۔ اس طرح وہ عورت جن کے اثر سے تو محفوظ ہوگئی لیکن بچہ اسکے پھر بھی نہ بچے۔ اور آخر کار اسی بیماری میں اس کا انتقال ہوگیا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت خواجہ صاحب قادر بخش صاحب کے دروازہ پر مراقبہ میں مشغول تھے کہ ایک نائی کا لڑکا ادھر سے گذرا۔ اس پر کوئی آسیب تھا۔ حضرت نے اپنی کرامات اور مراقبہ سے معلوم کرلیا کہ اس پر آسیب ہے۔ حضرت نے ایک چیخ مراقبہ ہی میں ماری جس سے ڈر کر وہ لڑکا بھاگ نکلا۔ حضرت نے فرمایا اس لڑکے کو یہاں لایا جائے۔ حاضرین اس لڑکے کو پکڑ کر لے آئے۔ آپ نے اس آسیب پر ضرب الااللہ کی ماری تاکہ آسیب جل جائے۔ اس پر اس جن نے کہا میں جلا میں جلا اب کبھی اس بچہ کے پاس نہیں پھٹکونگا۔ اسی وقت چلا جاتا ہوں۔ حضرت میرا قصور معاف فرمائیں۔ غرضکہ اس بچہ نے آپ کی کرامات باطنی سے اس آسیب سے نجات پائی۔ اس لڑکے پر جلنے کے نشانات جو اس ضرب الااللہ کے پڑ گئے تھے باقی رہے۔ اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہوئے جن کا بیان بہت طویل ہے۔

حضرت خواجہ حبیب اللہؒ کا انتقال لکھنو میں ۲۵ ذیقعدہ ۱۲۳۶ھ کو ہوا۔ کربلاء قدیم میں جنوب کی طرف سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا مزار زیارت گاہ خاص وعام ہے۔ خواجہ صاحب کے تین بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے میاں غلام مصطفٰے جو ایک درویش صاحب کمال و جمال ہوئے۔ دوسرے بیٹے میاں گٹو جو اپنے وقت کے مجذوب کامل تھے۔ ان سے بہت سارے کمالات ظاہر ہوئے۔ تیسرے بیٹے احمد علی صاحب جو کی روزگار پیشہ تھے اور نہایت نیک دل سلجھے ہوئے انسان تھے۔

شیخ شجاعت علی انصاری قدس سرہٗ (خلیفہ خواجہ حبیب اللہ کشمیریؒ)

نقل ہے کہ شیخ شجاعت علی انصاری قدس سرہٗ ایک مرد صالح عابد اور متقی تھے۔ انھوں نے شیخ الشیوخ غلام علی قدس سرہٗ سے بیعت کی درخواست کی۔ شیخ الشیوخ غلام علی صاحبؒ نے معاملات کے معائنہ کے بعد فرمایا کہ تمھارا حصہ خواجہ حبیب اللہؒ کے پاس ہے۔ وہیں جاؤ۔ شیخ شجاعت علی انصاریؒ پوری ارادت اور عقیدت کے ساتھ خواجہ حبیب اللہؒ کے پاس پہونچے اور حضرت خواجہ حبیب اللہؒ

نے ان کو حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہُ کے روحانی اشارہ سے بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ تکمیل مدارج کرائے۔ اور اپنا خاص لباس عطا فرما کر شیخ شجاع الدین خطاب دیا۔ اور خلافت اور برکتیں تمام خانوادوں کی عطا فرمائیں۔

نقل ہے کہ شیخ شجاعت علی قدس سرہُ کے پاس ایک شخص جن کے آسیب کو دور کرنے کا تعویز لینے آیا۔ شجاعت علی قدس سرہُ اس آدمی کے ساتھ اس اس کے گھر گئے۔ اس جن نے جب شیخ شجاعت علیؒ کی قوت باطنی سے چھٹکارا پانے کی کوئی صورت نہ دیکھی اور بڑا پریشان ہوا اور ان کے ہاتھ سے اپنا بچاؤ نہ پاکر اس نے کہا کہ تم اپنے جدِ شاہ محمد فاخرؒ کا قول اور وعدہ بھول گئے ہو۔ اگر تم کو اعتبار نہ ہو تو میرے پاس تمھارے جد کا دستخطی اور مہر لگا ہوا عہد نامہ ہے تم کو دکھاؤں، اس پر انھوں نے کہا لاؤ دکھاؤ۔ اس جن نے اسی وقت وہ عہد نامہ لاکر حاضر کر دیا۔ اس عہد نامہ پر دستخط اور مہر موجود تھی۔۔ اس جن کو غزلیات دیوانِ حافظ قصائد عرفی وغیرہ زبانی یاد تھے جو اس نے کتابوں سے پڑھے ہوئے تھے۔ شاہ شجاعت علی قدس سرہُ اس کی فصاحت وبلاغت سے بڑے خوش ہوئے۔ اس کے بعد اس جن نے بڑی ردوقد کے بعد ان سے کہا کہ آپ میرے ساتھ بڑی زیادتی کر رہے ہیں۔ اس سے پہلے بھی میں ایک دن ایک عورت کے ساتھ حضرت مولوی حمایت اللہؒ کے مزار پر گیا تھا۔ وہاں تمھارے پیر ومرشد شیخ غلام علی انصاری قدس سرہُ نے رسی کے لچھے سے چار چوٹ میرے بدن پر ماری تھیں۔ دیکھ لیجئے اس کا نشان ابھی تک میرے بدن پر موجود ہے۔ لیکن شیخ غلام علی قدس سرہُ پیدائشی ولی ہیں اور ہماری قوم اجنہ بھی حضرت کی معتقد ہے۔ جس طرح وہ تمھارے پیر ہیں ایسے ہی وہ ہمارے بھی پیر ومرشد ہیں۔ اسوجہ سے ان پر ہمارا اختیار نہیں ہے۔ سیکڑوں اولیاء حضرت کے ناز بردار اور آپ کے گرد حلقۂ حفاظت کھینچے ہیں۔ لیکن میں جن بھی بڑا ضدی ہوں اور جو کچھ کر رہا ہوں کرتا رہونگا۔ شیخ شجاعت علی قدس سرہُ اور قادر بخش صاحب نے جو اس وقت انکے ساتھ موجود تھے دیکھا کہ رسی کی مار کے نشان جن کے بدن پر موجود ہیں، جن نے یہ بھی کہا کہ یہ مار کے نشان ہمارے بدن پر شیخ غلام علی قدس سرہُ کے کہنے کے بموجب قیامت تک رہیں گے۔ آخر کار

بڑی بحث بحثی کے بعد اس جن نے اس گھر سے اپنا اثر اٹھالیا۔ نقل ہے کہ حضرت شیخ شجاعت علی قدس سرہٗ عین جوانی کے عالم میں ۳ جماد الثانی ۱۲۴۴ھ کو انتقال فرما گئے۔ ان کا مزار پورہ میں اپنے جد کے مزار کے احاطہ میں مشرق کی طرف ہے۔ انھوں نے ۳۶ سال عمر پائی۔ اپنی زندگی میں ایک بار کسی حادثہ کے سبب میراثیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ قید خانہ میں دن رات مراقبہ اور مشاہدہ میں مصروف رہتے تھے۔ اور اذکار و اشغال کرتے رہتے تھے۔ ایک دن ان لوگوں نے آپ پر غصہ گرمی کیا لیکن آپ نے صبر کیا۔ اسی رات شجاعت علی قدس سرہٗ کی کرامات سے میراثیوں کو کچھ تکلیف پہونچ گئی۔ وہ سب آپ سے ڈر کر معتقد ہو گئے۔ فوراً آپ کو رہا کر دیا۔ اور قید کے بجائے خدمت گذاری میں لگ گئے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ قید سے آپ کو رہائی کیسے ملی؟ انھوں نے کہا کہ کفار کی قید میرے گناہوں کا کفارہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قید کرایا تھا اسی نے رہائی دلائی۔

شیخ الشیوخ حضرت غلام علی قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ماہ ربیع الاول ۱۱۸۱ھ میں ہوئی۔ 'غلام علی' آپ کا تاریخی نام ہے۔ اس کے حروف سے آپ کا سن ولادت نکلتا ہے۔ پیدائش کے وقت آپ کی زبان مبارک پر ذکر اللہ جاری تھا۔ اور بھوک کے وقت اللہ اللہ کہہ کر روتے تھے۔ جس سے آپ کی والدہ محترمہ کو آپ کی بھوک کا علم ہو جاتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ محمد روشن بن قاضی محمد زمان کی بیٹی تھیں۔ جو کہ بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے وقت میں سدھور میں بطور قاضی متعین تھے۔ محترمہ بڑی عابدہ، زاہدہ اور روحانیت میں درجہ کمال رکھتی تھیں۔ آپ کی والدہ صاحبہ کا سلسلہ نسب کچھ یوں تھا کہ آپ حضرت شاہ حمید الدین ابدال بھلولی قدس سرہٗ کے حقیقی بھائی ابو یوسف کی اولاد سے تھیں۔

ذکر شاہ حمید الدین ابدالؒ

آپ شاہ میر لاہوریؒ کے خلیفہ خاص اور ابدال وقت تھے۔ آپ شیخ کبیر چشتی صدیقیؒ کی اولاد میں سے تھے۔ اور بڑے عارف، کامل اور اپنے وقت کے مانے ہوئے ولی اللہ تھے۔ آپ کا مزار قصبہ

بھلول میں جنوب کی جانب ہے۔ آپ کا معمول تھا کہ کچی مٹی کے بدھنے کو الٹا کر کے اس پر بیٹھتے تھے۔ (یعنی اپنی کرامت سے بالکل بے وزن ہو جاتے تھے) ایک روز جب کہ آپ اپنے پیر کی خدمت میں لاہور میں حاضر تھے ایک وقت اپنے حجرہ میں گئے۔ کنار کے درخت کو جو کہ بھلول میں آپ کے گھر میں تھا اپنے لاہور کے حجرہ میں طلب کر لیا۔ جب حجرہ سے باہر آئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کنار کی پھلیاں آپ کے حجرہ میں کہاں سے آئیں؟ آپ نے جواباً میں فرمایا کہ بھلول میں میرے گھر میں کنار کا درخت ہے۔ ہمسایہ کے بچے توڑ کر کھا رہے تھے میں نے اس میں سے اپنا حصہ لے لیا۔ لوگ اس روز سے حمید الدین ابدال کے اور بھی معتقد ہو گئے۔ علاوہ قصبہ کے چودھریوں کے جو قصبہ بھلول میں رہتے تھے۔ اور آپ کو اکثر پریشان کرتے رہتے تھے۔ آپ نے بڑے عرصہ تک ان لوگوں کی ریشہ دوانیوں پر صبر کیا لیکن وہ لوگ پھر بھی باز نہ آئے۔ آخر کار تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق آپ نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں شکایت کی۔ دربار سے حکم ہوا کہ چالیس ابدال یعنی ایک حمید الدین اور ۳۹ دوسرے جا کر خطۂ بھلول کو تہس نہس کر دیں۔ یہاں تک کہ اس کا نام ونشان زمین پر باقی نہ رہ جائے۔ راستہ میں ان ابدال حضرات اور سلطان العاشقین سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی روح سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ کی روح پرنور نے ان ابدالوں سے حال دریافت کیا۔ ابدالوں نے بتایا کہ حضور رسالت پناہ ﷺ کی جانب سے خطۂ بھلول کی تباہی کا حکم ہوا ہے وہیں جا رہے ہیں۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے ابدالوں سے کہا کہ تھوڑی دیر ٹھہرو میں رسالت پناہ ﷺ کے دربار میں حاضر ہونے جا رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت امام حسینؓ کے ذریعہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ بھلول کے لوگ میرے مرید (متوسل) ہیں۔ حضور ان کی غلطی معاف فرمائیں۔ حضرت سلطان سید اشرف سمنانیؒ کی سفارش سے چودھریوں کی خطا معاف ہوئی۔ صبح چودھریان قصبہ بھلول حاضر ہوئے اور اپنی غلطیوں کی معافی چاہی۔ حضرت ابدال نے کہا کہ اگر حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں تمہاری سفارش نہ کرتے تو تم لوگ تباہ و برباد ہو

جاتے۔حضرت ابدال تین بھائی تھے۔ایک دن ان کے بڑے بھائی شیخ بایزید نے حضرت حمید الدین ابدال سے کہا کہ ابو یوسف یعنی چھوٹے بھائی مجھے والد کی املاک سے کچھ حصہ نہیں دیتے ہیں۔حضرت حمید الدین ابدال نے فرمایا کہ ہم اور تم املاک کا حصہ لیکر کیا کریں گے میں اور آپ تو لاولد ہیں۔ابو یوسف ہی والد کی میراث کا مالک ہے۔باوجودیکہ اس وقت شیخ بایزید کے اولاد تھی۔لیکن بعد میں ایسا ہوا کہ ان کی ساری اولادیں یکے بعد دیگرے فوت ہوگئیں۔اور شیخ حمید الدین ابدال کی بات کہ ہم دونوں تو لاولد ہیں صحیح ہوگئی۔صرف ابو یوسف کی اولاد رہ گئی۔(شیخ محمد روشن بن قاضی محمد زمان بن ابو یوسف) شیخ حمید الدین قدس سرہٗ کا مزار مبارک شیخ پور مضافات قصبہ بھلول میں بڑی سڑک پر واقع ہے۔اور زیارت گاہ خلائق ہے۔حضرت حمید الدین ابدالؒ کی وفات ۲۰ ربیع الثانی کو ہوئی۔

ذکر شاہ نظام الدین مست ملقب پہلوان مجذوب قدس سرہٗ

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہٗ کے زمانہ میں شاہ نظام الدین مست بڑے کشف و کرامات والے سدھور میں موجود تھے۔وہ زید پور میں ایک سیدزادہ پر عاشق تھے۔اس کی صورت دیکھ کر اللہ کے نور میں غرق رہتے تھے۔لہٰذا ہر روز سدھور سے زید پور جاتے تھے اور واپس آتے تھے۔ایک روز اس لڑکے کا انتقال ہوگیا۔مجذوب صاحب حسب معمول زید پور گئے تو لوگوں نے بتایا کہ لڑکے کا انتقال ہوگیا ہے۔مجذوب صاحب لڑکے کی میت کے پاس گئے اور فرمایا کہ اے لڑکے اٹھ کھڑا ہو دس سال میری عمر کے جو باقی ہیں میں نے تم کو دیئے۔ان کی کرامات سے وہ لڑکا زندہ ہو گیا۔مجذوب صاحب خود سدھور واپس آگئے۔اور حاکم وقت سے کہا کہ مجھ کو تھوڑی زمین دے دو۔اس نے کہا حاضر ہے جو جگہ آپ پسند فرمائیں۔آپ وہاں سے اٹھے اور برگد کے درخت کے نیچے بڑی سڑک پر قصبہ سدھور کی آبادی کے جنوبی کنارہ پر جہاں چوکیدار (سپاہی) رہتے تھے آئے اور لیٹ گئے۔لوگوں نے سمجھا کہ سو رہے ہیں۔غرضکہ اسی کیفیت میں انتقال فرمایا۔آپ کا مزار اسی جگہ پر زیارت گاہ خلق ہے۔اور اس برگد کی شاخیں اس مزار پر سایہ فگن ہیں۔

اتفاق سے کچھ دنوں بعد اس لڑکے کا والد قصبہ بھلول میں شاہ حمید الدینؒ کے پاس آیا۔ آپ نے پوچھا اپنے لڑکے کی شادی کیوں نہیں کی؟ لڑکے کے باپ نے کہا کہ شاہ نظام الدین مست مجذوبؒ نے اپنی زندگی میں سے دس سال اس کو دئے تھے۔ اس مختصر مدت کے لئے کوئی اپنی لڑکی اس کو نہیں دیتا ہے۔ حضرت ابدال نے اپنے کشف روحانی سے اس کا معائنہ کیا اور اس لڑکے کے لئے لمبی عمر کی دعا کی اور فرمایا کہ فقیروں کا وزن تین گنا ہوتا ہے۔ یعنی اس لڑکے کی عمر تیس سال اور ہے۔ فوراً اپنے بیٹے کی شادی کر دو۔ بعد میں اس لڑکے کی شادی ہو گئی۔ اس کی اولاد زید پور میں اب بھی موجود ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن وہ مجذوب سدھور میں جامع مسجد میں بیٹھے تھے۔ اتفاق سے عبدالحکیم صدیقی نامی ایک صاحب وہاں پہونچے تو انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے مجذوب صاحب ایک چھوٹے سے گھڑے میں شراب اور گود میں سور کا بچہ لئے بیٹھے ہیں۔ اور شراب پی رہے ہیں۔ عبدالحکیم صاحب یہ دیکھ کر مکدر ہوئے کہ مجذوب صاحب مسجد میں بیٹھ کر لغو اور خلاف شرع حرکت کر رہے ہیں۔ انھوں نے مجذوب صاحب سے کہا اٹھو باہر نکلو یہ تم نے مسجد میں کیا خرافات پھیلا رکھا ہے۔ مجذوب نے جواب میں کہا کیا تم اندھے ہو دیکھتے نہیں یہ کیا ہے؟ انھوں نے غور سے دیکھا تو گھڑے میں دودھ اور گود میں بکری کا بچہ بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ بہت شرمندہ ہوئے۔ کہتے ہیں کچھ عرصہ بعد وہ نابینا ہو گئے۔ اس وقت سے ان کی اولاد میں یہ اثر ہے کہ پچاس سال کی عمر ہونے پر آنکھ کی روشنی جاتی رہتی ہے۔ ہر شخص کو کامل درویشوں سے احتیاط کرنی چاہئے۔ ورنہ نقصان ہونے کا اندیشہ ہے۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ حضرت غلام علی قدس سرہٗ کی ولادت کے بعد جب رمضان کا مہینہ آیا تو وہ دن میں دودھ نہ پیتے تھے۔ عورتوں کو بڑی فکر ہوئی کہ شاید ایسا کسی بیماری کی وجہ سے ہے۔ دوا کھلانے کی کوشش کی وہ بھی نہ کھائی۔ افطار کے وقت دودھ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس طرح سارا مہینہ گذر گیا۔ کہتے ہیں کہ پانچ سال کی عمر سے ہی آپ سے کرامات کا ظہور شروع ہو گیا تھا۔

حضرت مخدوم علی خواجگی کٹہ نواز قدسرہٗ نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا کہ میری اولاد میں دس پشت کے بعد ایک فرزند مادرزاد ولی پیدا ہوگا۔ یہ پیش گوئی حضرت شیخ الشیوخ کے بارے میں تھی۔ جن کی ذات والا سے ایک عالم منور ہوا۔

نقل ہے کہ جب شیخ الشیوخ غلام علی قدسرہٗ چھ سال کے تھے اس وقت آپ کی والدہ صاحبہ ہمیشہ نماز تہجد کے بعد مراقبہ فرماتی تھیں۔ آپ بھی والدہ محترمہ کے پہلو میں بیٹھ کر مراقبہ فرمایا کرتے تھے۔ سات سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھتے تھے۔ اور تمام فرض نمازیں پابندی سے ادا کرتے تھے۔ والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد قبلہ والد صاحب یعنی شاہ حمایت اللہ قدسرہٗ نے ذکر واشغال اور رموزِ باطنی کی تربیت دی۔ روز بروز حضرت شیخ الشیوخؒ کو علوم باطنی میں دلچسپی بڑھتی گئی۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ نے پیدائش سے وفات تک لذیذ کھانوں مثلاً چڑیوں یا بکری کا گوشت وغیرہ اور تر ترکاری اور اس سے متعلق جو چیزیں ہیں کبھی نہیں کھائیں۔ صرف گیہوں کی روٹی دال ماش و مونگ اور ارہر بغیر دھلی، بغیر مسالہ والی شوق سے کھاتے تھے۔ سرسوں کا تیل، دودھ اور میٹھی کھیر اگر کوئی پیش کرتا تو اس سے انکار نہیں کرتے تھے۔

نقل ہے کہ بچپن میں شوربہ چٹانے کی رسم جو ہندوستان میں مسلمانوں میں عام تھی اس کو گھر والوں نے کرنے کی کوشش کی۔ اتفاق سے اس وقت حضرت حافظ جمال اللہ قدسرہٗ سدھور میں موجود تھے۔ لوگوں نے ان سے کہا کہ شیخ الشیوخ کو کسی قسم کے لذیذ کھانوں سے رغبت نہیں ہے۔ شاید آپ کی توجہ باطنی سے ان کو لذیذ کھانوں سے رغبت ہو جائے۔ حضرت حافظ صاحب نے فرمایا کہ گوشت کو فیرینی میں ملا کر کھلا دیں۔ لیکن حضرت غلام علی قدسرہٗ نے اس پر بھی توجہ نہ کی۔ لوگوں نے حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں سارا حال بیان کیا۔ حضرت حافظ صاحبؒ نے فرمایا یہ سارے آثار ولایت کے ہیں۔ بعض پہلے اولیاء نے بھی یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور اسی طرح یعنی ترک حیوانات جمالی وجلالی کر کے نفس امارہ کو کمزور کیا۔ اللہ کی عنایت اور رسول اللہ ﷺ کی توجہ

سے چھتیس سال (۳۶) کی عمر میں اپنے پیشواؤں کی سب نعمتیں خلوت اور جلوت میں ہر وقت اپنے والد شاہ حمایت اللہ قدس سرہٗ سے حاصل کرلیں۔ اسی سال ریاضت وعبادت اوراذکار واشغال میں پورے ہو گئے۔ کوئی شمہ باطنی نکتوں کے حصول میں باقی نہیں رہا۔ اور پرانے سرمایہ (علمی و روحانی) کواپنی کرامت اور قوتِ ولایت سے اس طرح ظاہر کیا اوراس پر جلوہ افروز ہوئے کہ اس کا بیان کرنا بہت مشکل ہے۔

نقل ہے کہ اپنے والد محترم مولوی حمایت اللہ صاحب قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد وہ مُتوَکّلِ ابرار، وہ متصرّفِ اَسرار، وہ رُکنِ محترم، وہ قبلہء محتشم، وہ چراغ شرع وملت، وہ شمع دین ودولت، وہ عمان (سمندر) جوہر المعانی، وہ عالم بحقیقت وخاطر طریقت، وہ سید الاولیاء وہ عمدۃ الاشقیا، وہ مخدوم معظم یعنی حضرت شیخ الشیوخ غلام علی صاحبؒ سیوّم کی محفل میں جو کہ ۱۲ رمضان کو ہوئی جو اردو دیار کے تمام معززین کے سامنے اپنے والد صاحب کا خرقہ پہن کر مسند عظمت وجلالت و جادہٗ شریعت و طریقت پر بیٹھے۔ اور گمراہوں کو ہدایت کا راستہ دکھایا۔ اس آیت کریمہ کے بموجب کہ "اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور پاک لوگوں کو محبوب رکھتا ہے"

اکثر طالبان صادق اور معتقدین نے شرف بیعت کے لئے استدعا کی۔ حضرت نے ایک سال تک قبول نہ کی۔ اپنے والد ماجد کے پہلے عرس کے دن یعنی موٴرخہ ۱۰ رمضان ۱۲۱۸ھ اپنے والد ماجد کے روحانی ارشاد کے بموجب شیخ محمد بخش، انکی اہلیہ اور چند دوسرے لوگوں کو بیعت کیا۔ خصوصاً حسب اجازت مولوی صاحبؒ مدار بخش ولد حافظ پیر محمد نور باف زید پوری کو خرقہٴخلافت خاندانی اور اپنے لباس خاص کا کرتا عطا فرمایا۔ اور طالبان کو تلقین وارشاد کی اجازت دی۔ لیکن مدار بخش صاحب نے مرشد کے ادب کے لحاظ سے کسی کو بیعت نہیں کیا۔ ہمیشہ خود کو زہد و تقویٰ اور مجاہدہ میں لگائے رکھا۔ (چونکہ خلافت دیتے وقت بزرگوں کے دستور کے مطابق مرشد کی دستخطی سند خلافت نہیں تھی اس لئے ۱۲ سال تک مدار بخش کی خلافت پر بحث رہی۔ شیخ الشیوخ کی مجلس میں کسی نے ذکر کیا کہ مدار بخش کو مثالی (تحریری سند) عطا نہیں ہوئی، حضرت نے فرمایا کہ

اولیاء اللہ کے لئے زندگی اور موت سب برابر ہے، سند خلافت ملنا مشکل نہیں ہے۔ اب مل جائیگی۔ یہ سب اس لئے تھا کیونکہ آپ نے خلافت اپنے والد محترم شیخ حمایت اللہ قدسرہٗ کے روحانی اشارہ پر انکی طرف سے دی تھی۔ جن کا کہ اس وقت انتقال ہو چکا تھا۔ چنانچہ خلیفہ مدار بخش نے اسی رات جب کہ وہ زید پور میں تھے خواب میں مولوی حمایت اللہ صاحب قدسرہٗ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ واقعی تم کو سند خلافت نہیں دی گئی تھی۔ تم چونکہ پڑھے لکھے نہ تھے اور علوم دنیاوی میں مہارت نہ رکھتے تھے لہٰذا تمھاری تحریری صندیہ ہے۔ اور خواب ہی میں سند خلافت انکو دے دی۔

"شیخ مدار بخش نورباف فقیر زید پوری کو نعمت سے پُر کیا۔ شاہ حمایت للہ محبوب اللہ سدھوری" خلیفہ مدار بخش خواب سے بیدار ہوئے اور صبح زید پور سے حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خواب کا حال بیان کیا۔ حضرت شیخ الشیوخ نے سر آنکھوں پر اس بات کی تصدیق کی۔ خلیفہ مدار بخش نے اس کے بعد زید پور کی سکونت ترک کر دی کچھ دنوں رسولی، نواب گنج اور اسمٰعیل گنج میں رہے۔ اس کے بعد حضرت مولوی صاحب قدسرہٗ کے ارشاد روحانی کے بموجب قصبہ سدھور میں رہائش پذیر ہو گئے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ کے عادات و معمولات انکے والد ماجد مولوی صاحب قدسرہٗ کے قدم بقدم اس طرح تھے کہ کبھی فرض نمازیں بغیر جماعت تنہا نہیں پڑھتے تھے۔ فجر کی نماز مسجد علی اوباز میں ادا کرتے اور والد ماجد کی مزار مبارک پر تشریف لے جاتے۔ اشراق کی نماز کے بعد مزار کے کٹہرہ میں مراقبہ فرماتے اس کے بعد کچھ دیر تلاوت کلام پاک کرتے۔ پھر دن چڑھے خانقاہ میں تشریف لاتے۔ اور چاشت کی نماز پڑھتے۔ اور اس کے بعد حاضرین کو اولیا اللہ کے احوال کا ذکر اور تفسیر کلام پاک سے مستفیض فرماتے۔ اس کے بعد محلّہ اور قصبہ کے مریضوں کی عیادت کو جاتے۔ واپس آکر قریب دوپہر کھانا کھاتے اور دو تین گھڑی آرام فرماتے۔ بعد زوال گھر کی ضروریات سے فراغت حاصل کرتے اور پھر محلّہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا کرتے تھے۔ اس کے بعد خانقاہ کے دروازہ سے ہو کر تشریف لاتے۔ وظیفہ سے فارغ ہو کر مطالعہ تفسیر و حدیث اور

احوال بزرگان ، دینی کتب اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ) وغیرہ پڑھنے میں مصروف ہو جاتے۔اور کسی شخص سے دنیاوی باتیں نہ کرتے۔اس کے بعد عصر کے وقت جب کہ دن کا ایک پاس" یا کم زیادہ باقی ہوتا تو مسجد پورہ میں اپنے والد کے مزار پر جاتے۔وہاں پر جماعت سے عصر کی نماز ادا کرتے اور بعد میں اپنے والد کے مزار کے کٹہرہ میں مراقبہ میں مشغول ہو جاتے۔پھر طالبان کی تعلیم روحانی پر توجہ کرتے۔اس کے بعد وہیں نماز مغرب با جماعت ادا کرتے۔اور دو گھڑی رات گذر جانے کے بعد خانقاہ واپس آتے۔ معمول کے وظائف ادا کرتے پھر گھر کے اندر تشریف لے جاتے۔کھانا کھاتے دو چار گھڑی گھر والوں سے گفتگو کرتے اس کے بعد محلّہ کی مسجد علی اوباز دؒ میں عشاء کی نماز ادا کرتے۔اس کے بعد پھاٹک سے خانقاہ میں داخل ہوتے اور آدھا گھنٹہ وظائف میں مشغول رہتے۔اس کے بعد تمام موجود اشخاص سے بات چیت کرتے اور انکی مشکلات کے سلسلہ میں ہدایات دیتے۔اس کے بعد گھر جا کر سو جاتے۔آدھی رات گذرتے ہی اٹھ جاتے اور ذکر و شغل (اوراد و ظائف) میں مشغول ہو جاتے۔پھر نماز تہجد ادا کرتے۔صبح کے وقت محلّہ کی مسجد میں تشریف لے جاتے اور فجر کی نماز ادا کرتے۔اس درمیان اگر کسی کے مرنے کی خبر ملتی تو فوراً نماز جنازہ میں شرکت کے لئے تیار ہو جاتے۔اس معاملہ میں شدت اختیار کرتے اور جاڑا گرمی اور برسات کا کوئی خیال نہ کرتے۔

اکثر جمعرات کے دن بزرگوں کے مزارات پر مثلاً حضرت مخدوم شیخ خیر الدین دریا نثارؒ، حضرت مخدوم شیخ علی اوباز دؒ، مخدوم قاضی قطبؒ ،اور گل رُخ و شاہ رُخ جو سید سالار مسعود غازیؒ کے عہد کے شہید تھے جن کے مزار سدھور کے شمال مغرب کی جانب واقع ہیں اور مزارات حضرت راجہ عبد الحییؒ ، راجہ بندگیؒ اور حضرت عبدالحیی شہیدؒ جو کہ مزار حضرت مخدوم شیخ علیؒ کے کٹہرہ میں مشرق کی طرف ہیں حاضری دیتے اور ان حضرات کے کمالات و اوصاف اپنی زبان مبارک سے بیان فرماتے۔اس کے علاوہ حضرت نظام الدین پہلوان مجذوب مست وغیرہم قدس سرہما کے مزار پر جاتے۔دو چار گھڑی مراقبہ فرماتے اور ان بزرگوں کے کرامات کے نور سے فیضیاب

ہوتے۔آپ جب بھی دوسرے قصبوں دیہاتوں یا شہر لکھنو جاتے تو زندہ موجود بزرگوں کی زیارت کرتے اور بزرگان دین کے مزارات پر حاضری دیتے۔

نقل ہے کہ رسولی میں ایک دفعہ اپنی چچی یعنی والدہ غلام مسعود کے مزار پر مراقبہ فرمایا اور اپنی کرامات باطنی سے ان کا حال دیکھ کر خوش ہوئے۔مرحومہ کے حالات بیان فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ وہ ۹۲ سال کی عمر میں بیمار ہوئیں۔اسوقت حضرت شیخ الشیوخ کو کشف باطنی سے معلوم ہوگیا تھا کہ انکا آخری وقت قریب آ گیا ہے اس لئے آپ انتقال سے ایک ماہ قبل رسولی تشریف لے آئے تھے۔مرحومہ نے اپنی بیماری کے دوران چالیس دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا اور استغراق اور محویت کی کیفیت میں تھیں۔ متعلقین نے چاہا کہ مخدومہ کچھ کھا پی لیں تا کہ سب کو تسلی ہو۔کیونکہ مخدومہ کی زندگی ان سب کے لئے باعث دافع بلیات ودافع مشکلات تھی۔مخدومہ نے شیخ الشیوخ سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ آپ نے کسی کتاب میں دیکھا تھا کہ حضرت رابعہ بصریؒ نے بیماری کے دوران چالیس روز تک کچھ کھایا پیا نہ تھا۔حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ آپ صحیح فرما رہی ہیں ایسا ہی ہوا تھا۔اس کے بعد شیخ الشیوخ نے حاضرین سے فرمایا کہ مخدومہ سے اس سلسلہ میں اصرار نہ کیا جائے۔اس دوران مخدومہ مستقل خاموش رہیں۔یہاں تک کہ مخدومہ نے چالیس دن بغیر کچھ کھائے پیے اور خاموش رہکر گذار دیئے۔بڑی کرامتوں کے ظاہر ہونے کے بعد ۱۸ ذی الحج ۱۲۳۶ھ کو آپ نے انتقال فرمایا۔مسجد اور امام باڑہ جو آپ کے فرزند شیخ مسعود نے بنوایا تھا اس کے صحن میں تدفین ہوئی۔آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔آپ کا فاتحہ "جیفرات" اور کھیر پر ہوتا ہے۔آپ کے فاتحہ کی برکت سے بڑی مشکلات فوراً آسان ہو جاتی ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ شیخ الشیوخؒ ردولی میں شیخ العالمؒ شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے عرس میں حاضر تھے کہ شیخ العالمؒ کی طرف سے روحانی طور پر حکم ہوا کہ تم ردولی میں رہا کرو۔اور میری طرف سے بلا واسطہ ہر طالب کو مطلوب تک پہونچاؤ۔اس کے جواب میں شیخ الشیوخؒ نے عرض کی کہ میں دوسرے پیشوایان کے طریقہ کو بند کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں۔اس سلسلہ میں آپ نے

حضرت شاہ جمال اللہؒ کی روح پاک سے رہبری چاہی۔ انہوں نے فرمایا کہ اگر شیخ العالم شیخ عبد الحق قدسرہٗ کی طرف سے اجازت حاصل ہو تو کچھ مذائقہ نہیں ہے۔ غرضکہ شیخ الشیوخ کو خواب میں حضرت شیخ العالم شیخ عبدالحق قدسرہٗ نے اشارہ فرمایا کہ ردولی کے جوار کے لوگوں کو خاندان عالیہ صابریہ میں جو ان کے پیر کا سلسلہ ہے مرید کرنا چاہئے۔ اور شغل ذکر ''یاھُو'' ان کو سکھائیں۔ نصف چادر (مزار شریف کی) جو میرے خرقہ کی جگہ ہے میرے سجادہ نشین حضرت علی احمد صاحبؒ سے لے لیں۔ اُسی رات سجادہ موصوف کو ارشاد ہوا کہ ایک چادر شاہ غلام علی صاحبؒ کو دے دیں۔ صبح کو سجادہ موصوف نے حضرت شیخ العالم شیخ عبدالحق قدسرہٗ کی روحانی اجازت کے مطابق چادر مذکورہ کو حضرت شیخ الشیوخؒ کو دے دی۔

نقل ہے کہ شیخ العالم شیخ عبدالحق قدسرہٗ کی وفات کے چالیس سال کے بعد حضرت بندگی عبد القدوس گنگوہیؒ ردولی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شیخ العالم شیخ عبدالحق قدسرہٗ نے اپنے تصرف ولایت سے حضرت عبدالقدوس گنگوہی کو بچپن سے ہی علوم باطنی اور ریاضتوں کی تعلیم شروع کردی۔ اور درجہ ولایت پر پہونچادیا۔ اور اپنے نواسہ شیخ محمد عارف قدسرہٗ سے جو کہ درجہ ولایت پر فائز تھے فرمایا کہ عبدالقدوسؒ کو گنگوہ کی ولایت عطا ہوئی ہے۔ اپنی بہن کا نکاح عبدالقدوسؒ سے کر کے گنگوہ روانہ کردو۔ حضرت شیخ محمد عارفؒ نے بموجب ارشاد روحانی اپنے جد امجد شیخ العالم قدسرہٗ اپنی بہن کا نکاح عبدالقدوسؒ سے کر کے گنگوہ رخصت کردیا۔ محترمہ حسنِ اعتقاد اور خوش خلقی کے ساتھ اپنے شوہر کے ساتھ گنگوہ روانہ ہوگئیں۔ حضرت عبدالقدوس قدسرہٗ گنگوہ میں خلق کی ہدایت پر مصروف ہوگئے۔ حضرت عبدالقدوسؒ کو روحانیت شیخ العالم اور جملہ پیران طریقت کی اجازت حاصل تھی۔ آپ کا انتقال گنگوہ میں ۲۲ جمادی الثانی کو ہوا۔ گنگوہ میں آپ کا مزار زیارت گاہ خلائق ہے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ بن شیخ اسمٰعیلؒ بن شیخ مخدومؒ بن شیخ صفی قدسرہٗ جو مرید اور خلیفہ حضرت سید سلطان اشرف سمنانی قدسرہٗ کے تھے۔ شیخ صفی قدسرہٗ کا مزار ردولی میں جانب شمال ہے۔ اور دیگر اولاد شیخ صفی قدسرہٗ ردولی میں رہتی ہے۔ حضرت مخدوم شیخ صفی قدسرہٗ کا

نسب امام اعظم کوفی نعمان بن ثابتؒ تک پہونچتا ہے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ نے گنگوہ میں تمام معتقدان اور طالبان صادق کی صفائی قلب پر توجہ کی۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ حضرت مخدوم شیخ العالم قدسرہٗ کی وفات کے چالیس سال بعد نعمت ہائے علوم باطنی سے سرفراز ہوئے۔ اس لئے کیا عجب کہ حضرت شیخ الشیوخ بھی روحانی طور پر خرقہ وارشاد ظاہری سے بھی سرفراز ہوں۔ اس عالی مقام کو اویسیہ کہتے ہیں۔ اکثر بزرگانِ دین بعض اولیا کی روحانیت خاص سے خرقہ ونعمت ہائے روحانی سے سرفراز ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت سیدنا ومولانا ومرشدنا حضرت جمال اللہ قدسرہٗ ودیگر بزرگان اُویسیہ تھے۔ حضرت عبدالقدوس گنگوہی دورانِ تربیت سدھور میں حضرت علی خواجگی کٹھ نوازؒ کے پاس حاضر ہوئے اور کچھ عرصہ ان سے علم ظاہری وباطنی حاصل کیا۔

نوٹ منجانب مترجم نورالانوار محترم حیدر قدوائی صاحب بسلسلہ اویسیہ :

یعنی سلسلہ بیعت متواتر نہ ہو۔ مرشد نے مرید کو روحانی طور پر بعد انتقال یا کسی واسطہ سے داخل بیعت کیا ہو۔ یا خرقہ دیگر خلافت عطا کی ہو۔ اس سلسلہ کا نام حضرت اویس قرنیؓ کے نام پر ہے۔ جنہوں نے نہ تو حضورﷺ کی زیارت کی اور نہ آپﷺ کی زبان فیض ترجمان سے تلقین و تبلیغ سنی۔ صرف توفیق الٰہی سے ایمان لائے اور مسلمان ہوئے۔ (حضرت اُویس قرنیؓ کا نماز پڑھنا ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن کہیں نہیں دیکھا گیا کہ آپؓ کو نماز کس نے سکھائی۔) آنحضورﷺ نے اپنے وصال کے وقت اپنا کرتہ مبارک (بطور خرقہ خلافت وبیعت) حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے ذریعہ آپؓ کو ارسال فرما کر اُمّتِ مسلمہ کی بخشش کی دعا کے لئے درخواست کرنے کے لئے فرمایا۔ ہندوستان میں بہت سے اولیا اُویسی طریقت پر گذرے ہیں۔ جن میں ایک خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ بھی تھے۔ اس صدی میں قدرت اللہ شہاب صاحب ایک ایسے صاحبِ عزیمت شخصیت تھے جنھوں نے 'رجال الغیب' سے براہ راست ارادت اور ہدایت کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کا ذکر ان کی کتاب شہاب نامہ میں موجود ہے۔''

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ اکثر مریدوں کی تربیت کے لئے رسولی جاتے تھے۔ اور طالبان ان سے

فیض دینی و دنیاوی سے مستفیض ہوتے تھے۔ شیخ ہدایت اللہ جو شیخ غلام طٰہٰ یعنی شیخ غلام مسعود کے بڑے بھائی کے رشتہ دار تھے حضرت کی کرامات کے معتقد نہ تھے۔ ان کی بیوی حاملہ ہوئیں ابھی زچگی کے دن نہیں آئے تھے کہ انکو پیٹ میں سخت درد اٹھا ہر چند علاج کیا افاقہ نہ ہوا۔ نوبت قریب ہلاکت ہوگئی۔ اس حالت میں مریضہ کو نیند کی غفلت ہوئی حضرت اس وقت سدھور میں تھے۔ آپ نے کشف باطنی سے ان کا حال معلوم کیا اور تصرف روحانی سے اپنا ہاتھ (مریضہ) کے پیٹ پر مل دیا۔ درد اسی وقت ختم ہو گیا۔ انھوں نے بیدار ہو کر عزیزوں کو بتایا کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنا دست مبارک میرے پیٹ پر پھیر دیا ہے اور میں اچھی ہوگئی ہوں، یہ حال سن کر شیخ ہدایت اللہ سدھور پہونچے اور نہایت نیاز مندی سے قدمبوس ہوئے اور شرف بیعت حاصل کی۔ ہدایت اللہ صاحب آپ کو رسولی لائے اور اپنے تمام متعلقین کو حضرت سے بیعت کروایا۔ شیخ الشیوخ نے اس دن سے ہدایت اللہ کے حال پر اس قدر توجہ فرمائی کہ ان کو درجہ کمال پر پہونچا دیا۔

نقل ہے کہ ہدایت اللہ کی بہن کے بیٹے حسین بخش جو کہ حضرت کے مرید تھے اور پیاس باطنی (خواہش روحانیت) کی وجہ سے ان کو جذب کی کیفیت ہوگئی تھی۔ حضرت نے ان کی تربیت کی اور ولایت کے درجہ تک پہونچایا۔ حسین بخش صاحبؒ سے بہت سی کرامات مشہور ہوئیں۔ چنانچہ قادر بخش صاحب کے چچازاد بھائی جناب حسین بخش کے ماموں ہدایت اللہ صاحب سے ملاقات کے لئے سدھور گئے۔ اس وقت ہدایت اللہ صاحب سدھور میں نوکری کے سلسلہ میں تعینات تھے۔ اور میاں حسین بخش بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔ انھوں نے جذب کی حالت میں پوچھا کہ کیا ان کی شادی ہوگئی ہے۔ عرض کیا گیا کہ کہ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی جس کا انتقال ہو گیا ہے۔ جذب کی حالت میں فرمایا کہ چھ بیٹے ہونگے ان میں سے دو کے نام حسن اور حسین رکھنا۔ اسی سال سے ان کے یہاں بیٹوں کی پیدائش یکے بعد دیگرے ہوتی رہی۔

ایک دن میاں حسین بخش اپنے گھر میں بیٹھے تھے اور میاں شاہ عنایت علی (جو کہ شاہ عبدالرزاق بانسویؒ کے نواسے کے بیٹے تھے) چودھری عبدالرزاق کے دروازہ پر بیٹھے میاں حسین بخش کی

غیبت کر رہے تھے۔ کہ وہ تو دیوانہ ہے۔ لیکن دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ وہ مجذوب ہیں اور ولی کامل ہیں۔ اس تکرار کے دوران میاں حسین بخش کو اپنے باطنی ادراک اور کرامات سے یہ ساری گفتگو معلوم ہوگئی۔ آپ چودھری صاحب کے مکان پر گئے اور کہا میاں عنایت علی تم شاہ عبد الرزاق کے نواسہ ہو تم کو غیبت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ اپنی اس حرکت پر بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کے معتقد ہو گئے۔ آپ کی کرامات بہت ہیں جو طوالت کے خیال سے اس کتاب میں نہیں لکھی جارہی ہیں۔

نقل ہے کہ سید حاجی خادم علی ساکن دیوہ شریف سپاہیوں میں ملازم تھے۔ اور سدھور میں تعینات تھے آپ مولوی نجات اللہؒ ساکن کرسی سے بیعت تھے۔ وہ بڑے نیک اور صالح آدمی تھے۔ اور عبادت و ریاضت میں بڑی محنت کرتے تھے۔ اور فقر باطنی کی تلاش میں متفکر رہتے تھے۔ آپ روزانہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور اکثر آدھی آدھی رات تک حضرت مخدوم خیر الدین دریا نثار قدس سرہٗ کے مزار مبارک پر مراقبہ کرتے تھے۔ ایک رات حضرت مخدوم خیر الدین دریا نثار قدس سرہٗ کے مزار کے پاس مراقبہ کے بعد سو گئے۔ اس رات بڑی چیونٹیاں جو سید صاحب کے سونے کی جگہ کے گرد جمع تھیں ان کے کاٹنے سے اٹھ بیٹھے۔ اس وقت آپ نے حضرت مخدوم خیر الدین دریا نثار قدس سرہٗ کو دیکھا کہ آپ (مخدوم خیر الدینؒ) نے فرمایا کہ شاہ غلام علی میرے فرزندان میں اپنے وقت کے کامل ولی اس خطہ میں موجود ہیں۔ ان سے اللہ کے راستہ کی درخواست کرو۔ مجھے کسی کے قریب سونے کی تاب نہ زندگی میں تھی اور نہ اب مرنے کے بعد ہے۔ اسی رات حضرت مخدوم خیر الدین دریا نثارؒ نے شیخ الشیوخ سے ارشاد فرمایا کہ سید مذکور (یعنی شاہ خادم علی قدس سرہٗ پیر و مرشد سیدنا حاجی وارث علی شاہ صاحب) اولاد بنی فاطمہ میں سے ہیں اور طالب راہ حق ہیں ان کو دل سے تعلیم و تلقین کرو۔ سید مذکور اسی صبح حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قدمبوسی کی۔ حضرت نے فرمایا کہ تمھاری تعلیم کے لئے حضرت مخدوم یعنی ہمارے جد اعلیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ شاہ صاحب کو یہ سن کر اعتقاد پختہ ہوگیا۔ انھوں نے شیخ

الشیوخؒ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ حضرت نے انکی تعلیم و تربیت میں ایسی توجہ کی کہ اپنی مراد کو پہونچ گئے۔اس کے بعد سید صاحب ہمیشہ روزہ رکھتے ہوئے خانۂ کعبہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کے لیئے روانہ ہوگئے۔ راستہ میں کسی نے اگر زادراہ کے لیئے کچھ مدد کرنا چاہی تو آپ نے قبول نہ کیا۔ چھ ماہ کے عرصہ کے بعد زیارتوں سے فارغ ہوکر مسلسل روزہ رکھتے ہوئے خیریت کے ساتھ لکھنو پہونچے۔ان دنوں اتفاق سے شیخ الشیوخ بھی لکھنو میں تشریف رکھتے تھے۔ سید صاحبؒ نے آپ سے ملاقات کی تبرکات آب زمزم وغیرہ حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں پیش کیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ کل اپنے گھر جاؤ اور اپنی والدہ کو اپنے دیدار سے خوش کرو۔اور روزے چھوڑ دو۔ میں بھی عنقریب سدھور جاؤنگا۔ تم بھی وہیں آجاؤ۔ غرضکہ حاجی سید خادم علیؒ سدھور میں حضرت شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ دنوں آپ کے پاس رہے اس کے بعد شیخ الشیوخ نے ان کو خرقۂ خلافت عطا فرمایا۔ سید صاحب علایق دنیوی ترک کر کے مخدوم شاہ مینا صاحب کی مسجد واقع لکھنو میں گوشہ نشین ہو گئے آپ بیشتر روزہ رکھتے تھے۔ سدہا آدمی سید صاحب کی ذات مبارک سے فیضیاب ہوئے اور بیعت ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آپ نے خرقۂ خلافت اپنے مرید خاص حاجی غلام حسینؒ کو عطا فرمایا۔ اس کے بعد آپ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کا مزار بازار گولہ گنج میں مرجع خلائق ہے۔ بعد میں حاجی غلام حسینؒ نے حضرت شیخ الشیوخؒ سے تجدید بیعت کی اور خرقۂ خلافت حاصل کیا۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الشیوخؒ لکھنو میں گھر میں تھے کہ شیر محمد خان کو خواب میں حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہُ کی محفل میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کی روحانیت بھی اس مجلس میں حاضر تھی۔ شیر محمد خان نے عرض کی کہ یا علی کرم اللہ وجہُ میں آپ کے قدموں پر جاں نثار ہوں۔ ارشاد ہوا کہ یہ شخص (یعنی شیخ الشیوخ) محبوب اللہ اور عاشق رسول اللہ ﷺ ہے اس کے پاس جاؤ۔ شیر محمد خان اس وقت سے آپ کا حلیہ مبارکہ دیکھ کر آپ کی تلاش میں تھے۔ اتفاقاً آپ لکھنو میں رونق افروز ہوئے۔ خان مذکور بھی اس محفل میں حاضر تھے۔ حضرت کا حلیہ دیکھ کر پہچان

لیااورنہایت عقیدت سے بیعت ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ شیخ الشیوخ لکھنو میں تشریف رکھتے تھے۔اولاد بنی فاطمہ سے ایک سید صاحب جواپنے وطن کشمیر میں علوم باطنی ؍روحانی کی تلاش میں تھےاور وہاں انکو وہ حاصل نہ ہوتا تھا۔چنانچہ سید مذکوراپنی مراد پوری نہ ہونے کی وجہ سے افسردہ وغمگین رہتے تھے۔ایک مرتبہ انکو خواب میں ایک بزرگ کی زیارت ہوئی۔انھوں نے سید مذکور سے فرمایا کہ لکھنو میں شاہ غلام علی قدسرہٗ قطب وقت ہیں وہاں جاؤاوران سے اپنی دلی مراد حاصل کرو۔سید مذکور نے کہا کہ میں ان کو کیسے پہچانوں گا۔ان بزرگ نے سید مذکور کو شیخ الشیوخ کا حلیہ دکھایا۔سید مذکور کشمیر سے لکھنو پہونچے اوراپنے ایک ہم وطن عظیم شاہ سے اپنے خواب کا حال بیان کیا۔عظیم شاہ نے کہا کہ کل شاہ بدرؒ کا عرس ہے چھوٹے بڑے سب مشائخ تشریف لائیں گے۔میں آپ کو اپنے ساتھ لے چلوں گا اور ہر ایک سے ملاقات کرادونگا۔آپ شناخت کر لیجئے گا۔حضرت شاہ بدر علی کے عرس کے دن حضرت شیخ الشیوخ حالت جذب میں تھے۔اورروحانیت کی باتیں کررہے تھے۔اس وقت عظیم شاہ اورسید مذکورعرس کی محفل میں پہونچے۔اور حضرت شیخ الشیوخ کا حلیہ مبارک عالم جذب ووجد میں دیکھا۔خواب کے واقعہ کے بموجب آپ کے قدموں پر سر رکھا۔عرس شریف سے فارغ ہوکر سید مذکورحسن اعتقاد کے ساتھ مع اپنے دوسرے بھائیوں کے جو کشمیر سے ساتھ آئے تھے بیعت ہو گئے۔اور حضرت سے فیض باطنی حاصل کر کے زیارت بیت اللہ کے لئے روانہ ہو گئے۔عظیم شاہ جو کہ دوسرا مذہب رکھتے تھے حضرت شیخ الشیوخ کے معتقد ہو گئے۔اور ہر جگہ آپ کی کرامتوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔

نقل ہے کہ محمد حسین خلف شیخ غلام مسعود رسالدار ساکن رسولی شاہ فخر عالمؒ سے بیعت تھے۔شاہ فخر عالمؒ شاہجہانپور کے مشائخ میں سے حضرت شاہ نیازؒ کے خلیفہ تھے۔لیکن محمد حسین صاحب کو شاہ فخر عالمؒ سے کوئی روحانی فائدہ نہیں ہوا۔بعدہٗ انھوں نے مولوی اکبر علی سورتی سے جو اندرون لکھنو میں تھے بیعت کی۔وہاں سے بھی ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا۔اس زمانہ میں شیخ الشیوخؒ شیر محمد خان کے

مکان کے ایک حجرہ میں مقیم تھے۔ محمد حسین شیخ الشیوخ کی کرامات کے امتحان کے لئے حضرت شیخ الشیوخ کی چارپائی کے نیچے فرش پر سو گئے۔ ایک تہائی رات رہتے ہوئے حضرت شیخ الشیوخ اپنے کشف باطنی سے لاالٰہ کہہ کر چارپائی سے عالم بالا کی طرف چلے گئے۔ محمد حسین کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ حضور چارپائی پر نہیں ہیں۔ سوچا کہ شاید حجرہ سے باہر گئے ہونگے۔ گھنٹہ بھر بعد حضرت نے الااللہ کہا اور چارپائی پر آ گئے۔ محمد حسین یہ دیکھ کر امتحان سے شرمندہ ہوا۔ اس نے اکثر لوگوں کو یہ واقعہ سنایا۔ دوسری رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ شیخ الشیوخ کی ذات سے اپنی دلی مراد کو پہونچو گے۔ یہ واقعات اور شیخ الشیوخ کی دوسری کرامات دیکھ کر محمد حسین مع اپنے گھر والوں کے بیعت ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ شیخ الشیوخ گھر میں تشریف رکھتے تھے۔ چودھری تصدق حسین ساکن رسولی جو حضرت شاہ عبدالرزاق بانسوی قدسرہٗ کے نواسہ شاہ نعمت علی سے بیعت کی نیت دل میں رکھتے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ رسولی میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اور وہ بھی اس لڑائی کے ہنگامہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ رہائی نہیں مل رہی ہے۔ اس وقت شیخ الشیوخ تشریف لائے اور کہا کہ تو میرے ساتھ آ جا۔ وہ حضرت کے ساتھ روانہ ہو گئے اور خیریت سے گھر پہونچ گئے۔ اسی طرح چودھری منظور احمد کے چچا حافظ نصرت اللہ نے بھی خواب دیکھا کہ وہ کشتی پر سوار ہیں کہ ناگاہ کشتی بھنور میں پھنس گئی۔ وہ پریشان ہو گئے۔ اس وقت شیخ الشیوخ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور دریا کے کنارہ پہونچا دیا۔ اتفاقاً ان دنوں حضرت شیخ الشیوخ رسولی میں تشریف فرما تھے۔ جن لوگوں کا ذکر اوپر ہوا ہے بڑے اعتقاد اور نیازمندی کے ساتھ مع اپنے متعلقین کے بیعت ہو گئے۔

نقل ہے کہ ذہن خان قوم بھٹی ساکن سندراجھوں نے عبادت اور ریاضت میں بڑی محنت کی تھی اور دل میں بیعت کی خواہش بھی رکھتے تھے۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ تمھاری قسمت حضرت شیخ الشیوخ جو سدھور میں رہتے ہیں ان کے ساتھ ہیں۔ اور پہچان کے لئے حضرت کا حلیہ مبارک بھی دکھا دیا۔ جب ذہن خان صبح بیدار ہوا تو سیدھا شیخ الشیوخ کے پاس

سدھور روانہ ہو گیا۔ تیسرے پہر خانقاہ پر حاضر ہوا۔ شیخ الشیوخ نے کشف روحانی سے اس بات کو معلوم کر لیا اور بڑی خاطر داری سے خانقاہ میں اس کو ٹھہروایا۔ شام کے وقت اپنے والد ماجد مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کے مزار پر اس کو بیعت کیا۔ اور وہ حضور والا کے حکم کے بموجب ذکر واوراد میں مشغول ہو گیا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخؒ سدھور میں تشریف رکھتے تھے۔ زوجہ ابوالحسن بن مولوی علاء الدین (جو کہ عالم اور عارف اور اپنے وقت کے ولی اللہ تھے اور حضرت قاضی محمد تقیؒ مہونہ کے خلیفہ تھے) بن عبد اللہ امیٹھویؒ نے ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ زندگی چندروزہ ہے حضرت شیخ الشیوخ سے جو سدھور میں قطب وقت ہیں بیعت کرنا چاہئے۔ انھوں نے خواب سے بیدار ہو کر اپنی ساس سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس دن سے وہ سب لوگ حضرت شیخ الشیوخ کی امیٹھی آمد کے منتظر ہو گئے۔ حضرتؒ کو اپنے کشف سے ان لوگوں کی بیعت کی طرف میلان طبیعت کا حال معلوم ہو گیا۔ اسی دن امیٹھی کو روانگی کا ارادہ کیا۔ شیخ قادر بخش صاحب اور دوسرے لوگوں نے عرض کیا کہ یا شیخ دھوپ بہت تیز ہے کل تشریف لے جائیگا۔ حضرت نے فرمایا کہ آج ہی امیٹھی جانے کا حکم ہے۔ اور آج ہی ضرور جاؤنگا۔ آخر اسی دن تشریف لے گئے۔ ابوالحسن کی زوجہ اور والدہ کو مرید کیا۔ ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی آپکی خدمت میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخؒ گھر میں تھے کہ شیخ عبدالصبور کشمیری سوداگر جو چند سالوں سے قدواڑہ کے نواح ٹکریہ میں رہتے تھے۔ ان کے دل میں کسی سے بیعت کا خیال تھا۔ اس سلسلہ میں لکھنو اور جوار کے علاقہ کے لوگوں سے بیعت کے ارادہ سے ملاقات بھی کی لیکن کسی کے ہاتھ پر ان کو بیعت میں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ ایک شب حضرت شیخ الشیوخؒ کے حلیہ مبارک کو خواب میں دیکھا۔ اسکے بعد سے آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ اتفاق سے حافظ حبیب اللہ صاحبؒ سجادہ جداعلیٰ حضرت شیخ علی اوباز قدس سرہٗ موضع وگرنا میں اپنے والد کے مریدوں کے گھر میں (حضرت

شاہ نجیب اللہ قدس سرہٗ) تشریف فرماتھے۔ شیخ عبدالصبور بھی سجادہ صاحب کی آمد کا سن کر وہاں گئے۔ سجادہ صاحب سے اپنے خواب کا حال بیان کیا انھوں نے کہا کہ جو حلیہ تم نے خواب میں دیکھا ہے یہ ہو بہو حضرت شیخ الشیوخ کا ہے۔ آپ ان حضرت سے کہ قطب وقت اور یگانہ روزگار ہیں بیعت ہو جائیں۔ شیخ مذکور یعنی عبدالصبور کشمیری نے کہا کہ حضرت یہاں کیسے آئینگے۔ اتفاق سے حضرت شیخ الشیوخ مریدوں اور معتقدوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے قدواڑہ کے نواح میں جو آپ کی ولایت میں شامل تھا تشریف لائے۔ شیخ عبدالصبور نے بڑی عقیدت اور نیازمندی کے ساتھ حضرت کو اپنے گھر پر بلایا وہی حلیہ خواب والا دیکھا۔ بڑی خاطر تواضع کی اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت نے بڑی عنایت سے انکو بیعت کیا اور اچھی طرح اوراد و وظائف کی تلقین فرمائی۔

نقل ہے کہ اکبر خان قوم بسین کا بیٹا جو بکسانواں پرگنہ سدھور کا رہنے والا تھا اور بڑا نیک آدمی تھا وہ میر سید احمد (شہید) بریلویؒ سے جو کہ شہرۂ آفاق شاخ میں سے تھے بیعت تھا۔ اس کا باپ اکبر خان بھی کسی سے بیعت کا خواہاں تھا۔ ایک دن اس نے قاضی عبدالکریم قدس سرہٗ سے جو کہ بڑے خدا رسیدہ اور کامل بزرگ تھے بیعت کی درخواست کی۔ حضرت قاضی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ تیرے باپ کا حصہ میرے پاس نہیں ہے۔ وہ شاہ غلام علی صاحب قدس سرہٗ جو قطب وقت ہیں اور سدھور میں تشریف رکھتے ہیں ان سے اپنا مطلب حاصل کرے۔ چنانچہ اکبر خان نے جو اپنے گھر میں سویا ہوا تھا خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ سدھور جا کر حضرت شیخ الشیوخ سے بیعت کرو۔ اکبر خان صبح صبح حضرت کے دروازہ پر پہونچا اور حضرت اپنے کشف سے اس کی آمد اور غرض سے آگاہ ہو گئے۔ غرضکہ آپ نے بکمال مہربانی فوراً اکبر خان کو سلسلہ قادریہ میں بیعت فرمایا۔ حضرت نے اس کے دل میں ذوق وشوق دیکھ کر اس کو نماز پنج وقتہ و تہجد اور مراقبہ و مشاہدہ کی تاکید کی۔ چنانچہ وہ اسی وقت سے اپنے مرشد کامل کے ارشاد کے بموجب ذکر و اشغال مین منہمک ہو گیا۔

نقل ہے کہ نھو خان پسر الیاس خان قندھاری بچپنے میں ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا۔اس کا باپ اپنے بیٹے کی اس مہلک بیماری سے بڑا پریشان تھا کہ ناگاہ اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ کل ایک شخص جو اپنے وقت کا ولی کامل ہے یہاں آئیگا اور اس کی دعا سے تمھارے بچہ کو شفاء ہوگی۔صبح نیند سے بیدار ہو کر دیوان حافظ سے فال نکالی تو یہ شعر نکلا:

آ نانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

(وہ جو مٹی کو نظر سے کیمیا کر دیتے ہیں)

آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

(کاش ایک ترچھی نظر ہماری طرف کردیں)

الیاس خان نے جو مولوی عبدالقادر خان سے جو مشائخ عظام میں سے عارف کامل تھے یہ واقعہ بیان کیا۔مولوی عبدالقادر صاحب نے کرامت باطنی سے اس کو تسلی دی اور فرمایا کہ آج اس علاقہ میں ایک بزرگ کامل تشریف لائیں گے۔ان کے قدموں کی برکت سے تیرے بیٹے کو شفا ہوگی۔اسی روز شیخ الشیوخ لکھنو سے خالص پور تشریف لائے اور وہاں مقیم اپنے مریدوں میں سے ایک شخص کے یہاں ٹھہرے۔اس مریض بچہ کے باپ کو خبر ملی تو اس کو یقین ہوا کہ اس کے بیٹے کو حضرت کی دعا سے شفا ہوگی۔غرضکہ وہ فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور منت سماجت کر کے آپ کو اپنے گھر لے گیا۔حضرت شیخ الشیوخ نے توجہ باطنی اور ظہور کرامت کے ساتھ اس بچہ پر دم کیا۔اور اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ اس بچہ کو فوری طور پر اس موذی مرض سے چھٹی مل گئی۔اس بچہ کے باپ نے بڑی نیازمندی سے نذر پیش کی اور معتقدین میں شامل ہو گیا۔

نقل ہے کہ یوسف خان حضرت شمسی، قمری، غوثی، قطبی مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کے مریدوں میں سے تھے۔ان کی بیوی کی بہن پر آسیب کا اثر تھا۔اور وہ کسی طرح نہ جاتا تھا۔وہ محترمہ حضرت شیخ الشیوخ کی قدمبوسی کی متمنی تھیں۔اتفاق سے حضرت ان دنوں لکھنو میں تشریف فرماتھے۔یوسف خان حضرت کی تشریف آوری کا سنکر حاضر ہوا اور اپنی سالی کا حال بیان کیا۔اور آپ کو اپنے گھر

لے گیا۔ وہ عورت اعتقاد کے ساتھ آپ کے سامنے آئی۔ اور بیعت کا ارادہ ظاہر کیا۔ حضرت نے اپنی کرامت سے معلوم کر لیا کہ اس عورت پر جنی کا آسیب ہے۔ آپ نے اس عورت کو بیعت کیا اور دو تین ضرب الااللہ اس عورت کے قلب پر مارے۔ وہ عورت بیہوش ہوگئی۔ اور وہ جنی جو اس عورت پر بہت دنوں سے مسلط تھی آپ کی عظمت وجلال اور ولایت وکرامت کی گرمی سے بھاگ گئی۔ اور وہ عورت جنی سے نجات پا کر اپنی اصلی حالت پر آ گئی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ لکھنو میں رونق افروز تھے۔ اس زمانہ میں تراب خان کے سسر جمیعت خان اونٹوں کی تجارت کے لئے مشرق کی طرف لمبے سفر پر گئے تھے۔ ان کی بیوی جو کہ شاہ بدر علی قدسرہٗ کے ایک خلیفہ سے مرید تھیں سخت پریشان تھیں کیونکہ ڈیڑھ سال سے ان کو اپنے شوہر کی کوئی خبر نہیں ملی تھی۔ ایک دن تراب خان نے اپنے سسر کی مفقود الخبری کا حال شیخ الشیوخ سے عرض کیا۔ حضرت نے توجہ باطنی سے شیخ قادر بخش صاحب سے سے کہا کہ اس رات حال معلوم کرنے کے لئے استخارہ کرو۔ استخارہ کی ترکیب بھی ارشاد فرمائی۔ غرضکہ حضرت کے ارشاد کے بموجب حضرت کے ہی ایک مرید عبد الواحد کے گھر میں حضرت کی موجودگی میں استخارہ کیا گیا۔ اسی رات بزرگوں کے فیض وبرکت سے معلوم ہوا کہ تراب خان کے سسر آج بنارس پہونچ گئے ہیں۔ صبح لکھنو کے لئے روانہ ہونگے۔ استخارہ کی کیفیت حضرت صاحب کی خدمت میں عرض کی گئی حضرت صاحب نے فرمایا کہ بزرگوں کی عنایت سے تراب خان کے سسر بخیر وعافیت گھر آئینگے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ بنارس سے گھر آ گئے۔ تراب خان نے اپنے سسر سے بنارس سے روانگی کی تاریخ پوچھی تو وہ وہی دن اور تاریخ تھی جو کہ استخارہ میں حضرت کی کرامت سے معلوم ہوئی تھی۔ اس کی بیوی اپنے پیر سے زیادہ آپ کی معتقد ہوگئی۔ یہ کرامت اور ولایت حضرت کی دیکھ کر قریب پانچ سو آدمی حضرت سے بیعت ہوئے۔

نقل ہے کہ ایک زمانہ میں رمضان علی قوم بسین ساکن لاکھو پور نے ڈاکہ زنی کا پیشہ اختیار کیا۔ اس نے اپنی بد قسمتی سے انصاریوں کی رعایہ کے محلہ 'پورہ' میں ڈاکہ ڈالا۔ اور مویشی گھر سے لوٹ کر

قصاب کے یہاں لے گیا۔ حضرت کو یہ حال سنکر جوش وجلال آیا۔ اور فرمایا کہ پورہ میرے جد کا بسایا ہوا ہے جو ولی اللہ تھے اس لئے کبھی کسی نے اس جگہ ایسی ہمت کرنے کی جرأت نہیں کی جیسی اس شخص نے کی ہے۔ اللہ اس بات کی ایسی سزا دے گا کہ یاد رہے گی۔ آپ کی زبان فیض ترجمان کی برکت سے رمضان علی جلد ہی ایک ظالم کے پھندہ میں پھنس گیا۔ اور قید ہو گیا۔ اور اپنے گروہ سے نکل گیا۔ اور طرح طرح کی مشکلات کا شکار ہو گیا۔ اس کے اہل وعیال بھی اس ظالم کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ اور کسی طرح ان کی رہائی نہ ہو سکی۔ غرضکہ وہ شخص قید میں ہی فوت ہو گیا۔ گھر تباہ ہو گیا اور گھر والے بھی در بدر ہو گئے اور اس کے بعد سے کسی نے پورہ کی آبادی کو پریشان کرنے کی جرأت نہیں کی۔

نقل ہے کہ شاہ نرخیؒ جو ایک مجذوب کامل امیٹھی میں تشریف رکھتے تھے اکثر اپنی اسی حالت میں سدھور حضرت مولوی صاحب قدسرہٗ سے ملاقات کے لئے آتے تھے۔ سب لوگ ان کی خاطر داری کرتے تھے۔ اکثر وہ بیرونی دروازہ کی چوکھٹ پر ہاتھ رکھ کر یہ شعر پڑھتے تھے۔

ہر کہ بر ایں خانہ نظر بد کند — اس گھر پر جو بری نظر ڈالے

چشم شود کور شکم درد کند — وہ اندھا ہو جائے اور پیٹ میں درد ہو

بار بار یہ شعر وہ دہراتے رہتے تھے۔ بزرگوں کی ایسی ہی عنایت کی وجہ سے جس نے بھی اس گھرانہ کو نقصان پہونچانا چاہا اس کو قرار واقعی سزا ملی۔ یہ بات مصنف کی اپنی آزمائی ہوئی ہے کہ جب بھی کسی نے مجھے دھوکہ دیا یا زیادتی کی آخرش نوبت اس کے بھیک مانگنے تک پہونچ گئی۔ یہ ہمارے بزرگانِ خاندان کی دعاؤں اور شاہ نرخیؒ ایسے مجذوب وقت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

نقل ہے کہ شیخ احمد بخش انصاریؒ بچپن میں امیٹھی میں اپنے جد فاسد کے مکان پر تھے۔ شاہ نرخی قدسرہٗ ایک مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کی نظر شیخ احمد بخش پر پڑی اپنے پاس بلایا اور ایک مٹی کا گھوڑا جس کی ایک ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی عطا کیا۔ شیخ احمد بخش نے عرض کیا کہ ایک پاؤں ٹوٹا گھوڑا میں کیا کرونگا۔ شاہ صاحب مسکرائے اور ایک کپڑے کی پٹی اور مٹی سے گھوڑے

کے پاؤں کو ٹھیک کر کے دے دیا۔ احمد بخش صاحب اس مٹی کے گھوڑے کو گھر لے آئے۔ حضرت نرخی شاہؒ کی برکت اور کرامت سے ۱۶ سال کی عمر سے ۷۲ سال کی عمر تک یعنی انتقال کے وقت تک ہمیشہ گھوڑے آپ کو نصیب رہے۔ یہ ضرور ہوتا تھا کہ جو گھوڑا آپ خریدتے تھے وہ دو تین دن بعد لنگڑانے لگتا تھا۔ جب شیخ احمد بخشؒ حضرت شاہ نرخیؒ کا فاتحہ کرتے تو گھوڑے کا لنگڑاپن دور ہو جاتا تھا۔ غرضکہ شیخ احمد بخشؒ کا یہ معمول تھا کہ جب بھی گھوڑا خریدتے شاہ نرخیؒ کا فاتحہ کرتے اور جب اس کو طویلہ میں داخل کرتے تو پھر فاتحہ کرتے۔ شیخ احمد بخش کو زندگی بھر بڑی بزرگی اور عزت نصیب ہوئی اور جوار و دیار میں آپ کا نام مشہور ہوا۔ آپ سخاوت اور شجاعت میں یکتا تھے اور جہاں تک ہوسکتا تھا اپنے اور بیگانہ کے کام آتے تھے۔

نقل ہے کہ حضرت شاہ نرخی ایک روز جذب کی حالت میں شیخ غلام مصطفٰے کے گھر پر گئے۔ اور آواز دی غلام مصطفٰے آؤ آؤ۔ لوگوں نے کہا کہ حضور غلام مصطفٰے کے انتقال کو تو کافی عرصہ گذر گیا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ گذرے غلام مصطفٰے کو نہیں آنے والے غلام مصطفٰے کو پکار رہا ہوں۔ غرضکہ تین ماہ بعد حکیم غلام مصطفٰے حضرت شیخ الشیوخ کے خالا کے بیٹے پیدا ہوئے۔ پہلے والے غلام مصطفٰے پیر محمد والد غلام مصطفٰے حکیم کے جد فاسد تھے۔

نقل ہے کہ شیخ قادر بخش کی پھوپھی کی بارات میں شیخ روشن زمان ٹکریہ کے گھر سے بہت سے لوگ آگئے۔ لوگوں کا مجمع دیکھ کر حضرت سے عرض کیا گیا کہ کہیں کھانا کم نہ پڑ جائے۔ حضرت اس جگہ جہاں کھانا بانٹنے کے لئے رکھا گیا تھا تشریف لے گئے۔ کھانے پر کچھ پڑھ کر دم کیا اور آسمان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ اطمینان سے تقسیم کرو۔ حضرت کی باطنی توجہ سے سب لوگوں نے سیر ہو کر کھایا اور کافی مقدار پھر بھی بچ رہی۔ اسی طرح کا واقعہ شیخ احمد بخش کے بیٹے کی شادی میں بھی پیش آیا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ اکثر ذکر فرماتے تھے کہ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ اپنے پورے جاہ و حشم کے ساتھ خرقان تشریف لائے۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ نے ایک خادم سے فرمایا کہ ایک بکری کا بچہ ذبح

کر کے اور چار سیر جَو حضرت ابو سعید ابوالخیرؒ کی ضیافت کے لئے لائے۔ خادم یہ چیزیں لے آئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ چیزیں اندر رکھ دیں اور ہر شخص کو ایک بکری اور چار سیر جو گھوڑوں کے لئے دی جائے۔ خادموں نے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کی کرامت سے حضرت خواجہ ابوسعید ابوالخیرؒ کے تمام ساتھیوں کو تقسیم کرنے کے بعد خادموں نے عرض کیا کہ اب کوئی شخص ضیافت سے باقی نہیں رہا۔ تو ارشاد ہوا کہ اب خلوت کا دروازہ کھول دیا جائے۔ سب نے دیکھا کہ اسی وزن کا بکری کا بچہ اور چار سیر جَو اسی طرح رکھے ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جہاں سے یہ سامان لائے تھے وہیں واپس کر آؤ۔

نقل ہے کہ حافظ شاہ جمال اللہ قدس سرہٗ نے شیخ غلام مسعود سے فرمایا کہ آج میرے پیر و مرشد سید السادات قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدس سرہٗ کا فاتحہ ہے۔ کھانا تیار کرایا جائے۔ شیخ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ حضرت حافظ صاحب نے محمد سعید خان رسالدار اور عنایت خان وغیرہ پسران حافظ رحمت خان بریلوی جو کہ لکھنؤ آئے ہوئے تھے اور صدہا دوسرے لوگوں کو بلالیا۔ اس کے بعد شیخ مسعود سے کہا کہ کھانا تقسیم کیا جائے۔ شیخ صاحب آدمیوں کی کثرت دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ حضرت حافظ صاحب نے اپنی قوت باطنی سے شیخ صاحب کی پریشانی معلوم کر لی۔ اور فرمایا کہ کھانے کو میری چادر کے نیچے رکھ دیں۔ اور تقسیم کریں۔ شیخ غلام مسعود حضرت کا حکم بجا لائے۔ حضرت کی دعاؤں اور برکت سے کھانا سب لوگوں کو پہونچ گیا۔ فارغ ہونے کے بعد جب چادر ہٹائی گئی تو جس قدر کھانا پکایا گیا تھا سب کا سب برتنوں میں موجود تھا۔

نقل ہے کہ حضرت مولوی حقانی صاحبؒ۔ (جن کا مزار مبارک ٹانڈہ ضلع فیض آباد، یو پی بھارت میں واقع ہے) کی ولایت میں نواب شجاع الدولہ کا لشکر ٹانڈہ میں وارد ہوا۔ لشکر کے لوگ مولوی حقانیؒ کی قدم بوسی کے لئے حاضر ہونے لگے۔ اور لوگوں کا مجمع ہو گیا۔ مولوی حقانی صاحبؒ نے منکری نام کے خادم سے فرمایا جو کچھ گھر میں ہے ان لوگوں کے لئے لے آوے۔ خادم مذکور گھر میں گیا اور تھوڑے سے چاول جو گھر میں تھے لے آیا۔ فرمایا کہ مٹی کی ہانڈی میں پکایا جائے۔ جب

چاول تیار ہو گئے تو فرمایا کہ مٹی کی رکابی لائی جائیں۔اور ہر شخص کو ایک رکابی بھر کے چاول دیئے جائیں۔آپ کے فرمانے کے مطابق خادم نے تقسیم کی اور تبرک ہر شخص کو پہونچ گیا۔لوگوں نے اس میں وہ لذت پائی کہ تمام عمر کبھی ایسی لذیذ غذا نہ کھائی تھی۔بعد میں ہنڈیا چاولوں سے ویسے ہی بھری ہوئی تھی۔

نقل ہے کہ شیخ مسیح اللہ اپنے بڑے بھائی حضرت شیخ مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے۔حضرت مولوی صاحبؒ نے خادم سے فرمایا کہ جو کچھ گھر میں کھانے کے لئے ہے شیخ مسیح اللہ کے لئے لے آؤ۔اسوقت مولوی صاحب کے گھر میں صرف اچار موجود تھا۔خادم نے لاکر شیخ مسیح اللہ کے سامنے رکھ دیا۔حضرت مولوی صاحبؒ نے شیخ مسیح اللہ صاحب سے فرمایا کھائیے۔شیخ مسیح اللہ کو تعجب ہوا کہ صرف اچار کس طرح کھائیں۔اسی وقت حضرت مولوی صاحب کے تصرف باطنی سے ایک شخص پوری اور شکر لے کر حاضر ہوا۔حضرت مولوی صاحب نے فرمایا لیجئے اب تو کھائیے۔کہتے ہیں کہ اولیا اللہ کے مقامات اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں جتنے نظر آتے ہیں۔چنانچہ نقل ہے کہ حضرت سید محمدؒ عرف دیوان جی بن راجہ سید نور الحقؒ بن راجہ سید بندگیؒ بن راجہ سید عبدالحییؒ بن راجہ سید ابراہیمؒ بن راجہ سید عبدالحقؒ (راجہ سید عبدالحقؒ نے کسی کو مرید نہیں کیا اس لئے راجہ سید ابراہیمؒ کو اپنے چچا سید احمدؒ سے فیض حاصل ہوا) بن راجہ سید مجتبیٰؒ بن مبارک عطاؒ بن راجہ سید نور الحقؒ بن راجہ حامد شاہؒ خلیفہ خاص حضرت مخدوم شاہ علاء الحق پنڈوہ قدس سرہٗ کے تھے ایک بار سیجہ تشریف لائے ہوئے تھے۔چونکہ شیخ الشیوخؒ سے ملنا چاہتے تھے اس لئے اپنی باطنی قوت سے حضرت شیخ الشیوخ کو سیجہ طلب کیا۔حضرت دیوان جی روزانہ اپنے بیٹے میاں خدا بخش سے حالت استغراق میں کہتے کہ شیخ الشیوخ جو میرے پیر حضرت حمایت اللہ قدس سرہٗ کے بیٹے ہیں ابھی تک میری ملاقات کو نہیں آئے۔وہ جواب دیتے کہ نہیں۔ایک دن فرمایا کہ آج وہ ضرور آئیں گے۔اسی دن شیخ الشیوخ میاں نور الہدیٰ کو ساتھ لیکر سیجہ تشریف لائے۔اور حضرت مولوی دیوانجی کے سامنے حاضر ہوئے۔حضرت مولوی دیوانجیؒ جو عالم استغراق اور جذب میں تھے فوراً

تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اورنذر پیش کی۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ میں اس لائق نہیں ہوں۔ بلکہ میرے باپ دادا اس خاندان کے غلاموں کے غلام تھے۔ مولوی دیوانجیؒ نے فرمایا کہ یہ نظر میرے پیر حضرت شاہ حمایت اللہ قدس سرہٗ کی ہے۔ جن کے قدموں کی برکت سے میں اس مقام کو پہونچا ہوں آپ قبول کریں۔ شیخ الشیوخؒ نے دیوانجیؒ کی خوشی کے لئے نظر قبول کی پھر حضرت دیوانجیؒ کی خدمت میں پیش کی کہ میری اور میرے باپ دادا کی طرف سے قبول فرمایئے۔ حضرت دیونجی نے نظر لے لی اور گھر سے رخصت ہوتے وقت پھر شیخ الشیوخؒ کو دے دی اور فرمایا کہ میری طرف سے میرے پیر کے مزار پر نذر کردیں۔ اور اب واپس نہ کریں۔ اس کے بعد شیخ الشیوخ نے واپس کرنا مناسب نہ سمجھا۔

نقل ہے کہ حضرت دیوانجیؒ باطنی جلال اور گرمی کی وجہ سے چہرہ پر نقاب ڈالے رکھتے تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ کی آمد پر خلوت اور جلوت میں ان دونوں کے درمیان عجیب وغریب گفتگو ہوتی رہی۔ جو کہ دوسروں کی سمجھ سے باہر تھی۔ کہتے ہیں کہ ولی کو ولی ہی پہچانتا ہے۔۔ دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔

نقل ہے کہ ایک دن حضرت دیوان جیؒ حالت استغراق میں چہرہ پر نقاب ڈالے چارپائی پر آرام فرمارہے تھے۔ کہ ایک سید صاحب بیعت کے لئے حاضر ہوئے۔ میر خدا بخش حضرت دیوانجیؒ کے بیٹے نے عرض کی کہ ایک بوڑھے سید آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ حضرت نے کوئی جواب نہ دیا۔ کئی بار عرض کیا تو حضرت نے حالتِ جذب میں فرمایا کہ ان سید صاحب نے کئی خون ناحق کئے ہیں۔ میں کس طرح ان کا بار اپنے سر لے لوں۔ اور خدا سے بخشش چاہوں۔ حاضرین یہ سنکر سخت متعجب ہوئے۔ اور پوچھا کہ یہ کیا ماجرہ ہے؟ ان سید صاحب نے بتایا کہ واقعتاً میرے ہاتھ سے چند قتل ہو گئے ہیں۔ اور اسی وجہ سے میں چاہتا تھا کہ حضرت دیوانجیؒ کے ذریعہ سے ان کبیرہ گناہوں کی بخشش ہو جائے۔ اب مجبوری و لاچاری ہے۔ وہ یہ کہ کر چلے گئے۔ اس وقت ایک گوجر بیعت کے لئے حاضر ہوا حضرت دیوانجیؒ

نے اس کی بیعت کے لئے اپنے بیٹے کو ارشاد فرمایا۔اس طرح کی کرامات دیوان جیؒ کی بہت ہیں جو اس کتاب میں جگہ کی کمی کی وجہ سے لکھنا ممکن نہیں ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شاہ مخدوم حسام الحق مانک پوری قدس سرہٗ خلیفہ شاہ نور قطب عالم قدس سرہٗ بن شاہ علاء الحق پنڈوہ شریف قدس سرہٗ کے گھر بیٹا پیدا ہوا۔اسی روز راجہ سید نور الحقؒ بن راجہ حامد شہؒ بھی پیدا ہوئے۔حضرت شاہ حسام الحق نے فرمایا کہ جو آج کے دن میرے بیٹے کی بیعت کرے گا وہ پیدائشی ولی ہوگا۔راجہ حامد شہؒ نے یہ سن کر اپنے بیٹے راجہ نور الحق کو گود میں لیا اور حضرت شیخ مخدوم کے بیٹے سے بیعت کرانے کے لئے بزرگوں کی نیاز کی مٹھائی لے کر اپنے پیر شیخ مخدوم حسام الحقؒ کے پاس لے گئے۔حضرت مخدوم حسام الحق قدس سرہٗ نے پوچھا کہ یہ مٹھائی کیسی ہے؟ حضرت راجہ حامد شہؒ نے عرض کی کہ میرے بیٹے نور الحق نے حضرت کے صاحبزادہ سے بیعت کی ہے۔حضرت مخدوم حسام الحق قدس سرہٗ نے فرمایا کہ باپ کی نعمت باپ کو ملی بیٹے کا فیض بیٹے کو ملے گا۔حضرت شاہ حسام الحق قدس سرہٗ کا فیض حضرت راجہ حامد شہ کو اور حضرت مخدوم کے بیٹے کا فیض راجہ سید نور الحق بن راجہ حامد شہ کو حاصل ہوا۔اس خاندان کے بزرگوں کی کرامات سورج کی طرح روشن اور فیض رساں ہیں۔ان کی عمریں حضرت نوح علیہ السلام کی طرح طویل ہوئیں۔جیسا کہ مشہور ہے کہ حضرت سید راجہ مجتبٰی بن راجہ سید مبارک بن راجہ سید نور الحق بن راجہ حامد شہ بھی ماں کے پیٹ سے ولی پیدا ہوئے۔ایک دن وہ اپنے نانا کے گھر تھے تو اپنی نانی سے مربہ مانگا۔انھوں نے عذر کیا کہ مربہ نہیں ہاں اچار ہے۔سید مجتبٰی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر مربہ نہیں ہے تو اچار ہی لے آئیں۔نانی اچار لینے گئیں تو دیکھا کہ ان تمام برتنوں میں جن میں مربہ رکھا تھا آپ کی ولایت اور کرامت سے اچار ہو گیا ہے۔وہ سخت تعجب میں ہوئیں اور کہا کہ بیٹے میرا قصور معاف کردو۔تا کہ اچار پھر مربہ ہو جائے۔آپ نے کہا کوئی مذائقہ نہیں۔اسی وقت سارا اچار دوبارہ مربہ ہوگیا۔نانی نے فوراً آپکو کھانے کے لئے پیش کیا۔آپ کھا کر خوش ہوئے۔

نقل ہے کہ سید مجتبٰیؒ پر روزی کی بڑی تنگی تھی آپ کے صاحبزادہ راجہ سید احمد اس وجہ سے بہت

رنجیدہ تھے۔ایک دن ایک ہندو درویش آپ کے گھر مہمان ہوا۔اس نے گھر میں تنگی کا یہ حال دیکھ کر ایک نار یل کیمیا سے بھرا ہوا صاحبزادہ کو دیا کہ اس سے ضروریات پوری کریں۔اور کسی اور طرف چلا گیا۔راجہ سید احمد کیمیا سے بھرا وہ ناریل اپنے والد صاحب حضرت سید مجتبیٰؒ کے پاس لے گئے۔حضرت نے پوچھا میرے بیٹے یہ کیا ہے؟ عرض کیا کہ یہ ناریل کیمیا سے بھرا ہوا ہے۔ہماری پریشانیوں کو دیکھ کر ایک ہندو درویش نے مجھے دیا ہے۔حضرت نے کہا اچھا اور خاموش ہو گئے۔ایک روز آپ پیشاب کے لئے بیٹھے اور بیٹے سے ایک ڈھیلا مٹی کا استنجا کے لئے مانگا۔صاحبزادہ اٹھے اور چاہا کہ ڈھیلا لے آویں۔کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کے تمام در و دیوار سونے، چاندی کے ہو گئے ہیں۔ان کو سخت تعجب ہوا۔اسد رمیان حضرت نے پھر ڈھیلا مانگا۔صاحبزادہ نے لاچار ہو کر عرض کی مجھ کو یہاں سونے اور چاندی کے علاوہ مٹی کا ڈھیلا نظر نہیں آ رہا۔حضرت نے فرمایا پانی لے آؤ۔صاحبزادہ نے پانی لا کر دیا۔حضرت نے اس سے استنجاء کیا اور فرمایا کہ تم نے دنیا کے لئے اتنا دکھ اٹھایا۔جو چیز استنجے کے کام بھی نہ آئے اس کے لئے پریشان ہونے سے کیا حاصل۔آپ نے فرمایا اس ناریل کو دریائے گنگا میں پھینک دو کہ ہمیں ضرورت ظاہری دنیا کی نہیں ہے۔ہمارے خاندان کے لئے خدا پر توکل بہت ہے۔صاحبزادہ نے اس ناریل کو دریا میں پھینک دیا۔کچھ دنوں بعد وہی فقیر پھر آپ کے گھر مہمان ہوا۔تو تنگی کا حال وہی دیکھ کر صاحبزادہ سے پوچھا کہ جو ناریل میں نے تم کو دیا تھا وہ کیا ہوا۔صاحبزادہ نے فرمایا کہ میں نے تمھارا دیا ناریل والد صاحب کے کہنے سے دریا میں پھینک دیا۔فقیر کو بہت افسوس ہوا اور بولا کہ اللہ جانتا ہے کہ کتنی مشقت سے میں نے اسے حاصل کیا تھا۔تم نے اسے ضائع کر دیا۔صاحبزادہ نے اپنے والد سے یہ بات عرض کی کہ فقیر آیا ہے اور اپنی کیمیا مجھ سے واپس مانگ رہا ہے۔حضرت نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ دریا پر جائے اور اپنے کیمیا کا ناریل نکال کر لے جائے۔لیکن دوسروں سے کوئی تعرض نہ کرے۔اس فقیر نے دریا میں غوطہ لگایا تو دیکھا کہ دریا میں سینکڑوں ناریل سونے چاندی سے بھرے تیر رہے ہیں۔بہت متعجب ہوا اور اپنا ناریل لے لیا۔اور صاحبزادہ سے کہا کہ جہاں

کرامات کی قوت کا یہ حال ہو وہاں روزی کی تنگی سے کیا تکدر ہے۔ اور دنیا کے لئے مشقت کی کیا ضرورت ہے۔ بہت شرمندہ ہوا اور اس خاندان کا معتقد ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک روز ملک الموت راجہ مجتبٰی کی روح قبض کرنے کے لئے آسمان سے اترا۔ راجہ مجتبٰی صاحب نے موت کے فرشتہ سے کہا کہ میں اس وقت تک دنیا سے جانا نہیں چاہتا ہوں جب تک میرا بیٹا راجہ سید احمد پندرہ سال کا نہ ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ موت کا فرشتہ واپس چلا گیا۔ جب راجہ سید احمدؒ کی عمر پندرہ سال کی ہوگئی تو ایک دن راجہ سید مجتبٰیؒ پالکی پر سوار الٰہ آباد سے آرہے تھے۔ راستہ میں اپنے مکان کے قریب راجہ سید احمدؒ کے خدمت گار کو دیکھا کہ لنگی (تہبند) کو دھوپ میں سکھا رہا ہے۔ حضرت راجہ سید مجتبٰی نے اس سے پوچھا کہ تو یہاں کیوں کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ صاحبزادہ نہا کر دریا کے کنارہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت گھر آئے اور فرمایا کہ موت کا وعدہ پورا ہو گیا۔ راجہ سید احمد کو وصیت کی کہ میرا مزار گھر کے پاس بنانا تاکہ تم کو کچھ پوچھنا ہو تو آسانی سے پوچھ سکو۔ اگر میرا مزار دور ہوا تو تم کو آنے جانے میں دشواری ہوگی۔ یہ کہا اور انتقال کر گئے۔ صاحبزادہ نے والد کی وصیت پوری کی اور خود ولایت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

نقل ہے کہ حضرت راجہ سید ابراھیم عرف دیوانجیؒ برادرزادہ سید احمد بن راجہ سید مجتبٰی قدس سرہٗ نے کوئی ذریعہ معاش نہ ہونے کی وجہ سے اپنے چچا راجہ سید احمدؒ سے درخوست کی کہ حضرت متعلقین کے لئے کسب معاش کی کوئی تدبیر فرمائیں۔ حضرت یعنی حضرت راجہ سید احمدؒ نے کسی والی ملک سے عہدہ تحصیلداری کی سند لیکر سید ابراھیمؒ کو عنایت فرما دی۔ اس وقت ایک شخص بیعت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت راجہ سید احمدؒ نے فرمایا "خلوت میں" غرضکہ وہاں جو لوگ حاضر تھے یہ بات سن کر سب اٹھ گئے۔ راجہ سید ابراھیم بھی اٹھ گئے۔ دو گھڑی بعد بطور شکایت حضرت سے عرض کی کہ کیا حضرت میں بھی اس وقت حاضر رہنے کے لائق نہیں تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ خدائی بھید ہیں تمھارا اس راہ پر گذر نہیں ہے۔ حضرت راجہ ابراھیمؒ کو خدائی بھید سے واقف نہ ہونے پر بڑا افسوس ہوا۔ غرضکہ انہوں نے نوکری کی سند پھاڑ کر دریا میں پھینک دی اور اپنے چچا سید احمدؒ کی جوتیاں سر

پر رکھیں اور عصا پکڑ کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ اور عرض کیا کہ مجھے سند ملازمت کی ضرورت نہیں ہے۔ میری سند یہی ہے جو میرے پاس ہے۔ حضرت راجہ سید احمدؒ نے راجہ ابراھیمؒ کا یہ حال دیکھا تو عنایت بزرگانہ سے ایسی تعلیم و تربیت کی کہ درجہ ولایت پر پہونچ گئے۔ حضرت راجہ ابراھیمؒ سے سیکڑوں کرامات ظاہر ہوئیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی طرف سے دو موکل اسد اللہ اور اسد الرحمن آپ کی امداد اور حفاظت کے لئے مقرر ہوئے۔ اور آپ دیوانجی کے لقب سے مشہور ہوئے۔

نقل ہے کہ حضرت راجہ سید ابرھیمؒ بن راجہ سید میر میراں بن راجہ سید ابراھیم عرف دیوانجیؒ نے سدھور کے انصاریوں کے خاندانی حجام گوہر شاہ حجام کو بیعت کیا اور اس کو جذب کی کیفیت عطا کر دی۔ چنانچہ اگر کوئی دکھ یا رنج کسی سے پہونچتا تو وہ اللہ کے دربار میں بددعا کرتا۔ اور وہ شخص خانہ خراب ہو جاتا۔ ایک دن لوگوں نے راجہ سید ابراھیمؒ سے عرض کی کہ گوھر شاہ حجام ہر شخص کو بددعا دیتا ہے۔ اور لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ آپ یہ سن کر خاموش رہے۔ جمعرات کے دن آپ گوھر شاہ کو ساتھ لیکر حضرت مخدوم قاضی قطب کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اور مراقبہ و مشاھدہ میں مشغول ہو گئے۔ مراقبہ کے بعد گوھر شاہ سے فرمایا کہ تم سے بہت دنوں سے مصافحہ نہیں کیا ہے۔ آؤ مصافحہ کریں۔ گوھر شاہ نے کھڑے ہو کر حضرت سے مصافحہ کیا۔ آپ نے اپنی قوت ولایت سے جو کیفیت جذب کی اس کے اندر تھی واپس لے لی۔ گوھر شاہ اپنی بدقسمتی کی وجہ سے اس نعمت الہٰی سے خالی رہ گیا۔

نقل ہے کہ حضرت راجہ سید ابراھیمؒ سخت بیمار ہوئے۔ اور بیماری کی وجہ سے اس قدر ضعف غالب ہوا کہ اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ اس زمانہ میں مخدوم شاہ حسام الحق قدس سرہٗ کے بیٹوں میں سے ایک صاحب آپ کی عیادت کرنے کے لئے آئے۔ اس وقت حضرت جاں کنی کی حالت میں تھے۔ فوراً حضرت مخدوم کے بیٹے کی تعظیم کے لئے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ حاضرین کو بڑا تعجب ہوا کہ ابھی تو آپ کو اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہیں تھی اور کہاں اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ روح پرواز ہونے

سے پہلے فرمایا کہ میری نماز جنازہ پڑھنے کو چالیس ابدال آئیں گے۔کوئی دوسرا انکے آنے سے پہلے نماز پڑھانے کا قصد نہ کرے۔ متعلقین نے عرض کی کہ آپ تو جنت کو سدھار رہے ہیں ہمارا توکل اور بے معاشی آپ پر ظاہر ہے۔اس سلسلہ میں کیا فرماتے ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ ہمارا توکُّل دنیا میں خدا پر تھا۔اور یہی آخرت میں بھی تصور کریں۔اس کے بعد حضرت کا انتقال ہو گیا۔ متعلقین خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے تجہیز وتکفین کی تدبیر کی طرف سے پریشان تھے۔کہ ایک شخص نے جو بڑے امیروں میں سے تھا حضرت کی نذر کے لئے دوسو روپیہ بھیجے اور وہی اس روز خرچ ہوئے۔نہلانے اور کفن دینے کے بعد حاضرین آپ کے ارشاد کے بموجب چالیس ابدالوں کی آمد کے منتظر تھے۔اس وقت چالیس سفید پوش دریا پر آئے غسل کیا اور نماز میں شریک ہو گئے۔لوگوں نے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔انھوں نے کہا کہ ہم ابدال ہیں اور نماز جنازہ پڑھنے کے لئے حضرت کے ارشاد کے بموجب حاضر ہوئے ہیں۔

نقل ہے کہ راجہ سید نور الحقؒ اور میاں سراج الحقؒ کے والد حضرت جی یعنی راجہ سید ابراہیم کے بیٹے بھی ولی کامل تھے۔حضرت میاں مجتبٰی فرزند میاں نور الحقؒ کو حضرت مولوی صاحب شمسی وقمری مخدوم شاہ حمایت اللہ قدس سرہٗ سے ظاھری تعلیم اور باطنی ہدایت پہونچی تھی۔اور وہ اپنے خاندان کے مرتبہ پر پہونچے تھے۔کیا ہی عالی مرتبت خاندان ہے اس کے اوصاف اور کرامات کہاں تک لکھے جائیں۔اللہ ان کے مراتب میں ترقی فرمائے اور انکے طفیل اس عاصی مصنف کتاب کی مغفرت فرمائے۔

نقل ہے کہ حضرت سلطان الشہداء سالار مسعود غازی رحمتہ اللہ علیہ اپنے خادم سکندر دیوانہ کے ساتھ گھوڑی پر سوار راجہ سید نور الحقؒ بن راجہ سید حامد شہ قدس سرہٗ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تمھاری اولاد میں سے کسی نے میری نذر و نیاز مانی ہو اور اس کو پورا کرنے کے لئے بہرائچ (یو۔پی۔انڈیا) جانے کا ارادہ ہو تو نہ جائے۔میں خود اس لئے تمھاری اولاد کے پاس آگیا ہوں۔کہ اپنی مَنت اور نذر خود لے لوں۔اور وہ لوگ گرمی اور دھوپ میں بچوں اور عورتوں کو لیکر بہرائچ جانے سے بچ

جائیں۔ کہتے ہیں کہ اب بھی راجہ سید علیؒ کے خاندان میں یہی معمول ہے۔ یہ سب حال مفصل کتاب مراۃ مسعودی، تصنیف حضرت عبدالرحمن چشتی میں درج ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ راجہ سید حامد شہ کی اولاد میں سیکڑوں لوگ حضرت مخدوم شاہ حسام الحق مانک پوری قدس سرہٗ کی دعا سے ولی کامل پیدا ہوئے۔ قصبہ جات سدھور، سیجہ، احمد پور، امیٹھی وغیرہ اس خاندان کی ولایت میں ہیں۔ شیخ قادر بخش صاحب نے نورالانوار میں اور اس ناچیز نے اس کتاب میں اس خاندان کی روایات اور کمالات شامل کردی ہیں۔ شاید ان بزرگان کے ذکر خیر کے طفیل میں مجھ کو بھی آخرت میں اجر عظیم حاصل ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے آباؤ اجداد اور ان بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین) وفات دیوانجی عرف سید محمدؒ ۲۲ جمادالثانی ۱۲۵۰ھ

نقل ہے کہ حضرت سید سراج الحقؒ (بن حضرت جیؒ بن حضرت راجہ سید ابراھیمؒ بن راجہ سید میر میرانؒ بن راجہ سید ابراھیم عرف دیوانجیؒ) جن کو روحانی فیض اپنے جد امجد راجہ سید ابراھیمؒ سے تھا کئی بار حضرت شیخ الشیوخ سے محفل میں اور تخلیہ میں کہہ چکے تھے کہ جب ان کا انتقال ہو تو ان کا جنازہ حضرت شیخ الشیوخ پڑھائیں۔ اور اپنے ہاتھوں سے دفن کریں۔ آخرش میاں سید سراج الحق قدسرہ کا موضع بھلانواں میں انتقال ہو گیا۔ اس زمانہ میں حضرت شیخ الشیوخ رسولی میں مقیم تھے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کو اپنی کرامات باطنی سے اس کا علم ہو گیا۔ فوراً رسولی سے سدھور روانگی کا قصد کیا۔ رسولی کے مریدوں نے حضرت کو روکنے کے لئے بڑی خوشامد کی کہ حضرت گمراہوں کی ہدایت کے لئے مزید چند یوم رک جائیں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ مجھے آج سدھور پہونچنا بہت ضروری ہے۔ میاں سراج الحقؒ جو ہمارے جد اعلیٰ کے مرشد زادہ ہیں وفات پا گئے ہیں۔ انھوں نے اپنی نماز جنازہ کے لئے مجھے وصیت کی تھی۔ یہ سن کر لوگ خاموش ہو گئے۔ حضرت آدھا گھنٹہ دن چڑھے سدھور پہونچ گئے۔ ابھی گھر کے اندر نہیں گئے تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے بتایا کہ میاں سراج الحقؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور لاش مبارک کو 'بھلانواں' سے سدھور لایا جا رہا ہے۔ تاکہ ان کے جد امجد کے مزار کے پاس دفن کیا جائے۔ یہ بات سن کر حضرت جوش

میں آ گئے۔ اور غمگین ہو کر جنازہ کے استقبال کے لئے سدھور سے آدھا کوس باہر تشریف لے گئے۔ وہاں سے قوال گاتے ہوئے خاندانی روایات کے مطابق لاش مبارک دفن کی جگہ لیکر آئے۔ آپ نے روئے مبارک زیارت کے لئے کھولا تو وہ چاند کی طرح روشن تھا۔ آپ کا مزار حضرت سید راجہ عبدالحیؒ اور راجہ سید بندگیؒ کے درمیان ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ پر جذب کا غلبہ اتنا تھا کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ وفات میاں سراج الحقؒ ۲۰ جمادی الثانی ۱۲۴۶ھ

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ سدھور میں تشریف رکھتے تھے کہ شاہ نجیب اللہؒ سجادہ شیخ علی اوباز قدس سرہٗ کے انتقال کی خبر ملی۔ (حضرت شاہ نجیب اللہؒ کو اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی سنجری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے قریب ۶ ربیع الاول ۱۲۴۷ھ میں سپرد خاک کیا گیا) شیخ الشیوخؒ کو یہ خبر پانچ ماہ تاخیر سے ملی۔ حضرت کو بہت رنج ہوا۔ آپ نے حضرت مخدوم شیخ علی اوباز قدس سرہٗ کی خدمت میں عرض کی کہ اب ان کی سجادگی کے لئے کیا فرماتے ہیں۔ حضرت شیخ علی اوباز قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میرا خرقہ میری طرف سے لیجا کر حافظ حبیب اللہ (پسر شاہ نجیب اللہؒ) کو اپنے ہاتھوں سے شیخ الشیوخ خود پہنائیں۔ اور ان کو سجادہ نشین اور قائم بمقام شاہ نجیب اللہ قرار دیں۔ حضرت شیخ الشیوخ نے خرقۂ مبارک جو کہ خاندان میں بزرگوں کے زمانہ سے رکھا ہوا تھا۔ لیجا کر حافظ حبیب اللہ کو پہنا دیا۔ اور قائم مقام سجادہ بنا دیا۔ حضرت حافظ حبیب اللہؒ کو خرقہ پہننے کی ذمہ داری اور گرمی سے اس قدر وجد اور استغراق کی کیفیت طاری ہوئی کہ خرقہ پہننے کی جگہ سے پچاس قدم تک اڑتے چلے گئے۔ اور نذر نیاز کی مٹھائی وغیرہ سب بکھر گئی۔ سارے حاضرین اور برادری کے لوگ حضرت حافظ حبیب اللہؒ پر روحانیت کے غلبہ کو دیکھ کر رونے لگے۔ محفل کے ختم ہونے پر حضرت شیخ الشیوخؒ نے حافظ حبیب اللہ سے خرقہ لے کر اس کو اسی جگہ جہاں پہلے رکھا تھا رکھ دیا۔

نقل ہے کہ جب شاہ عبدالغفورؒ سجادہ مخدوم علی اوباز قدس سرہٗ کا جو کہ شیخ نجیب اللہ کے خالو تھے انتقال ہوا تو ان کے چچاؤں کی اولاد نے سجادگی کا دعوہ کیا۔ اور کہا کہ ہم بیٹے کی اولاد سے ہیں۔ لڑکی کی

اولاد کو سجادگی کا حق نہیں پہونچتا ہے۔ لیکن اس وقت حضرت مخدوم شیخ علی اوبازدؒ کی روحانیت شیخ نجیب اللہ کی طرف متوجہ تھی۔ حضرت شیخ الشیوخ کے والد محترم مولوی حمایت اللہ صاحب قدسرہٗ نے حضرت مخدوم شیخ علی اوبازد قدسرہٗ کی خدمت میں عرض کی کہ سجادگی کے لئے کیا ارشاد ہے۔ حضرت مخدوم نے روحانیت کی رُو سے فرمایا کہ فوراً خرقہ متبرکہ شاہ نجیب اللہ کو پہنا دیں۔ اور میرا قائم مقام اور سجادہ بنا دیں۔ کیونکہ وہی سجادگی کے لائق، عابد اور زاھد اور متوکل فرد ہیں۔ حضرت مولوی حمایت اللہ صاحب نے دوسرے بھائیوں اور فرزندان مخدوم کے اتفاق سے خود اپنے ہاتھ سے شاہ نجیب اللہ کو خرقہ پہنا کر ان کو سجادہ بنا دیا۔ خرقہ پہنانے کے وقت حاضرین کی گریہ وزاری ضبط سے باہر تھی۔ حضرت مولوی حمایت اللہ قدسرہٗ نے اس سارے حال احوال کے دوران میاں نجیب اللہؒ سجادہ پر اپنی خاص توجہ باطنی مبذول رکھی۔ یہاں تک کہ سجادہ صاحب درجہ تکمیل پر فائز ہو گئے۔ اور جوار کے مشائخ عظام میں مشہور ہوئے۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ حضرت شیخ الشیوخؒ ردولی شریف میں تشریف رکھتے تھے۔ اس درمیان مسمی نگاہی شیخ قادر بخش کے نانا کے چیلہ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اس شب حضرت پر وجد کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ سارے گھر کے در و دیوار کانپنے لگے۔ اس وقت آدھی رات گذر گئی تھی۔ بعد میں لوگوں نے پوچھا کہ مکان کے کانپنے کا کیا سبب تھا۔ فرمایا کہ نگاہی پر قبر کا عذاب شدید تھا۔ شیخ الشیوخ نے حضرت مخدوم عبدالحق قدسرہٗ سے اس کے گناہوں کی بخشش اور عذاب میں کمی کے لئے عرض کی اور کہا کہ یہ شخص اس پاک جگہ میں جو آپ کی ولایت میں شامل ہے مرا ہے۔ اس پر عذاب دیکھ کر مجھے فکر اور تعجب ہوا ہے۔ حضرت شیخ العالم مخدوم عبدالحق قدسرہٗ نے فرمایا کہ تمھارے اس شخص نے زندگی میں کبھی کوئی فریضہ مثلاً نماز روزہ نہیں کیا۔ یہ عذاب اس لئے ہے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے عرض کیا کہ یہ گناہ گار کسی طرح رہائی پا سکتا ہے کہ نہیں؟ حضرت شیخ العالم قدسرہٗ نے حضرت شیخ الشیوخ کی خاطر سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ اس وقت نگاہی کو عذاب سے چھٹکارا مل گیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس رات حضرت پر وجد طاری ہونے کا

سبب یہی تھا۔ایسا ہونا تعجب کی بات نہیں ہے۔کیونکہ کتاب فضل الخطاب اور دوسری کتابوں میں بزرگوں نے لکھا ہے کہ آسمان میں کوئی فرشتہ کسی غلطی کی بناء پر راندہ درگاہِ خدا ہو گیا۔اور اپنے مقام سے گر کے نچلے درجہ پر آ گیا۔اس مقام کے فرشتوں سے اس نے کہا کہ میں اپنی غلطی کی بناء پر اپنی جگہ سے نکالا گیا ہوں۔ان دوسرے فرشتوں نے اس سے کہا اگر یہ بات درست ہے تو تُو دنیا میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے پاس جا۔وہ اللہ کے محبوب عارف کامل اور اپنے وقت کے ولی اللہ ہیں۔اگر حضرت تیرے حق میں دعا کریں گے تو اس کی برکت سے تو اپنے مقام پر پہونچ جائیگا۔اس فرشتہ نے ایسا ہی کیا۔حضرت نے اس فرشتہ کا حال سنا اور آپ کی کیفیت بدل گئی۔دو منٹ کے بعد آپ خوش وخرم ہو گئے۔خادموں اور دوسرے جو لوگ موجود تھے انھوں نے دریافت کیا کہ اس وقت آپ کی کیا کیفیت ہوئی۔آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ اللہ کے دربار سے دھتکارا گیا اور اپنے مقام سے گر گیا تھا۔وہ میرے پاس اللہ کی حضور میں سفارش کے لئے آیا تھا۔میں نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کے مقام پر فائز کر دیا۔رنج اور خوشی دونوں کے یہی وجوہ تھے۔خادموں اور حاضرین کو یقین ہوا کہ حضرت کی کرامت روحانی سے ہم لوگ انشاء اللہ بخشے جائینگے۔کیوں کہ شیخ العالمؒ کی توجہ غلاموں کے حق میں اس سے کہیں زیادہ ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ لکھنو میں اپنے مرید شیخ عبدالواحد خان کے مکان پر تشریف رکھتے تھے۔اس زمانہ میں آپ اکثر بزرگوں سے ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے اور اکثر اگلے بزرگوں کے مزارات پر مراقبہ کرتے تھے۔ایک دن ارشاد فرمایا کہ میر نواب مجذوبؒ قطب وقت اور اس زمانہ میں اس ملک کے منتظم ہیں میری ملاقات کے متمنی ہیں ان کے پاس جانا ضروری ہے۔ورنہ دوسرے بزرگوں سے میری شکایت کریں گے۔حضرت شیخ الشیوخ مع شیخ قادر بخش اور شیخ ناظم علی اور چند دوسرے لوگوں کو لیکر میر نواب مجذوب کے پاس تشریف لے گئے۔میر نواب مجذوبؒ حضرت کو آتا دیکھ کر چند قدم پیشوائی کو آئے اور بڑی عزت سے حضرت کو اپنے پاس بٹھایا۔آپس میں کچھ گفتگو روحانی طور پر ہوتی رہی پھر اس کے بعد شیخ الشیوخ نے ان پر جلال کی نظر

ڈالی۔ کہتے ہیں کہ شیخ میر نواب مجذوب پریشان ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے کیا قصور کیا ہے مجھے معاف فرمائیں۔ میں آپ کا تابعدار ہوں۔ حضرت اپنی اصلی کیفیت پر آ گئے۔ پیر نواب مجذوب نے بازار سے مٹھائی منگوائی جس میں حلوہ سوہن بھی تھا جو نہایت نرم اور ملائم تھا۔ وہ حلوہ اپنے ہاتھ میں لیکر شیخ الشیوخ کو پیش کیا۔ کہتے ہیں کہ وہ بہت سخت ہو گیا۔ حضرت نے اپنی روحانی قوت سے اس کو بالکل اس طرح کھایا جیسے بالکل نرم ہو۔ اس میں سے تھوڑا سا شیخ قادر بخش وغیرہ کو بھی دیا انھوں نے ہر چند چاہا کہ کھائیں لیکن دانتوں سے نہ ٹوٹا۔ مجبوراً پتھر سے توڑ کر کھایا۔ اس کے بعد حضرت وہاں سے قیام گاہ واپس آ گئے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ لکھنو میں مقیم تھے۔ نواب گنج میں ایک مجذوب چپّہ شاہ ایک بھڑ بھونجے کی دوکان پر رہتے تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے ان سے ملاقات کے لئے نواب گنج جانے کا قصد کیا۔ لیکن چپّہ شاہ مجذوب اپنی کرامات باطنی سے حضرت کی آمد کا معلوم اپنی قیام گاہ سے غائب ہو گئے۔ حضرت شیخ الشیوخ راستے سے ہی ارادہ بدل کر رسولی آ گئے۔ ساتھ والوں نے پوچھا کہ حضرت نے ارادہ کیوں بدل دیا تو فرمایا کہ جس سے ملنے جا رہے تھے وہی اپنی جگہ سے غائب ہیں۔ اس لئے نواب گنج جانے سے کیا فائدہ۔ چپّہ شاہ کا حال نواب گنج کے اطراف میں مشہور ہے۔ وہ کسی سے بات چیت نہیں کرتے تھے۔ اور ہمیشہ خاموش رہتے تھے۔ ان کا انتقال اسی نواح میں ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ لکھنو میں تراب علی خان کے مکان پر قیام پذیر تھے۔ ایک دن شیخ قادر بخش، ناظم علی، تراب خان، میر حسن علی اور دو چار دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر حضرت بدر علی شاہ قدس سرہٗ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے گئے۔ حضرت بدر علی شاہ اپنی زندگی میں شیخ الشیوخؒ سے روحانی اور ظاہری بڑی محبت رکھتے تھے۔ جب سب لوگ مزار کے احاطہ کے دروازہ کے پاس پہونچے تو مجاور سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے کہا کہ میں نے اسوقت حجرہ کو قفل لگا دیا ہے۔ اور اپنے کسی کام سے باہر جا رہا ہوں اس لئے دروازہ نہیں کھل سکتا ہے۔ مہربانی فرما کر تیسرے پہر تشریف

لائیے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے مجاور کو کوئی جواب نہ دیا۔ اور حجرہ کی طرف تشریف لے گئے۔ ساتھیوں نے دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور قفل زنجیر میں لٹکا ہوا ہے۔ آپ ساتھیوں کے ساتھ حجرہ میں تشریف لے گئے اور مراقبہ و مشاہدہ میں مشغول ہو گئے۔ واپس آنے پر لوگوں نے پوچھا تو حضرت نے فرمایا کہ حجرہ کا دروازہ کھلا پانا حضرت شاہ بدر علی قدس سرہٗ کے کمالات باطنی اور آپ کے خلوص اور محبت کی وجہ سے تھا۔ آپ اکثر حضرت بدر علی شاہؒ کے عرس پر جو ۱۵ رجب کو ہوتا ہے تشریف لے جاتے تھے۔ اور ان سب لوگوں کو جو طلب صادق رکھتے تھے توجہ باطنی سے سرفراز فرماتے تھے۔

نقل ہے کہ ایک سال شیخ الشیوخ لکھنو میں تشریف رکھتے تھے ایک دن داروغہ غلام حسین کی مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے گئے۔ نماز جمعہ کے بعد ایک شخص نے جو مولانا عبدالرحمٰن کا مرید تھا امتحان اور تجربہ کے خیال سے حضرت شیخ الشیوخ سے پوچھا کہ مولانا عبدالرحمٰن قدس سرہٗ نے جو اپنے وقت کے کامل ولی ہیں وحدانیتِ الٰہی کو لفظ ''ہمہ اُوست'' سے ظاہر کیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن کا کہنا درست ہے کہ نہیں۔ حضرت کو کمال باطنی سے معلوم ہو گیا کہ شخص مولانا صاحب کا مرید ہے حضرت نے اس سے فرمایا کہ مولانا موصوف ولی اللہ اور عالم باعمل اور اپنے وقت کے کامل ہیں۔ جو فرمایا اللہ اور رسول کی مرضی کے مطابق ہے۔ اور بہت سی خوبیاں مولانا موصوف کی بیان کیں۔ وہ شخص اپنے پیر کی خوبیاں سن کر بڑا خوش ہوا۔ اور شیخ الشیوخ کا معتقد ہو گیا۔ اور اپنے طرز عمل پر بہت شرمندہ ہوا۔ واپس جا کر اپنے پیر مولانا موصوف سے سب باتیں بیان کیں مولانا صاحب نے بھی حضرت شیخ الشیوخؒ کے روحانی اوصاف اور کمالات ولایت اس شخص کے سامنے بیان کئے۔ اور بہت خوش ہوئے۔ یہ جاننا چاہئے کہ یہ دنیا ظاہر و باطن میں روحانیت سے بالکل اندھی اور بے بہرہ ہے۔ ظاہر کے دیکھنے والے کا مقصود دنیا ہوتی ہے۔ جیسا کہ مولانا جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں فرمایا ہے:

ترجمہ : جو لوگ صرف دنیا کے چاہنے والے ہیں وہ یکسر کافر ہیں

وہ لوگ دن رات بک بک جھک جھک میں مبتلا رہتے ہیں

اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ درویشوں کے ساتھ اگر چہ ان میں سے کوئی خلاف وضع بھی نظر آئے تو اعتقاد پختہ رکھے۔ اور نیازمندی سے پیش آئے۔ کیونکہ دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ بلاؤں اور وباؤں کا غلبہ ہوا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے حضرت مخدوم شیخ علی اوباز دقدس سرہٗ کی روح کی خدمت میں عرض کیا کہ اس بلاء اور وباء کو سدھور سے دور فرمادیں۔ سب کو معلوم ہے کہ اس بلاء اور وباء سے حضرت مخدوم کی اولاد اور لونڈی غلاموں میں سے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہونچا تھا۔ کہتے ہیں کہ وباء کے دوران جبکہ لوگ خوف اور ہراس میں مبتلا تھے ایک روز حضرت مخدوم علی اوباز دؒ کے مزار سے حافظ حبیب اللہ کے دروازہ، مسجد کے صحن اور محلّہ میں جا بجا خون بکھرا ہوا پایا گیا۔ لوگوں نے خون دیکھ کر حضرت شیخ الشیوخؒ سے اس سلسلہ میں استفسار کیا؟ حضرت نے فرمایا کہ پچھلی رات حضرت مخدوم شیخ علی اوباز دقدس سرہٗ نے بلا اور وباء کو ذبح کر دیا ہے۔ یہ خون کے نشانات اسی کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اسی روز سے قرب وجوار میں اس وباء کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ لکھنو میں شیخ ہدایت اللہ کے مکان پر قیام پذیر تھے کہ لقمان خان قندھاری جو کہ حضرت کے مریدوں میں سے تھا ایک دن دوسرے لوگوں سے کہنے لگا کہ لوگوں کو جذب وسلوک کیسے ہوتا ہے۔ حضرت نے روحانی قوت سے جہاں بیٹھے تھے وہیں سے ایک آواز پُرسوز نکالی جو لقمان خان قندھاری کے دل پر جا پڑی۔ اسی وقت انکو کیفیت جذب حاصل ہو گئی۔ اور دن رات جذب اور بیہوشی میں رہنے لگے۔ کچھ دنوں بعد دوسرے مریدوں کی کوشش اور استدعا سے حضرت اس کو سلوک کی حالت میں واپس لے آئے۔

نقل ہے کہ ایک بار لقمان خان سفر پر گئے۔ انکی والدہ کوئی خیر خیریت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے پریشان تھیں۔ انھوں نے حضرت کی خدمت میں عرض کی۔ حضرت نے اپنی روحانی قوت سے لقمان خان کو فوری طور پر لاہور سے واپس آنے کے لئے کہا اور وہ فوری طور پر واپس اپنی ماں کے

پاس پہونچ گئے۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ کا ایک مرید کرم امام ولد مدار بخش ساکن قصبہ سدھور بیمار ہوا اور زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی، عالمِ سکرات میں خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخ فرماتے ہیں کہ سرکہ، تازہ پانی، اور مرغ کا آبِ جوش ملا کر پی لو صحت ہوگی۔ کرم امام بیدار ہوا اور اپنا خواب لوگوں کو سنایا۔ گھر والوں نے بڑے اعتقاد سے حضرت کی فرمائی ہوئی دوا کا استعمال کرایا اور کرم امام کو اس سے فوری شفا ہوئی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ لکھنؤ میں تشریف فرما تھے۔ شیخ پیر بخش ساکن رسولی جو کہ جناب غلام دستگیر کے چچا تھے استسقاء کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ حکیموں نے ان کے علاج سے ہاتھ اٹھا لیا۔ شیخ پیر بخش مع بیوی بچوں کے شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی نیازمندی سے عرض کی کہ جناب والا اس مرض سے نجات کے لئے توجہ فرمائیں۔ حضرت نے اسی وقت منھ سے تھوک نکال کرانکے بدن پر مل دی۔ کہتے ہیں کہ مرض اسی وقت زائل ہو گیا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخؒ رسولی میں ہدایت اللہ صاحب کے مکان پر رونق افروز تھے۔ حضرت کا ایک مرید ذات جولاہا جو کہ برص کے مرض میں مبتلا تھا اس نے حضرت سے دعا کے لئے کہا۔ حضرت نے اس کی بیماری کو دیکھ کر لعاب دہن نکال کر اس کے بدن پر مل دیا۔ فوراً برص کے داغ اس کے بدن سے غائب ہو گئے۔ اور اس کو کلی صحت ہوگئی۔ وہ اپنے گھر گیا تو لوگوں نے مرض کے ٹھیک ہو جانے کا حال پوچھا اس نے بیان کیا کہ یہ سب پیرومرشد کی کرامت روحانی سے ہوا ہے۔ یہ حال سنکر بہت سے لوگ حضرت کے معتقد ہو گئے اور شرف بیعت سے سرفراز ہوئے۔

نقل ہے کہ دس رمضان المبارک کو حضرت مولوی حمایت اللہ قدس سرہ کے عرس کے دن شیخ غلام دستگیر (رسولی) کو وجد کی کیفیت ہوگئی۔ اس وقت حضرت شیخ الشیوخؒ نے اپنے کشف باطنی و معاملات قلبی سے ایسے نعرہ ہائے توجہ ان کے قلب پر لگائے کہ ان کو عرفان ہو گیا۔ اور انھوں نے لوح محفوظ دیکھ لیا۔ لوح محفوظ پر لکھا تھا کہ غلام شاہ یعنی غلام دستگیر صاحب کے والد اپنے ہاتھ سے ہلاک

ہو نگے۔غلام دستگیر نے قسمت کا لکھا دیکھ کر اسی حالتِ وجد میں صاف صاف یہ کہ دیا کہ غلام شاہ انکے والد چاقو سے اپنا گلا کاٹ لیں گے اور مر جائیں گے۔ یہ بات سن کر حاضرین مجلس کے کچھ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اس کو کیا ہوا ہے کہ اپنے باپ کے بارے میں ایسی بات کہ رہا ہے۔وہ لوگ اس بات سے واقف نہ تھے۔ان دنوں غلام دستگیر کے والد غلام شاہ علاج کے سلسلہ میں لکھنو گئے ہوئے تھے۔اس بات کے ظاہر ہونے کے پانچ روز بھی نہیں گذرے تھے کہ ۱۶ تاریخ کو شیخ غلام شاہ نے چاقو سے اپنا گلا کاٹ کر خودکشی کر لی اور فوت ہو گئے۔ان کی لاش رسولی لائی گئی اور وہاں دفن ہوئے۔وہ لوگ جو اس دن مجلس میں حاضر تھے اور حالتِ وجد کو نہیں مانتے تھے یہ بات سنکر اور دیکھ کر حضرت شیخ الشیوخ کے معتقد ہو گئے۔

نقل ہے کہ دس رمضان المبارک کو حضرت مولوی حمایت اللہ قدس سراہ کے عرس کے دن کہ لوگوں کی بڑی بھیڑ تھی۔ جناب غلام نبی (جناب غلام دستگیر کے بڑے بھائی) حضرت شیخ الشیوخ کے مرید بھی آئے ہوئے تھے۔ وہ ہمیشہ وجد و سماع کے اثرات سے انکار کرتے تھے۔اس پر ان کو بالکل یقین نہیں تھا۔اس دن جب شیخ الشیوخ خرقۂ متبرکہ پہنے ہوئے گھر کے اندر سے نکلے اور اپنے والد مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے۔اور حالتِ جذب و مستی میں ایک نعرہ غلام نبی کے چہرہ پر مارا۔حضرت کی کرامات سے وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر گئے۔اور دو روز تک ہوش میں نہ آئے۔غلام نبی صاحب کا حال اور جذب کی کیفیت دیکھ کر لوگ کہتے تھے کہ شاید یہ پاگل ہو گئے ہیں۔جب حالتِ وجد ختم ہوئی اور ہوش میں آئے تو حضرت کے سامنے سر جھکایا اور جان گئے کہ وجد اس طرح ہوتا ہے۔

نقل ہے کہ تراب خان اپنے سسر کے ساتھ ایک دفعہ اونٹوں کی تجارت کے سلسلہ میں زیادہ منافع کی لالچ میں مشرق کی طرف چلے گئے۔حضرت کرامات باطنی سے اس خبر سے مطلع ہو گئے۔لیکن یہ بات حضرت کو منظور نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ تراب خان ملک کے گرداگرد سینکڑوں کوس تک چلے گئے۔لیکن اونٹ نہ بکے۔اور اگر کوئی خریدار ہوا بھی تو اتنی کم قیمت لگی کہ مجبور ہو گئے کہ نہ

بچیں۔اس سفر میں جس جگہ بھی تراب خان گئے حضرت شیخ الشیوخ کو مجسم اپنے سامنے پایا۔وہ حضرت کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے کہ حضرت تو گھر میں تشریف رکھتے تھے ہمارے ساتھ کیسے نظر آرہے ہیں۔آخرش وہ لوگ بہت دور دراز سے گھوم پھر کر گھر واپس آگئے اور مال میں نقصان پر بہت رنجیدہ تھے۔حضرت نے انکی بے نیل ومرام واپسی پر انکے حال پر توجہ مبذول کی۔ چندروز کے بعد انکے اونٹ لکھنو میں ہی بہت اچھے داموں میں بک گئے۔اور انکو خاصا بڑا فائدہ ہوا۔تراب خان اور انکے سسر نے سوچا کہ ہم سیکڑوں کوس پھرے نقصان کے علاوہ کوئی فائدہ ہم کو نظر نہ آیا۔شاید حضرت کو ہمارا جانا پسند نہ تھا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ ایک دفعہ لکھنو میں تھے۔ان دنوں شیخ عبدالواحد انصاری سدھوری اور شیخ غلام دستگیر رسولوی حصول ملازمت کے لئے سرگرداں تھے۔ایک صبح حضرت نے دونوں کو بلایا اور ایک ایک ٹکڑا مٹھائی کا عنایت فرمایا۔خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ لوگ اسی روز حضرت کے تصرف باطنی سے سواروں میں ملازم ہو گئے۔سب کو احساس ہو گیا کہ حضرت کا مٹھائی دینا اصل میں نوکری کا دینا تھا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ شیخ قادر بخش کاتب نورالانوار حالات سے بہت تنگ تھے۔ایک دن شیخ الشیوخ کی خدمت میں سارا حال عرض کیا۔حضرت نے ایک تعویز اپنے ہاتھ سے لکھکر عنایت فرمایا۔اسی دن شیخ قادر بخش صاحب حضرت کی کرامت سے زبیر پورہ میں تحصیلدار کے عہدہ پر احمد علی خان کمبوہ کے یہاں نوکر ہو گئے۔حضرت نے فرمایا خواہ کوئی بھی مشکل کیوں نہ ہو پانچوں فرض نمازوں کے بعد سو (۱۰۰) بار اس دعا کو ضرور پڑھو۔اس دعا کی برکت سے خوب برکت ہوگی۔

فَسَهِّل یَا اِلٰهِی کُلَّ صَعبٍ بِحُرمَتِ سَیِّدُالاَبرَار لِسَهِّل ، لِسَهِّل ، لِسَهِّل

اس کو پڑھنے سے پہلے اس کی ذکوٰۃ ادا کرنے کی ترکیب بھی بتائی جو حسب ذیل ہے:۔

٭ چڑھتے چاند کی جمعرات کو غسل کر کے پھر کسی سے بات نہ کی جائے۔اور رات میں ایک ہزار ستر

مرتبہ اس دعا کو پڑھے۔ اول و آخر جتنا ممکن ہو سکے درود شریف پڑھے۔'' اس کے بعد پابندی سے ہر فرض نماز کے بعد ایک سو بار پڑھتا رہے۔

چونکہ شیخ قادر بخش صاحب نے حضرت کے ارشاد کے مطابق اس دعا کی پابندی کی اس لئے بقول انکے اپنے اللہ کے فضل اور بزرگوں کی عنایت سے ہمیشہ برسرِ روزگار رہے۔ حضرت والا اکثر و بیشتر ہر ایک کو ''سبعات عشر'' (دس سات) آیتیں جن کی ترکیب اکثر کتابوں میں لکھی ہے اور سورۃ مُلک بعد عشاء اور سورۃ واقعہ بعد نماز مغرب کی زیادہ تاکید کرتے تھے۔ ان دو سورتوں کی بڑی فضیلت ہے۔ سورۃ مُلک کی تلاوت سے عذاب قبر سے رہائی ملتی ہے، جان آسانی سے نکلتی ہے اور قبر نور سے بھر جاتی ہے۔ اور سورۃ واقعہ پڑھنے سے دنیاوی حادثات و تکلیفات سے حفاظت رہتی ہے۔ اور کبھی محتاجی اور فاقہ کی نوبت نہیں آتی۔

نقل ہے کہ ایک دفع خاندان کے ایک صاحب کو سخت پریشانی پیش آگئی۔ انھوں نے شیخ الشیوخؒ سے عرض کیا کہ یا حضرت! دنیاوی پریشانیوں میں بہت گھر گیا ہوں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ دنیاوی پریشانیوں سے آخرت کی بھلائی ہوتی ہے۔ اور اکثر سچے اور باایمان لوگ دنیاوی مشکلات میں گھرے رہے ہیں یہ دنیاوی پریشانیاں ان کے لئے آخرت کے اجر اور ثواب کا باعث ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان کے بموجب ''فَاِنَّ مَعَ الْعُسر یُسرا ۃ اِنَّ مَعَ العُسرِ یُسرا ۃِ اس آیت کا اصل مطلب دنیا اور آخرت ہے۔ لوگوں نے اس کے معنی یہ بھی بتائے ہیں کہ دنیا ہی میں رنج کے بعد آسانی ہوتی ہے۔ یہ معنی بھی پہلے ہی معنی کے سے ہیں۔ چنانچہ ایک دن حاکم وقت کے سپاہی اُن صاحب کو گرفتار کرنے کے لئے ان کے دروازہ پر آئے۔ جس سے بہت شور ہوا۔ حضرت شیخ الشیوخ معمول اور عادت کے مطابق خانقاہ کے پھاٹک پر کتاب پڑھنے اور وظیفہ میں مشغول تھے۔ استغراق اور جذب کی وجہ سے جو اولیا اللہ کی خصوصیت ہے آپ کو ملعون سپاہیوں کے شور و ہنگامہ کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ اور آپ نے یہ کیا جیسا کہ آیت کریمہ ہے ''وَاللّٰہُ یُحِبُّ الصَّبِرِ ،ینِ ۃ اتفاق سے چند سپاہی دروازہ کے اندر آگئے۔ اس وقت حضرت کو جلال اور جذب کی گرمی

تھی۔اس گرمی میں آپ کی نظر باطنی ان لوگوں پر پڑی۔وہ نابکار حضرت کے جلال کی تاب نہ لاسکے اور کہنے لگے کہ ہمارے تن بدن میں کس نے آگ لگادی۔غرضکہ گھبرا کر دروازہ کے باہر آگئے اور چلے گئے۔اور کہنے لگے کہ اندر جانے کی ہمت نہیں ہے۔اس طرح حضرت کی کرامت سے ان صاحب کو پریشانی سے نجات ملی۔

نقل ہے کہ شیخ احمد بخش ساکن گوریلہ جو کہ حضرت شیخ الشیوخؒ کے عزیزوں اور حضرت سیدنا و مولانا حافظ شاہ جمال اللہ معشوق اللہ قدسرہٗ کے مرید تھے تحصیلدار ہو کر پرگنہ سدھور میں تعینات ہوئے۔اور سدھور کے قلعہ میں آکر قیام کیا۔اتفاق سے کچھ دنوں کے بعد وہ معزول ہو گئے اور انکی جگہ دوسرا شخص تعینات کر دیا گیا۔شیخ صاحب اپنی معزولی کی خبر سن کر پریشانی کی حالت میں کچہری کے عملہ کے ساتھ حضرت شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور عرض کی کہ میں اس عہدہ سے ہٹا دیا گیا ہوں۔اور رخصت ہونے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔حضرت شیخ الشیوخ روحانی طور پر اپنے والد محترم شیخ حمایت اللہ قدسرہٗ کے مزار کی جانب متوجہ ہوئے اور رسول پاک ﷺ کی روح والا صفات سے مدد چاہی۔دو منٹ کے بعد مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا کہ ہمارے بزرگوں اور پیشواؤں کی درخواست پر حضرت رسول مقبول ﷺ کی سرکار سے تم کو دو سال کے لئے پرگنہ سدھور کی تحصیلداری عطا کی گئی ہے۔اور کوئی دوسرا اس جگہ تمھارے عہدہ پر نہ آسکے گا۔حضرت کے فرمانے کے بموجب ایسا ہی ہوا۔

نقل ہے کہ مدّح جان ساکن پورہ سدھور حضرت مولوی صاحب قدسرہٗ کے مرید تھے۔وہ انگریز سرکار کے کاپی بُندیل کھنڈ" میں ملازم تھے۔اتفاق سے ایک انگریز تحصیلدار کی وجہ سے ایک مسئلہ کی جواب دہی میں پھنس گئے۔اور انگریز افسر جو حاکم عدالت تھا ان کی جان کے پیچھے پڑ گیا۔کسی طرح سے مدح خان کی جان چھوٹتی نظر نہ آتی تھی۔مدح خان اس انگریز افسر کی کینہ پروری سے سخت پریشان تھے۔اس پریشانی میں شیخ الشیوخؒ کو یاد کیا اور کہا کہ میں اس بارگاہ کے پرانے غلاموں کا غلام ہوں۔میری عزت اور جان اس تحصیلدار کی وجہ سے غیر محفوظ ہے۔اسی وقت شیخ

الشیوخ نے اپنا عسا لیا اور روحانی طور پر اس جگہ پہونچے اور اس انگریز افسر کو راہ راست پر لائے۔اور وہ مدح خان کو نقصان پہونچانے سے باز آ گیا۔اور انکو نوکری پر دوبارہ لگا دیا اس طرح مدح خان جواب دہی سے بچ گئے۔

نقل ہے کہ چودھری سرفراز احمد رئیس ردولی اپنے بڑے بھائی کے ساتھ قید ہو گئے۔اور ایک ظالم کے ہاتھوں ہلاکت کو پہونچ ہوئے تھے۔انھوں نے بڑی نیاز مندی سے شیخ الشیوخؒ کی خدمت میں درخواست کی۔ان کا سارا حال معلوم کر کے حضرت افسردہ ہوئے اور حضرت شیخ العالم شیخ عبد الحق قدسرہٗ کی روح سے مدد کی درخواست کی۔حضرت شیخ العالم قدسرہٗ نے فرمایا کہ شیخ الشیوخ خود چودھری سرفراز کی رہائی کی تدبیر کریں۔غرضکہ شیخ الشیوخ نے ایک پُر اثر تعویز خود اپنے ہاتھ سے لکھ کر ان کو بھیجا۔دن کا ایک پہر گذرا تھا جب انھوں نے اس تعویز کو باندھا۔اور اسی روز چودھری سرفراز کو رہائی مل گئی۔ چودھری سرفراز بعد رہائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی نیاز مندی سے نذر پیش کی اور دعاؤں کے طالب ہوئے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ ایک سال حضرت شیخ العالم احمد عبدالحق قدسرہٗ کے عرس میں ردولی تشریف لائے۔ایک روز فرمایا کہ شیخ پیر بخش ساکن رسولی یعنی غلام دستگیر صاحب کے چچا رسولی میں انتقال کر گئے۔حاضرین محفل کو یہ سنکر تعجب ہوا۔اسی روز شام کو شیخ مذکور کے انتقال کی خبر ردولی پہونچی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ سدھور میں قیام پذیر تھے اسدن آپ نے فرمایا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ کوئی شخص انتقال کر گیا ہے۔اور اس کی لاش یہاں لائی گئی ہے۔اسی روز شیخ شجاعت علیؒ خلیفہ حضرت خواجہ حبیب اللہ قدسرہٗ جن کا ذکر پہلے آچکا ہے ردولی میں انتقال کر گئے۔اور ان کی لاش ردولی سے سدھور لائی گئی۔

نقل ہے کہ ایک بار تراب خان نے خواب دیکھا کہ مدار بخش ساکن سدھور کہتے ہیں کہ میں دنیا میں شیخ الشیوخ سے کامل اعتقاد رکھتا تھا اس لئے مجھے عذاب قبر سے نجات مل گئی۔اور میں بخشا گیا۔در

حقیقت مذار بخش کے انتقال کے دن ان کے دفن ہونے کے بعد حضرت شیخ الشیوخ بڑی دیر تک ان کی قبر پر مراقبہ میں بیٹھے رہے تھے۔ حالانکہ وہ دوسرے مسلک سے تعلق رکھتے تھے لیکن کیا عجب کہ شیخ الشیوخ کے ساتھ حسن اعتقاد کی وجہ سے ان کی نجات ہوگئی ہو۔ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدسرہٗ کی توجہ سے ایک شخص کو جوان کے پیر حضرت عثمان ھارونی قدسرہٗ کا مرید تھا عذاب قبر سے نجات مل گئی تھی۔ یہاں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے۔ اکثر اولیا اللہ سے ایسا کچھ ظاہر ہو چکا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ ہر سال حضرت شیخ العالم شیخ عبدالحق قدسرہٗ کے عرس میں ردولی تشریف لے جاتے تھے۔ ایک سال بیماری کی وجہ سے نہ جاسکے۔ علی الصباح آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور بڑی دیر تک مراقبہ میں ڈوبے رہے۔ اور بہت روتے رہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت آج اسقدر رونے کی وجہ کیا ہے۔ حضرت نے بڑے رنج اور افسوس سے فرمایا کہ آج میاں علی احمد صاحب سجادہ حضرت شیخ عبدالحق قدسرہٗ کا ردولی میں انتقال ہو گیا۔ دوسرے دن یہ خبر پہونچی کہ واقعی اسی دن سجادہ صاحب کا انتقال ہو گیا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ لکھنو میں تشریف رکھتے تھے۔ عبدالباقی خان قندھاری رسالدار جو بڑے امیروں میں سے تھے اور بڑے دانشمند اور قابل آدمی تصور کیئے جاتے تھے۔ اس وقت کے مشائخ میں کسی سے عقیدت نہ رکھتے تھے۔ اور ان کو کرامات پر اعتقاد نہ تھا۔ انھوں نے بہت سے مشائخ کا تجربہ بھی کیا لیکن کسی کو پورا نہ پایا۔ بلکہ اس زمانہ کے مشائخ سے اور بھی انکاری ہو گئے۔ ایک روز انھوں نے شیخ الشیوخ کو اپنے گھر پر مدعو کیا۔ حضرت نے اس خیال سے کہ دعوت کا انکار کرنا منع ہے رسالدار مذکور کے گھر گئے۔ اس نے بڑی عقیدتمندی سے نذر پیش کی لیکن آپ نے قبول نہ کی۔ پھر آخر بہت کہنے سننے پر قبول فرمائی۔ اتنے میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا۔ رسالدار مذکور قرآن شریف کی قرآت میں کسی کو اپنا ثانی نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ ان میں نفسانیت شامل تھی اپنے دل میں خیال کیا کہ اگر میں پیش امام ہوں تو حضرت کو قرآن شریف کی

قرآت سنا سکونگا۔ مؤذن نے تکبیر کہی اور رسالدار نے حضرت سے کہا کہ حضرت نماز پڑھائیں۔ کیونکہ آپ وقت کے ولی ہیں۔ حضرت نے اپنی کرامت باطنی سے جو بات رسالدار کے دل میں تھی معلوم کر لی۔ اور کہا کہ تمھیں مجھے قرآن سنانے کی خواہش ہے۔ تم ہی نماز پڑھاؤ۔ تم کو قرآت کے قوائد کی زیادہ معلومات ہیں۔ اور اس کی قرآت کی بڑی تعریف کی۔ چونکہ اس کے دل میں ایسا ہی تھا اس لئے اس نے نماز کی امامت کی۔ نماز سے فارغ ہو کر رسالدار نے حضرت سے کہا کہ میں عمر بھر میں آپ کے سوا کسی کی ولایت و کرامت کا معتقد نہ ہوا تھا۔ لیکن آج آپ نے باطن کی روشنی سے جو کچھ میرے دل میں تھا وہ معلوم کر لیا۔ مشہور ہے کہ شیخ عبدالباقی خان عمر بھر میں حضرت کے علاوہ جوار کے مشائخ میں سے کسی کے معتقد نہ ہوئے۔ اس کے بعد سے وہ اکثر حضرت کے پاس آنے جانے لگے۔

نقل ہے کہ فقیر محمد خان سواروں کا رسالدار جو کہ لکھنو کے رئیسوں میں سے تھا۔ کسی کام کے لئے نواب کے حکم سے سدھور آیا۔ حضرت کی کرامات کا شہرہ سنکر بڑی عقیدت سے قدم بوسی کے لئے حاضر ہوا۔ ایک روز اس نے کہیں سے سنا کہ حضرت کے پاس کتاب کیمیائے سعادت تصنیف حجت الاسلام خواجہ محمد غزالیؒ کا ایک نسخہ جو خط ولایتی میں تحریر ہے حضرت کے پاس ہے۔ اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ کسی وقت ملاقات ہونے پر کسی بہانے سے حضرت سے وہ کتاب تحفہ میں مانگ لونگا یا خرید لونگا۔ جب خان مذکور قدمبوسی کے لئے حاضر ہوئے اس وقت وہ کتاب حضرت کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت نے کشف روحانی سے رسالدار کے دل کی بات معلوم کر لی۔ اور رسالدار سے فرمایا کہ یہ کتاب کیمیاء سعادت جو کہ میرے ہاتھ میں ہے نایاب ہے۔ اور میں ہر وقت اپنے ساتھ رکھتا ہوں۔ اور بہت عزیز رکھتا ہوں۔ کسی کو بھی میں یہ کتاب ایک گھڑی کے لئے بھی دینا گوارہ نہیں کرتا ہوں۔ یہ میرے نانا کا تبرک بھی ہے۔ خان مذکور یہ سن کر بہت شرمندہ ہوا۔ اور پھر کبھی حضرت سے اس کتاب کے بارے میں کوئی بات نہ کی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ نے پورہ کی مسجد میں جو حضرت کے والد ماجد حضرت مولوی حمایت

اللہ صاحب نے بنوائی تھی اپنے معمول کے مطابق نماز عصر سے مغرب تک تشریف رکھتے تھے۔اصغر علی ساکن نگرام میر روشن علی کے بھائی جو قادر بخش صاحب کے خالا زاد بھائی بھی ہوتے تھے ان دنوں سدھور آئے ہوئے تھے۔نماز مغرب کے وقت حضرت سے ملنے گئے۔حضرت نے نماز کی نیت باندھی۔اس درمیان اصغر علی صاحب نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر حضرت اس وقت دونوں رکعتوں میں فلاں فلاں صورتیں پڑھیں تو میں حضرت کا معتقد ہو جاؤں۔حضرت کو روحانی طور پر اصغر علی صاحب کے دل کی بات معلوم ہوگئی۔غرضکہ آپ نے وہی صورتیں اسی ترتیب سے پڑھ دیں۔نماز کے بعد اصغر علی بہت نادم ہوئے۔اور اپنی بدگمانی پر حضرت سے معذرت چاہی۔حضرت نے ان کو خوش کرنے کے لئے فرمایا کہ مغرب کی نماز میں ان صورتوں کا پڑھنا میری عادت ہے۔اس طرح گویا کرامات کو چھپایا۔

نقل ہے کہ حضرت لکھنو میں تشریف رکھتے تھے شیخ فضل علی کمیدان ایک جلیل القدر اور درویش پرست آدمی تھے۔وہ شاہ بدر علی قدس سرہٗ لکھنوی کے مرید تھے۔اور حضرت شیخ الشیوخ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔وہ ایک دن آپ کو اپنے گھر لے گئے۔اور دعوت کی۔اسی زمانہ میں شیخ فضل علی کمیدان نواب اعتماد الدولہ کے دربار میں گئے جو نواب اودھ کے نائب تھے۔اور از راہِ تذکرہ حضرت کے کمالات بیان کئے۔اس کو سنکر نواب صاحب کو حضرت سے ملنے کا اشتیاق ہوا۔شیخ مذکور نے نواب سے کہا اگر حضرت سے ملاقات اور قدمبوسی منظور ہے تو اپنی بنوائی ہوئی مسجد میں تیسرے پہر آجائیں شیخ مذکور کسی نہ کسی بہانہ سے حضرت شیخ الشیوخ کو وہاں لے آئیں گے۔اس گفتگو کے بعد شیخ مذکور نواب کے پاس سے شیخ الشیوخ کے پاس آئے۔اور عرض کی کہ یا حضرت نواب نے ایک نئی طرز کی مسجد بنوائی ہے۔حضرت عصر کی نماز اسی مسجد میں ادا فرمائیں۔حضرت اس مسجد کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔حضرت امراء و رئیسوں سے ملاقات کرنا پسند نہ کرتے تھے۔آپ کو کرامت باطنی سے علم ہوگیا کہ نواب صاحب مسجد میں موجود ہیں۔اس لئے آپ نے وہاں جانا مناسب خیال نہ کیا۔اس لئے راستے ہی سے مزار نصر اللہ شاہؒ جو کہ گئو گھاٹ میں ہے اس طرف

چل دیئے۔اور وہیں نماز عصر ادا کی۔نواب مذکور شام تک انتظار میں بیٹھے رہے۔دوسرے دن نواب مذکور نے شیخ فضل علی کمیدان سے شکایت کی کہ حضرت میری مسجد میں نہیں آئے۔شیخ فضل علی نے نواب سے کہا کہ دراصل حضرت تشریف لا رہے تھے لیکن راستہ میں ارادہ بدل کر شاہ نصر اللہؒ کے مزار پر چلے گئے۔حضرت کو جب یہ سارا حال معلوم ہوا تو شیخ مذکور سے کہا کہ مجھے امراء سے ملنے کی کبھی خواہش نہیں ہوئی پھر تم نے نواب کو میری ملاقات کے لئے کیوں تیار کیا۔شیخ مذکور بہت شرمندہ ہوئے۔

نقل ہے کہ گھسیاون گوجر جو حضرت کی خاص رعایا تھا پورہ'' میں رہتا تھا۔اس کا بیٹا ڈاکوؤں کے خوف سے رات کو اپنے گھر سے آکر خانقاہ میں سونے لگا۔حضرت عشاء کی نماز کے بعد جب مسجد سے تشریف لاتے آدھا گھنٹہ پھاٹک میں ٹھہرتے تھے اس وقت اکثر وہ لڑکا حضرت کے پاؤں دباتا تھا۔اور حضرت اس کے ساتھ بڑی شفقت فرماتے تھے۔ایک رات اس نے اپنے گھر میں رات کو رہنے کا ارادہ کیا۔آپ نے اس سے فرمایا کہ آج رات گھر نہ جاؤ کل جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس بچہ نے حضرت کی بات کا سہی مطلب نہ سمجھا اور اپنے گھر جا کر سو گیا۔اس رات اس مذکورہ بچہ کو یرغمال بنانے کے لئے (کیونکہ اس کا باپ بڑا مالدار مشہور تھا)۔ڈاکو آئے اور اس بچہ کو سارے گھر میں ڈھونڈھتے رہے آخرش اس کے چھوٹے بھائی کو پکڑ کر لے گئے۔سارے گھر میں سامان ڈھونڈھا اس وقت اصل لڑکا وہیں انکے پاس تھا لیکن حضرت کے تصرف سے اس کو ڈاکوؤں نے نہ پہچانا بلکہ اس کو اپنے آدمیوں میں سے ایک سمجھتے رہے۔وہ لڑکا ان ڈاکوؤں کے ساتھ قریب کے باغ تک گیا اور پھر بھاگ کر اپنے گھر آیا۔اس کی ماں روتی پیٹتی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی۔حضرت نے بڑی مہربانی سے فرمایا کہ صبر کرو تمھارا بیٹا ظالموں کے پنجہ سے جلد چھوٹ کر واپس آجائے گا۔اور ڈاکو جڑ بنیاد سے برباد ہو جائیں گے۔غرضکہ چند یوم بعد اس کا چھوٹا بھائی ڈاکوؤں کے چنگل سے رہائی پا کر گھر آگیا۔اور موضع ڈرونڈہ جو ڈاکوؤں کا ٹھکانہ تھا سرکاری کارندوں کے ہاتھ ایسا تباہ ہوا کہ ان کی تمام املاک نقد اور سامان لوٹا گیا۔اور ڈاکو اپنے

گھر سے بے دخل ہو گئے۔ رام بخش جو اس موضع میں ڈاکوؤں کا سرغنہ اور رئیس تھا واصل جہنم ہوا۔ یہ واقعہ تعجب خیز نہیں ہے۔ اکثر لوگوں نے بزرگوں کی توجہ سے بڑی بڑی مشکلات سے نجات پائی ہے۔ چنانچہ شاہ عبدالرزاق قدسرہ (بانسہ شریف) نے ایک شخص کو قوت روحانی سے ڈوبنے سے بچالیا تھا۔

نقل ہے کہ شیرا سنگھ عامل پرگنہ سدھور بڑا کٹر ہندو تھا۔ اس نے حضرت مخدوم خیرالدین دریا نثارؒ کے مزار کے قریب رام اور راون کی مورتیاں مٹی سے تیار کروائیں۔ قصبہ سدھور کے لوگ اس مورتی کے بنانے کے بیگار سے تنگ آ گئے تھے۔ انھون نے شیخ الشیوخ کی خدمت میں سب حال عرض کیا۔ اور کہا کہ حضرت کفر کا زور اتنا بڑھ گیا ہے کہ حضرت مخدوم کے مزار کے قریب رام اور راون کا بت بنایا ہے۔ حضرت نے بہت نرمی سے فرمایا کہ اپنے اعمال کی سزا پائے گا۔ چند ماہ بھی نہیں گذرے تھے کہ موضع ڈرونڈہ کے لوگوں کی گولی سے مارا گیا۔ اور مٹی کے بت خود ہی نیست نابود ہو گئے۔

نقل ہے کہ لکھنو میں نصیرالدین حیدر جو والئے ملک تھے انھوں نے روشن سنگھ کو جو انکے خاص آدمیوں میں سے تھا۔ اپنی سوار و پیادہ فوج کے ملازموں کو برطرف کرنے پر مقرر کیا۔ اس نے سارے سپاہ کو ملک کے کونے کونے سے طلب کیا۔ اس فوج میں سدھور کے انصاری خاندان کے لوگ بھی ملازم تھے۔ غرضکہ وہ لوگ بھی طلب کئے گئے۔ اور ظالم روشن سنگھ کے ہاتھوں فوجیوں کی نوکریاں جانے لگیں۔ لوگ برطرفی کے ڈر سے بڑے پریشان تھے۔ ایک روز یہ بات حضرت کے گوش گزار کی گئی۔ حضرت نے توجہ فرمائی۔ اور کئی جلد اثر کرنے والی دعائیں پڑھنے کو فرمایا۔ اور میاں محمد مراد صاحبؒ کو بعض پر اثر دعائیں جنکی کسی اور کو پڑھنے کی اجازت نہیں تھی پڑھنے کو فرمایا۔ میاں محمد مراد نے دس دن روزہ رکھا اور ترک حیوانات جلالی و جمالی کے ساتھ حضرت کی بتائی ہوئی دعائیں اور وظیفہ پڑھنے لگ گئے۔ لوگوں نے پھر عرض کی کہ یا حضرت لکھنو میں قیامت برپا ہے غریبوں کے لئے اس زمانہ میں یہ ہلاکو پیدا ہو گیا ہے۔ ہلاکو لوگوں کو جان سے مار دیتا تھا یہ

روزی سے مارتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ صبر کرو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ روزی پہونچانے والا ہے اس کی قدرت اس کے حکم کی پابند ہے۔ وہ پریشان حالوں کی دعا قبول کرنے والا ہے۔ اس وقت حضرت پر جذب اور وجد کی کیفیت طاری تھی۔ اس حال میں ارشاد فرمایا کہ ہلاکو باقی نہیں رہا۔ اس نے جو کیا وہ دیکھا۔ اس کا کیا اس کے سامنے آیا۔ اللہ کی قدرت اور حضرت کی دعاؤں سے ابھی دو دن بھی نہ گذرے تھے کہ لکھنو سے خبر آئی کہ درشن سنگھ شاہی عتاب میں گرفتار ہو گیا۔ جو قہر الٰہی کا نمونہ تھا۔ اس کو اس کے ایک دشمن کے سپرد کر دیا گیا جس کا نام بھی درشن سنگھ تھا۔ اس درشن سنگھ نے قیدی درشن سنگھ کو سخت ذلیل کیا۔ اور لمبی قید میں ڈال دیا۔ اس طرح حضرت کی دعاؤں اور توجہ سے وہ ظالم اپنے دشمن کے پنجہ میں گرفتار ہوا اور خلقت اس کو اس کے پنجہ سے نجات ملی۔

نقل ہے کہ چودھری سرفراز احمد ردولوی جو حضرت کے بڑے معتقد تھے اور نیاز مند تھے حضرت بھی ان پر توجہ خصوصی رکھتے تھے۔ درد گردہ کی بیماری میں مبتلاء ہو گئے۔ ان پر بیہوشی طاری ہو گئی اور کسی کو ان کی زندگی کی امید باقی نہ رہی۔ ان کے متعلقین بہت پریشان تھے۔ شیخ الشیوخ ؒ نے روحانی توجہ سے ان کی بیماری کا حال معلوم کرلیا۔ اور ایک کاغذ کے ٹکڑہ پر "اللہ اللہ" لکھا اور میاں مراد کو دیا اور چودھری سرفراز احمد کو ایک خط بھی اپنے مبارک ہاتھوں سے لکھا۔ میاں محمد مراد ؒ وہ تعویز اور خط لے کر حضرت کی اجازت سے ردولی گئے۔ اور تعویز و خط چودھری صاحب کو پہنچایا۔ تعویز باندھتے ہی وہ مرض جو لاعلاج ہو گیا تھا فوراً ختم ہو گیا۔ اور وہ ہوش میں آ گئے۔ انھوں نے کہا کہ میری صحت اللہ کے کرم اور حضرت کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ کتاب نفحات الانس میں حضرت نجم الدین کبریٰ قدس سرہٗ کی کرامات کے سلسلہ میں ایسا ہی واقعہ لکھا ہوا ہے۔ آپ سے ایک شخص نے سفارش کی درخواست کی۔ انھوں نے اس کی سفارش میں فوراً بادشاہ کے نام خط لکھ دیا۔ اس زمانہ میں بادشاہ سخت بیمار تھا۔ اس شخص نے وہ خط بادشاہ کو پہونچایا۔ کہتے ہیں کہ اس خط کے پہونچتے ہی بادشاہ صحتیاب ہو گیا۔ وہ حضرت نجم الدین کبریٰ کا بڑا معتقد ہو گیا اور سمجھ گیا کہ اس کی صحت اس خط کی

برکت سے ہے۔اس نے خط لانے والے کو سونے کے سکوں سے مالا مال کر دیا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ ایک بار کتب سلوک میں سے مٹی، پانی، ہوا اور آگ چاروں اجزاء کا ذکر (یعنی چلہ) کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک روز دوران ذکر آپ کی نظر کوٹھے پر پڑی جہاں دیوار پر چھپر پڑا ہوا تھا۔ اسی وقت چھپر جل کر راکھ ہو گیا۔ اور کچھ بھی باقی نہ رہا۔

نقل ہے کہ میر حسین علی خانقاہ کے دروازہ کے پاس سوتے تھے۔ ایک روز صبح حضرت شیخ الشیوخؒ مسجد کے لئے روانہ ہو گئے۔ بعد میں میر حسین علی تیار ہو کر جب جانے کے لئے دروازہ پر پہونچے تو دروازہ بند پایا۔ غرضکہ وہ مختلف دروازوں پر کوشش کرتے رہے لیکن ہر دروازہ بند تھا۔ بعد میں انکے پکارنے پر کسی نے باہر سے دروازہ کھولا تب کہیں جا کر وہ مسجد جا سکے۔ میر حسین علی فرماتے ہیں کہ جب وہ مسجد میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت محراب کے درمیان معلق ہیں۔ یعنی غیروزنی کیفیت میں ذکر میں مشغول ہیں۔

نقل ہے کہ دھنپت رائے تحصیلدار کی کئی قیمتی انگوٹھیاں قلعہ سے گم ہو گئیں۔ شخص مذکور نے انگوٹھیوں کے گم ہونے کا حال حضرت کی خدمت میں عرض کیا اور دعا اور تعویز کا طالب ہوا۔ حضرت نے ایک تعویز اپنے ہاتھ سے لکھ کر تحصیلدار کو دے دیا۔ کہتے ہیں کہ تین دن بھی نہ گذرے تھے کہ انگوٹھیاں مل گئیں۔ تحصیلدار اس دن سے آپ کا معتقد ہو گیا۔

نقل ہے کہ حضرت مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کے عرس کے دوران ایک دن حسین احمد جناب قادر بخش صاحب کا چھوٹا بھائی دایہ کی گود میں تھا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ کو اس وقت حالت وجد و جذب انتہا کو پہونچی ہوئی تھی۔ اس عالم میں آپ کی نظر حسین احمد پر پڑ گئی۔ بچہ نے دائی کی گود سے ایسی چھلانگ لگائی کہ چھت تک گیا اور بڑی دیر تک بیہوش رہا۔ حضرت نے اپنا ہاتھ حسین احمد کے چہرہ پر ملا تب جا کر ہوش آیا۔ اسی طرح سے محمد حسن قادر بخش صاحب کی بہن کا بیٹا جو چار سال کا تھا اس پر حضرت کی نظر پڑ گئی۔ وہ بھی دایہ کی گود میں بڑی دیر تک بیہوش رہا۔ جب کیفیت کم ہوئی تو محمد حسن کے سر پر ہاتھ ملا تب وہ ہوش میں آیا۔ غرضکہ وجد اور سماع کی حالت میں جس شخص پر حضرت

کی نظر پڑ جاتی تھی وہ بیہوش ہو جاتا تھا۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخؒ رسولی میں تشریف رکھتے تھے۔آپ نماز عصر سے عشاء کے درمیان اپنے مریدین کو تعلیم دے رہے تھے کہ ایک شخص قوم اجنہ سے حضرت سے ملاقات کے لئے تشریف لائے۔انھوں نے ازراہ مذاق لوگوں کی بیچ کی انگلی کلمہ کی انگلی سے جوڑ دی۔حاضرین اس بات سے متعجب ہوئے۔شیخ الشیوخ نے جب سنا تو مسکرائے اور لوگوں کو مطمئن کیا اور بتایا کہ آنے والے جنات تھے۔شیخ ہدایت اللہ کی ہمشیرہ نے اکثر جناتوں کو حضرت کی خدمت گذاری میں دیکھا۔بارہا کیفیت سماع میں انجانے لوگ شریک محفل ہوتے تھے۔اور پھر غائب ہو جاتے تھے۔سب کو یہ بات معلوم تھی اس لئے کوئی تعجب نہ کرتا تھا۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ ہمیشہ کتب تفسیر،تذکرۃ الاولیا،نفحات الانس اور کیمیاء سعادت کے مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔اور مطالعہ کے وقت جس کتاب میں سے جس جگہ چاہتے تھے پہلی ہی بار کھولنے پر آپ کے کشف باطنی کی وجہ سے وہی جگہ سامنے آتی تھی جو آپ کو درکار ہوتی تھی۔شیخ قادر بخش صاحب کہتے ہیں کہ وہ شیخ الشیوخ کے حضور میں اکثر حاضر رہتے تھے۔اور انھوں نے بارہا یہ کرامت بذات خود دیکھی۔

نقل ہے کہ بادل خان ساکن سدھور کے یہاں بیٹا پیدا ہوا لیکن زندہ نہ رہا۔حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ تمھارے یہاں پھر بیٹا پیدا ہوگا۔آپ کی زبان مبارک کی تاثیر سے بیٹا ہی پیدا ہوا۔وہ بچہ کو لیکر حضرت کے پاس آئے۔آپ نے چند تربوزوں کے عوض بچے کو خرید لیا۔اللہ کی عنایت اور حضرت کی دعاؤں سے اس بچہ نے بڑی لمبی عمر پائی۔

نقل ہے کہ امیر خان قوم بھٹی زمیں دار برولی، پرگنہ ردولی نے عرض کی کہ یا حضرت میرے گھر پر جنات کا سایہ معلوم ہوتا ہے۔آپ ایسی عنایت کریں کہ اس بلا سے نجات ملے۔حضرت نے فرمایا کہ تعویز لکھنے سے معذرت چاہتا ہوں کیونکہ میرے جد شاہ فاخر قدسرہٗ اور جناتوں کے درمیان عہد و پیمان ہے۔اس کے بعد حضرت نے تھوڑی شکر دم کرنے کے لئے منگوائی۔بعد میں مصروفیت کی

بنا پر شکر پر دم کرنے کی نوبت نہ آئی۔ اور اس درمیان امیر خان کا آدمی شکر لینے آ گیا۔ حضرت اس وقت کہیں باہر گئے ہوئے تھے۔ جو لوگ وہاں خانقاہ میں موجود تھے انھوں نے کہا کہ شکر طاق میں رکھی ہے لے لو۔ غرض کہ وہ آدمی بغیر دم کی ہوئی شکر لے کر چلا گیا۔ اور جب وہ بغیر دم کی ہوئی شکر لے کر امیر خان کے گھر پہونچا تو چونکہ اس پر حضرت کی نظر پڑ چکی تھی اس لئے آپ کی روحانی گرمی کی تاثیر سے وہ جن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت میں نے کون سی خطا کی تھی کی آپ کی نگاہ کی تاثیر سے جو کہ شکر پر پڑی تھی کہ میری آپ کی خدمت میں بارہ سال کی حاضری میں فرق آ گیا۔ اور حضرت سیدنا و مولانا حافظ جمال اللہ قدس سرہٗ سے سفارش چاہی۔ حضرت حافظ جمال اللہ قدس سرہٗ نے حضرت شیخ الشیوخؒ سے فرمایا کہ اس بیچارہ جن سے تعرض نہ کریں۔

حضرت تعرض سے رک گئے۔ یہ بات عام تھی کہ جو کوئی بھی اس بلا میں مبتلا ہوتا تھا حضرت شکر یا گڑ دم کر کے دے دیتے تھے اور اس کے کھلانے سے شفاء ہو جاتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک بار شیخ الشیوخ گھر میں تھے۔ وآثر نامی شخص انصاری محلہ سدھور کا رہنے والا چند دوسرے لوگوں کے ساتھ گوشائیں گنج آیا جب یہ لوگ چوکی کبیر پور پہنچے تو دوسرے تو دو گھڑی سو کر آگے چل دئے لیکن وآثر وہیں سوتا رہ گیا۔ حضرت شیخ الشیوخ اپنی کرامت سے فوراً اس جگہ پہونچے اور خواب میں اس سے فرمایا کہ میں اتنی دیر سے تیری حفاظت کے لئے کھڑا ہوں۔ جاگ جا مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔ وہ جاگا تو کسی کو نہ دیکھا۔ پریشان ہوا تو اس کو نظر آیا کہ شیخ الشیوخ آگے جا رہے ہیں۔ وہ بھی حضرت کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گیا۔ اور بحفاظت منزل مقصود تک پہونچ گیا۔ یہ شخص اکثر حضرت کی خدمت گذاری کے لئے حاضر رہتا تھا۔ اور حضرت اس پر بڑی توجہ رکھتے تھے۔ اس لئے مخلص مرید کو لازم ہے جیسا کہ معتبر کتابوں مثلاً نفحات الانس وغیرہ جو ذکر اولیا اللہ سے بھری پڑی ہیں ان کا غور سے مطالعہ کرے اور اس قسم کے واقعات اس میں دیکھے۔ اور اس بات کو سمجھے کہ جب ولی درجہ ولایت کو پہونچ جاتا ہے اور اس کی روحانیت کی ایک صورت بن جاتی ہے۔ تو یہ بات ہو سکتی ہے۔ کہ وہ ایک ہی وقت میں کئی جگہوں پر اپنے آپ کو دکھائے۔ یہ ہو سکتا

ہے کہ ایک ہی وقت میں کچھ لوگ اس کو گھر پہ دیکھیں اور کچھ لوگ اسی وقت عرفات کے میدان میں دیکھیں۔بات دونوں دیکھنے والوں کی درست ہوسکتی ہے۔چنانچہ ایک بار سید السادات مجمع الحسنات سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین قدسرہٗ خانہ کعبہ کی زیارت کو جا رہے تھے۔راستہ میں ایک ہندو ملا اس نے کہا یا حضرت ''کنہیا'' کی تو نوسو (۹۰۰) عورتیں تھیں اور وہ ایک رات میں سب کے پاس جاتے تھے۔اور پیغمبر ﷺ کی صرف نو (۹) بیویاں تھیں لیکن آپ ایک ہی رات میں سب کے پاس نہیں پہونچ پاتے تھے۔آپ نے ہر زوجہ مطہرہ کی باری مقرر کی ہوئی تھی۔اس کی کیا وجہ ہے۔حضرت سید السادات نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرتے تھے۔حضرت ﷺ کے غلاموں کو اتنی طاقت حاصل ہے کہ ایک وقت میں ہزار ہا جگہ ایک ہی صورت میں موجود ہو جائیں۔پھر فرمایا کہ اس درخت پر نظر کرو۔وہ ہندو کیا دیکھتا ہے کہ اس درخت کے ہر پتہ اور شاخ پر سید السادات بیٹھے ہوئے ہیں۔وہ آپ کی کرامات اور ولایت دیکھ کر شرمندہ ہوا اور سید السادات کے دست حق پر مسلمان ہو کر بیعت ہو گیا۔حضرت نے اس شخص کی تربیت کر کے اس جگہ کی ولایت اس کو دیکر کعبہ شریف کی زیارت کو روانہ ہو گئے۔

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ رسولی میں تشریف رکھتے تھے شیخ غلام مسیحا ولد شیخ غلام طٰہٰ نے عرض کی کہ یا حضرت میرے گھر میں پتھر آتے ہیں۔آپ دعا فرمائیں کہ پتھر آنا بند ہو جائیں۔آپ نے کچھ دیر مراقبہ کیا اور پھر فرمایا کہ تمھارے گھر کی صحنچی جو کہ جانب جنوب ہے اس میں ایک شہید کی قبر ہے۔وہاں کوئی نہ جائے۔کیونکہ شہید کو کسی کا وہاں جانا پسند نہیں ہے۔اور ہمیشہ جمعرات کو اس جگہ چراغ جلا دیا کرو۔جب شیخ غلام مسیحا نے حضرت کے ارشاد کے بموجب عمل کیا تو ان کے گھر میں پتھر آنا بند ہو گئے۔

نقل ہے کہ ایک سال شیخ الشیوخ اپنے والد ماجد حضرت مولوی صاحب قدسرہٗ کے عرس میں اپنے گھر سے خاندانی خرقہ پہنے حضرت شیخ علی او باز قدسرہٗ کے مزار پر سماع اور وجد کی حالت میں تشریف لائے۔وہاں پر حضرت حبیب اللہ سجادہ نشین کے خالا زاد بھائی غلام مصطفٰے جو کہ نوجوانی

کی عمر میں تھے حضرت کے سامنے کھڑے تھے۔ حضرت نے روحانی عنایت کی نظر فرما کر خرقہ کی ٹوپی ان کے سر پر رکھ دی۔ وہ ایسے بیہوش ہوئے کہ ایک گھنٹہ کے بعد ہوش و ہواس بحال ہوئے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ مولوی صاحب کے مزار پر چلے گئے۔ جب سماع اور وجد کی کیفیت ختم ہوئی تو لوگوں نے حضرت سے غلام مصطفٰی پر اس نوازش اور سر پر دستار رکھنے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ اس وقت شیخ علی اوباز داور مخدوم علی خواجگی کٹہ نواز قدس ہما کی روحانی قوت نے جسمانی حالت میں غلام مصطفٰی پر عنایت فرمائی اور اس کے سر پر ٹوپی رکھنے کا حکم دیا۔ میں نے اس حکم کی تعمیل کی۔ معلوم ہوا ہے کہ وہ صرف چند روز اور جئے گا۔ اس کی زندگی بہت تھوڑی باقی ہے۔ اس واقعہ کے بعد غلام مصطفٰی لکھنو میں محمد باغ میں ملازم ہو گئے۔ اور وہیں ایک نیل گائے کی ٹکر سے جاں بحق ہو گئے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ سدھور میں روایت کے مطابق عیدین کی نماز اپنی عیدگاہ میں پڑھا کرتے تھے۔ عید کا خطبہ قاضی صاحب دیتے تھے اور نماز کی امامت شیخ الشیوخ کرتے تھے۔ ایک بار بعض بہکانے والوں نے قاضی زین العابدین کو ورغلایا کہ عیدین پر خطبہ اور نماز کی امامت دونوں ہی آپ کو کرنا چاہئے۔ اس سے شیخ الشیوخ کو کوئی مطلب نہ ہونا چاہئے۔ قاضی صاحب بہکانے میں آ گئے۔ بعض اعتقاد کے پکے لوگوں نے شیخ الشیوخ سے کہا کہ نماز تو آپ ہی کو پڑھانا چاہئے۔ آپ نے فرمایا کہ نماز میں لالچ اور نفسانیت خلاف شرع ہے۔ قاضی صاحب نماز پڑھائیں۔ قاضی صاحب نے بڑے تکبر اور خودنمائی سے نماز عید الفطر کی نیت باندھی۔ اور نماز کی قرآت شروع کرنا چاہا لیکن بھول گئے۔ اور نیت توڑ دی۔ اس طرح تین بار کوشش کے باوجود نماز نہ پڑھا سکے۔ مقتدی قاضی صاحب سے ناراض ہو گئے۔ انصاری محلّہ کے لوگوں نے حضرت سے کہا کہ چلئے نماز عید محلّہ کی مسجد میں ادا کی جائے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ سارے لوگ جو عیدگاہ میں جمع تھے وہ بھی نماز ادا کرنے کے لئے آپ کے پیچھے پیچھے پہونچ گئے۔ اور حضرت کی امامت میں نماز ادا کی۔ عیدگاہ میں صرف دو چار لوگ ہی قاضی صاحب کے ساتھ رہ گئے۔ قاضی صاحب

یہ ماجرا دیکھ کر حضرت کے معتقد ہو گئے اور دوسرے سال آپ کو بڑی منت سماجت سے راضی کر کے عیدگاہ لے گئے۔ اور آپ کی امامت میں نماز عید ادا کی گئی۔ اس کے بعد دستور کے مطابق ہمیشہ عیدین کی امامت آپ کرتے رہے۔

نقل ہے کہ نورالہدیٰ صاحب جو قصبہ سدھور کے رہنے والے تھے اور ہمیشہ حضرت کے ساتھ رہتے تھے اور حضرت بھی ان پر بڑی مہربانی کرتے تھے۔ اور اکثر ان سے خوش مزاجی سے پیش آتے تھے۔ ایک بار نورالہدیٰ سخت بیمار ہوئے اور بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ حضرت اکثر ان کی عیادت کے لئے جاتے تھے۔ ایک دن انھوں نے کہا کہ وہ چاہتے ہیں کہ حضرت کی دعاؤں سے وہ اس دنیا سے ایمان کے ساتھ رخصت ہو جائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ تم مرنا چاہتے ہو لیکن ہم ابھی تمھارا مرنا نہیں چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ نورالہدیٰ حضرت کی دعاؤں اور کرامت سے صحتیاب ہو گئے۔ اور اس کے بعد کافی عرصہ زندہ رہے۔ حضرت غوث الاعظم قدسرہٗ سے بھی ایسی ہی کرامت ظاہر ہوئی تھی۔ وہ یوں کہ ایک وقت ان کی کرامت سے بغداد میں کوئی موت ہی نہ ہوتی تھی۔

نقل ہے کہ ایک بار سدھور اور اس کے آس پاس کے علاقہ میں بارش نہ ہوئی اور لوگ اس بات سے سخت مضطرب تھے۔ چند لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ بارش کے لئے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرونگا۔ انشاء اللہ اس مشکل سے نجات ملے گی۔ چنانچہ شیخ قادر بخش، میر حسن، عبدالماجد اور محمد علی ساکن بھلول اور شیخ شجاعت علی کو ساتھ لیکر موضع تلسیا کے تالاب کے پاس میدان میں تشریف لے گئے۔ نہانے کے بعد اجازت دی کہ مندرجہ ذیل آیت قرآنی ایک خاص ترکیب سے پڑھی جائے۔

فَفَتَحنَا اَبوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنهَمِرٍ ۵ وَّ فَجَّر نَا الاَرضَ عُیُو نًا فَا لتَقَی اَلمَاءُ عَلٰی اَمرٍ قَد قُدِرَ ۵

(سورۃ القمر آیت ۱۱ و ۱۲)

آپ کے ارشاد کے بموجب سب لوگ یہ آیت پڑھتے رہے۔ دوسرے دن صبح پھر اسی جگہ تشریف لے گئے اور اس آیت شریف کا ورد شروع کیا۔ ابھی کچھ وقت نہ گذرا تھا کہ آسمان پر ابر کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور حضرت کی کرامت سے اس قدر بارش ہوئی کہ خلقت آسودہ ہوگئی۔ اس طرح جب کبھی بارش نہ ہوتی حضرت اس جگہ تشریف لے جاتے اور دعا کرتے تو اللہ کے کرم سے بارش ہو جاتی۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخؒ گھر پر تشریف رکھتے تھے۔ اسد میان شیخ قادر بخش صاحب نے نوکری کی تلاش میں بندیل کھنڈ اور باندہ جانے کا ارادہ کیا۔ ایک دن حضرت سے اجازت چاہی۔ حضرت نے بزرگانہ عنایت سے ایک نیک تاریخ مقرر کردی۔ جب جمادی الاول ۱۲۵۲ھ کا چاند ہوا تو قادر بخش صاحب نے قدمبوسی کا شرف حاصل کیا اور اجازت چاہی۔ حضرت نے پہلے اذان دی پھر قادر بخش صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ مولوی صاحب قدس سرہٗ، حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ، اور حضرت سید شاہ قطب الدین اشرف حیدر حسین قدس سرہٗ و غوث الاعظم قدس سرہٗ کی ارواح سے میں نے تم کو اجازت دلوادی۔ خیریت کے ساتھ اپنی منزل مقصود کو پہونچو گے۔ بزرگوں کی عنایت سے تم کو درجہ بدرجہ ترقی ہوگی۔ اور دور دراز کا سفر حدیث نبوی ﷺ کے مطابق فائدہ کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے بعد قادر بخش صاحب کو سینے سے لگایا اور فرمایا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے۔ زندگی چند روزہ ہے اس کا کیا بھروسا ہے۔ یہ بات سنکر سب کو رونا آگیا۔ حضرت خود بھی رونے لگے۔ اور قادر بخش صاحب کو تسلی دی اور رخصت فرمایا۔ آپ کی دعا کی برکت سے قادر بخش صاحب خیریت سے منزل پر پہونچ گئے۔ چند روز بعد حضرت کے انتقال کی خبر ملی۔ آپ نے چلتے وقت جو کچھ اپنی زبان مبارک سے فرمایا سب پورا ہوا۔

نقل ہے کہ ایک سال حضرت شیخ الشیوخؒ حضرت مولوی صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں حالت جذب و وجد میں انوار الٰہی کے دیدار میں مشغول تھے۔ چودھری بہادر قصبہ سدھور کا نابینا بیٹا سبحان علی بھی عرس کی مجلس میں حاضر تھا۔ حضرت حالتِ استغراق میں "میں جلا میں جلا" کہتے تھے۔ وہ

شخص یہ بات سنکر جب اپنے گھر گیا تو اس بات کا مذاق اڑایا اور حضرت کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ کچھ دن بعد سبحان علی جرول ضلع بہرائچ اپنے نانا کے گھر گیا۔ وہاں مکان میں آگ لگ گئی اور وہ شخص جل کر ختم ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت خانقاہ میں بیٹھے تھے کہ خبر ملی کہ قصبہ سدھور کے ہندوؤں نے عامل سدھور سے مشورہ کیا ہے کہ اور جمع ہو کر "کنہیا کی چلم" کا جلوس جیسا کہ ہندوستان میں دستور ہے گاتے بجاتے حضرت کی خانقاہ کے سامنے سے گذارنا چاہ رہے ہیں۔ حالانکہ پرانے زمانہ سے دستور تھا کہ از قسم کنہیا کی چلم اور عامل کا ڈھنڈورا وغیرہ یا ہولی کے ناچ گانے کے جلوس بزرگوں کی دعاؤں سے خانقاہ کے پاس سے نہیں گذرتے تھے۔ لوگوں نے یہ خبر حضور تک پہونچائی اور کہا کہ اگر ہندوؤں نے ادھر آنے کی کوشش کی تو خون خرابہ ہو جائیگا۔ حضرت اس وقت استغراق کی حالت میں تھے۔ زبان فیض ترجمان سے فرمایا کہ نہیں آئیں گے۔ اور اگر آنے کی کوشش کی تو سزا کو پہونچیں گے۔ اسی دوران ہندوؤں کی ایک ٹولی ناچتی گاتی عامل اور فوج کے ساتھ قریبی بازار کے کونے تک آگئی۔ اور ارادہ کیا کہ وہاں سے خانقاہ والی گلی میں داخل ہوں۔ لیکن ان پر خوف و وحشت اس قدر طاری ہوئی کہ دوسری جانب بھاگ گئے۔

نقل ہے کہ ایک بار حضرت رسولی میں اپنے معمول کے مطابق تہجد کی نماز میں مصروف تھے۔ اور ایک بوڑھا شخص جس کی داڑھی مونچھیں سفید تھیں حضرت کے ساتھ نماز میں مصروف تھا۔ شیخ ہدایت اللہ کی بہن جو حضرت کی مرید تھیں اور اکثر حضرت کی خدمت گذاری میں لگی رہتی تھیں تہجد کی نماز کے لئے اٹھیں۔ جب حضرت نماز سے فارغ ہوئے تو محترمہ نے حضرت سے پوچھا کہ یہ بوڑھا آدمی کون تھا۔ حضرت مسکرائے اور فرمایا کہ اس شخص کا نام محمد طاہر ہے اور اس کا تعلق قوم اجنہ سے ہے۔ اور یہ میرا مرید ہے۔ اکثر دینی فوائد حاصل کرنے کے لئے میرے پاس آتا رہتا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت اپنی عادت کے مطابق اپنے والد ماجد قدسرہٗ کے مزار پر تشریف رکھتے تھے۔ برادری کے لوگوں میں سے ایک لڑکی پر جن کا اثر تھا۔ اس کے علاج کے لئے حاضر

ہوئی۔ حضرت نے ولایت کی گرم نظر سے اس جن کو منع کیا۔ لیکن جن نہ مانا۔ اس پر حضرت نے غصہ سے سن کی رسی ہاتھ میں لی اور اس کو دو تین بل دیکر اس پر مارے۔ وہ جن اس مار سے چلانے لگا۔ کہ اب اس کے پاس نہ آؤنگا۔ اس وقت وہ آسیب رفع دفع ہو گیا۔ اتفاق سے کچھ وقت گذرنے کے بعد پھر اسی آسیب کا زور ہوا۔ اس وقت حضرت شیخ شجاعت علیؒ جو اللہ والے آدمی تھے انہوں نے اس لڑکی کے وارثوں کے کہنے سے اس آسیب کے دفع ہونے کے لئے اپنی روحانی قوت سے عمل کیا۔ وہ جن شجاعت علی صاحب کے سامنے حاضر ہو گیا۔ پہلے اس نے یہ بیان کیا کہ آپ کے پیر شیخ الشیوخؒ نے ایک دن میرے بدن پر سن کی رسی سے مارا تھا۔ اس کے داغ میرے بدن سے نہیں گئے ہیں۔ بلکہ قیامت تک نہیں جائیں گے۔ آپ اگر حضرت کے عزیزوں میں سے نہ ہوتے تو میں مقابلہ طاقت سے کرتا۔ مگر اب مجبور ہوں۔ اس لئے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد سے وہ لڑکی آسیب سے مکمل طور سے محفوظ ہو گئی۔

نقل ہے کہ ایک بار حافظ حبیب اللہ سجادہ حضرت مخدوم علی اوباز قدسرہٗ کو بڑی مشکلات پیش آئیں۔ وہ بہت مضطرب اور پریشان تھے۔ ایک بار حضرت مخدوم قدسرہٗ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ حسب ذیل دعا کو تین سو مرتبہ پڑھو۔ مشکلات دور ہو جائیں گی۔ اسی رات شیخ الشیوخ سے بھی حضرت مخدوم نے خواب میں فرمایا کہ حافظ حبیب اللہ کو یہ دعا پڑھنے کی اجازت دے دیں۔ چنانچہ حافظ حبیب اللہ صبح کو حضرت کی خدمت میں اپنا خواب بیان کرنے کے لئے شیخ الشیوخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان کے بیان کرنے سے پہلے ہی ان کو اس دعا کے پڑھنے کی ہدایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ دعا نہا دھو کر تین سو (۳۰۰) مرتبہ بغیر سلے کپڑے (احرام) پہن کر آدھی رات کو ایک مہینہ تک پڑھو۔ اللہ کے فضل سے تمھاری تنگدستی دور ہو جائے گی۔ بعد میں حافظ حبیب اللہ نے اپنے والد کی ڈائری میں دیکھا تو اس میں بھی یہ دعا لکھی ہوئی تھی،۔ ان کے والد ماجد کو سید میر علی قدسرہٗ خادم درگاہ حضرت معین الدین چشتیؒ نے یہ دعا پڑھنے کی اجازت دی تھی۔ جو شخص بھی رزق کی کشادگی کے لئے اس دعا کو اس ترکیب سے پڑھے گا اس

کوانشاءاللہ فائدہ ہوگا۔

یَا مُذِلُّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیدٍ نقجدِ عَزِیزٍ سُلطَانِہٖ یَا مُذِلُّ

طریقہ اس کا یہ ہے کہ پہلے نہائے، بغیر سلے کپڑے پہنے (احرام) پھر آدھی رات کو روز تین سو مرتبہ ایک مہینہ تک پڑھے۔ اور ناغہ نہ کرے۔

نقل ہے کہ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی زندگی میں تین چلہ کئے۔ پہلی دفعہ سدھور میں پورہ کی مسجد میں جو آپ کے والد ماجد قدسرہٗ نے بنوائی تھی۔ دوسرا چلہ شہر لکھنو میں بمقام قندھاری چھاؤنی جہاں ہدایت اللہ اور میر حسین علی نے اپنے رہنے کے لئے گھر بنوایا تھا۔ اس مکان میں حضرت نے چلہ کیا۔ تیسرا چلہ سدھور میں خانقاہ کے دروازہ پر نئے مکان میں جس میں ایک کوٹھری جنوب کی جانب تعمیر ہوئی تھی اس کی تعمیر کے شروع سے حضرت نے خود اپنے ہاتھ سے تھوڑی خشک مٹی اس کی بنیاد میں رکھی تھی۔ اپنی زندگی اور بعد وفات آپ اس جگہ کو بہت پسند کرتے تھے۔ اور تقریباً روز ہی اس حجرہ میں کچھ لمحہ استراحت فرماتے تھے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے وہ کوٹھری (حجرہ) گرمی، سردی اور برسات میں یکساں رہتی تھی۔ اس میں اکثر عطر اور کیوڑہ کی خوشبو آتی رہتی تھی۔ جو شخص بھی پاکی اور صفائی کے ساتھ اندر جاتا تھا اس کو بھی فرحت اور اعتدال محسوس ہوتا تھا۔

نقل ہے کہ پہلے چلہ میں میر حسین علی حجرہ کے اندر خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ ایک بار کسی وجہ سے ان کو اپنی نوکری پر جانا پڑا۔ انھوں نے برات اللہ کو جو کہ حضرت کا پالا ہوا خادم تھا آپ کی خدمت پر مامور کر دیا۔ ایک دن وہ بے وضو بھولے سے اس حصہ میں جہاں آپ چلہ میں تھے چلا گیا۔ وہ ماحول کی گرمی کی تاب نہ لا کر بے ہوش ہو گیا۔ حضرت کو معلوم ہو گیا کہ شاید بے وضو آ گیا ہے۔ فوراً پانی دم کر کے پلایا جس کی برکت سے وہ ہوش میں آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کسی کو کبھی بھی چلہ کی جگہ پر بے وضو نہیں جانا چاہئے۔ ورنہ نقصان کا اندیشہ رہیگا۔

دوسرے چلہ میں شیخ ہدایت اللہ اور میر حسین علی خدمت کے لئے حاضر رہتے تھے۔ ایک دن حضرت چلہ کی جگہ سے باہر آئے اور میر حسین علی کے چھوٹے بھائی سے فرمایا کہ ایک کتاب جو کہ

چلہ کی جگہ پر رکھی ہے جا کر لے آویں۔لیکن وہاں احتیاط سے جائیں۔وہ اس جگہ گئے اور کتاب لاکر دیدی۔ان کو کوئی نقصان نہیں پہونچا۔کیونکہ وہ پاک صاف اور حضرت کی اجازت سے گئے تھے۔

نقل ہے کہ جب حضرت نے تیسرے چلہ کا ارادہ کیا تو سارے متعلقین اپنے اور پرائے ہر ایک نے عرض کی کہ حضرت کی عمر شریف اب بہتر سال ہوگئی ہے۔اور آپ کی طبیعت میں ضعف اور کمزوری بہت ہوگئی ہے۔اور ویسے بھی اپنی ولایت کی قوت سے تو حضرت گویا ہمیشہ چلہ میں ہی رہے۔اور تمام جمالی وجلالی خوراک سے پیدائش سے اب تک اجتناب کیا ہے۔حضرت نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔اور خاموش ہوگئے۔ایک مرتبہ گھر والوں نے پھر آپ کو چلہ سے منع کیا تو آپ ناراض ہوگئے۔اور فرمایا کہ اب میری زندگی تھوڑی رہ گئی ہے۔بہت دنوں سے میں نے چلہ کشی کی نیت کر رکھی ہے۔اور تمام بزرگوں اور پیشواؤں سے وعدہ کر رکھا ہے۔لیکن ابھی تک موقعہ نہ مل سکا۔اس لئے اب ضرور چلہ کشی کرونگا۔صحت جیسی بھی ہو۔حضرت کی یہ گفتگو سن کر سب نے خاموشی اختیار کرلی۔حضرت نے اس نئے مکان میں جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے دوسری ذی الحج ۱۲۵۲ھ کو چلہ شروع کیا۔حضرت کے سجادہ نشین میاں محمد مرادؒ آپ کی خدمت کے لئے حاضر تھے۔وہ خود اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتے اور حضرت کے سامنے پیش کرتے تھے۔شکری حجام جس پر حضرت کی خاص عنایت تھی مشرقی دالان میں جو چلہ کشی کے حجرہ سے متصل تھا رات کو سوتا تھا۔ایک رات وہ غلطی سے بغیر وضو اس دالان میں سو گیا۔حضرت کے جلال کی گرمی سے گہری نیند میں سوتے ہوئے اس نے شور مچانا شروع کر دیا کہ مجھے بھیڑیا لئے جارہا ہے۔میاں محمد مراد، حسین احمد ،اور عبدالماجد جو حضرت کے پرانے مکان میں سو رہے تھے یہ شور سن کر جاگ گئے۔اور شکری کو آواز دی کہ تجھے کیا ہوا ہے۔وہ اپنے ہوش میں نہ تھا اس لئے کوئی جواب نہ دیسکا۔

چونکہ حضرت کی اجازت کے بغیر کوئی اس دالان میں نہیں جا سکتا تھا اس لئے حضرت خود حجرہ سے دالان میں تشریف لائے اور ''الا اللہ'' کی ضرب لگائی۔جس سے وہ ہوش میں آ گیا۔اس نے ہوش

میں آنے پر بتایا کہ مجھ کو بھیڑیا اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ حضرت نے چھڑایا۔ حضرت نے کہا کہ تم شاید بغیر تازہ وضو یہاں سو گئے تھے اس وجہ سے یہ خوف تھا۔ اس لئے حضرت کی اجازت کے بغیر کوئی اس حصہ میں نہیں جاتا تھا۔ حضرت کے نزدیک موکلوں اور دوسری غیبی مخلوق (اجنہ وغیرہ) کی دن رات بھیڑ رہتی تھی۔

نقل ہے کہ اسی زمانہ میں شیخ عبدالواحد ایک لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ حکیموں نے بڑا علاج کیا لیکن افاقہ نہ ہوا۔ میاں محمد مرادؒ نے بوقت حاضری شیخ الشیوخ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرے پاس لے آؤ۔ حضرت نے ان کو زمین پر لٹا دیا اور حجرہ سے باہر تشریف لا کر "الا اللہ" کی ایسی ضرب ان کے قلب پر ماری کہ وہ بیہوش ہو گئے۔ اور ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ ایک گھنٹہ تک ہوش نہ آیا۔ بعد ازاں حضرت نے ان پر اپنی روحانی کرامت کی عنایت فرمائی۔ اور وہ اس بیماری سے اچھے ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ مرض کے سلب کرنے کی وجہ سے تین دن تک حضرت کے مزاج پر اس کا اثر رہا۔

نقل ہے کہ ان ہی دنوں میں کنشے سنگھ کرمی ساکن دین پناہ جو بدمعاشی اور ڈکیتی میں مشہور تھا۔ اس کو سدھور کے عامل نے سدھور کا تحصیلدار بنا دیا۔ اس نے رعایہ پر ظلم کا بازار اور حشر برپا کر دیا۔ اور فقیروں اور غریبوں کی معافیاں اور جاگیریں جس میں حضرت کی معافی کی زمین بھی شامل تھی ضبط کر لی۔ بعض لوگ پریشان ہو کر حجرہ کے باہر سے حضرت کی خدمت میں عرض کرنے لگے کہ قصبہ سدھور میں ہلاکو (یعنی کنشے سنگھ) آ گیا ہے۔ اور تمام رعایا اور قصبہ کے رہنے والے اس کے ظلم و جور سے نالاں ہیں۔ حضرت دعا فرمائیں کہ وہ قصبہ سے دور ہو۔ حضرت نے مخلوق خدا کی بہتری کے خیال سے اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ظالم یہاں نہیں رہتا۔ دو دن نہیں گذرے تھے کہ کنشے سنگھ کی گرفتاری کے لئے لکھنو سے سوار آئے۔ وہ خوفزدہ ہو کر تحصیلداری چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس طرح حضرت کی مہربانی سے قصبہ سدھور والوں کو اس ظالم سے نجات ملی۔

نقل ہے کہ چلے کے دوران ایک دن حضرت پر حالتِ وجد اور کیفیت طاری ہوئی۔ ڈیڑھ گھنٹہ دن

چڑھے تک ضرب ہائے "الااللہ" لگاتے رہے۔ اس وقت کسی کو آپ کے سامنے جانے کی ہمت نہیں تھی۔ وجد کی کیفیت ختم ہونے کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں نے مراقبہ میں دیکھا کہ دو سوار جو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے (یعنی حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ) مکان کی چھت پھاڑ کر میرے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ قوالی سنو اور اس میں شیخ سعدیؒ کی رباعی جو حضور نبی کریم ﷺ کو بہت پسند ہے سنو۔ چنانچہ گھسیا اور رحیم قوالوں کو بلایا گیا۔ قوال حاضر ہوئے۔ سبز پوش سواروں نے فرمایا کہ یہ رباعی پڑھو:

اے آل احمد رہنما ، بلغ العلیٰ بکما لہ
پے روئے تو شمس الضحا کشف الدجیٰ بجمالہ
از فضل تو دارم وجا حسنت جمیع خصالہ
جدت محمد مصطفٰے صلو علیہ و آلہ

اور سبز پوشوں نے یہ ارشاد فرمایا کہ حاجی احمد سے کہو کہ محرم میں ہماری عزاء داری میں اتنا نہ روئیں۔ کیونکہ شہادت کی وجہ سے ہم کو اونچے درجات جنت الفردوس میں حاصل ہوئے ہیں۔ بلکہ اس کو خوشی کا مقام سمجھیں۔ اس کے بعد چھت پھر پھٹی اور حضرت امامین صلوات اللہ علیہم اور میں بھی ان حضرات کے ساتھ چلا۔ میرے داہنے ہاتھ میں ان حضرات کا ہاتھ تھا اور بائیں میں قوالوں کا ہاتھ تھا۔ کچھ دور پرواز کے بعد راستہ میں قوالوں کا ہاتھ میرے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ اور امامین کا ہاتھ میرے ہاتھ میں رہا۔ ہم ایک میدان میں پہونچے۔ وہاں دیکھتا کیا ہوں کہ آسمان تک اونچا اور سورج کی جیسی روشنی سے روشن خیمہ ایستادہ ہے۔ سوار گھوڑوں پر سے اتر پڑے اور اس خیمہ میں داخل ہو گئے۔ میں بھی ان لوگوں کے پیچھے خیمہ میں چلا گیا۔ وہاں نبی کریم ﷺ تشریف رکھتے تھے۔ سبز پوش سوار یعنی امامین حضور ﷺ کی داہنی جانب بیٹھ گئے۔ اور ایک دوسرے صاحب حضور ﷺ کی بائیں جانب بیٹھے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ چچا مسیح اللہ قدسرہٗ چنور برداری کر رہے ہیں۔ اور مولوی حمایت اللہ قدسرہٗ اور حضرت سیدنا و مولانا حافظ شاہ جمال اللہ قدسرہٗ بھی وہاں

حاضر ہیں۔میں نے ادب سے سلام کیا اور کھڑا ہو گیا۔اس وقت مولوی حمایت اللہ قدسرہٗ نے پوچھا جانتے ہو یہ محفل کس کی ہے اور صاحبِ مجلس کون ہیں؟ میں نے عرض کی آپ ہی فرمایئے۔اس پر حضرت مولوی صاحب قدسرہٗ نے فرمایا کہ مسند نشین حضرت محمد مصطفٰے ﷺ ہیں ۔اور آپ کے داہنی طرف امامین (یعنی امام حسنؓ اور امام حسینؓ) اور الٹے ہاتھ کی طرف حضرت امام جعفر صادقؓ ہیں۔حضرت امامین رسول کریم ﷺ کے حکم سے تم کو لینے گئے تھے۔حضرت رسالت پناہ ﷺ نے فرمایا کہ شاہ غلام علی کو چادر دی جائے۔میں نے عرض کی کہ یہ بوجھ جو بڑے اعزاز اور افتخار سے بھرا ہوا ہے میں اٹھانے کے قابل نہیں ہوں۔اس پر دوبارہ حضرت سیدنا و مولانا حافظ شاہ جمال اللہ قدسرہٗ سے ارشاد ہوا کہ تم غلام علی کو سمجھاؤ کہ چادر لے لے۔حضرت شاہ جمال اللہ قدسرہٗ نے فرمایا کہ یہ چادر نبی کریم ﷺ عنایت فرما رہے ہیں اسے لے لو۔آخرش میں نے بڑے ادب سے چادر لے لی۔اپنے سر اور آنکھوں پر رکھی۔یہ بھی ارشاد فرمایا گیا کہ یہ چادر تمھارا کفن ہے۔جب میں نے اس چادر کی تہ کھولی تو اس میں سے ایک کلاہ بھی نکلی۔یہ چادر صوف کے کپڑے کی تھی۔میں نے وہ چادر انھیں کے سپرد کر دی اور کہا کہ احتیاط سے رکھیں تاکہ میرے مرنے پر میرے کفن کے کام آئے۔روایت ہے کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ کو بھی اسی قسم کے کپڑے میں کفن دیا گیا تھا۔سارے لوگ یہ سب سن کر بے خود ہو گئے کیونکہ اس واقعہ میں وفات کی خبر سے بھی آگاہی فرمائی گئی تھی۔

۱۳ محرم کو چلہ سے فارغ ہو کر حجرہ سے باہر نکلے۔حجامت بنوائی اور غسل کیا اور کپڑے بدلے۔حجامت بنوانے کے بعد کٹے ہوئے بال لوگوں میں تقسیم کر دئے اور فرمایا کہ چلے کے بعد کے کٹے ہوئے بال بچوں پر اثر آسیب کے لئے مفید ہیں۔سب لوگ اپنے پاس رکھ لیں۔اس سے فارغ ہو کر گھسیا اور رحیم قوالوں کو بلوایا اور اپنے والد ماجد کے مزار کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔میر حسین علی سے ارشاد فرمایا کہ جو رباعی حضرت امامین رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمائی تھی وہ پڑھیں۔میر صاحب حضرت کے فرمانے کے بموجب قوالوں کے ساتھ وہ رباعی پڑھتے

گئے۔وجد اور کیفیت کا یہ حال ہوا کہ کوئی حضرت کا بوجھ اٹھا نہ سکتا تھا۔حالانکہ چلے کے دوران آپ کی غذا کم ہونے کی وجہ سے بدن کو اس قدر ضعف ہو گیا تھا کہ آپ کو دیکھنے سے لوگوں کو کپکپی ہو جاتی تھی۔یہ قوت صرف ولایت کا اثر سمجھنا چاہئے۔اس کے بعد اپنے والد ماجد کے مزار کی زیارت سے واپس آئے تو راستہ میں اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شیخ علی اوباز دقدسرہٗ کے مزار پر وجد اور سماع کی کیفیت میں رہے۔حاضرین محفل کو اس قدر رونا آیا کہ ہر چھوٹے بڑے کو ہوش نہ رہا۔ہر طرف سے آواز حق حق آتی تھی۔اس کے بعد خانقاہ تشریف لائے۔مٹھائی اور کھیر پر بزرگوں کی نیاز کی فاتحہ دی۔ہر چھوٹے بڑے کو تبرک عطا فرمایا۔اس وقت شیخ حاجی احمد اور دوسرے لوگوں نے بیعت ہونا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ ٹھیک ہے اور چلہ والے حجرہ میں تشریف لائے۔پہلے میاں محمد مراد کو بیعت کیا اور حاضرین کے سامنے فرمایا کہ اب میری زندگی کے چند روز رہ گئے ہیں۔تم کو اپنی جگہ قائم مقام مقرر کرتا ہوں۔خاندانی امانتیں جو مجھ کو پہونچی ہیں تمھارے سپرد کرتا ہوں۔ان کی حفاظت کرنا اور ثابت قدم رہنا۔اور ریاضت اور عبادت میں مصروف رہنا۔روحانی توجہ ایسی ڈالی کہ میاں محمد مراد پر کیفیت تاری ہو گئی۔اور ایک گھنٹہ تک بیہوش رہے۔خود شیخ الشیوخ پر بھی وجد کی حالت طاری ہو گئی۔اور سارے حاضرین بے حال ہو گئے۔اس کے بعد شیخ حسین احمد اور دوسرے لوگوں کو بھی بیعت فرمایا۔پھر اندر گئے اور شیخ قادر بخش کی بہنوں کو بیعت فرمایا۔چلہ کے دوران ایسی کرامتیں ظاہر ہوئیں کہ ان کو لکھنے کے لئے الگ ایک کتاب کی ضرورت ہے۔

نقل ہے کہ حضرت مولوی حمایت اللہ قدسرہٗ کے زمانہ سے حضرت شیخ الشیوخ بعد نماز ظہر حاضرین مجلس کے ساتھ ختم خواجگان نقشبند کا ورد فرماتے تھے۔اس کے پڑھنے سے پڑھنے والوں کی حاجتیں پوری ہونا مقصود ہوتا تھا۔حضرت کے وظائف بے حساب تھے۔لیکن ورد چہل کاف، جو حضرت محبوب سبحانی قدسرہٗ کا عمل ہے وہ آپ کا پکا وظیفہ تھا۔دوسرے چلہ کے بعد پورہ کی مسجد میں اس کی ذکوٰۃ بھی ادا کی تھی۔دعاء مغنی، حزب البحر اور حزب المعانی آپ کے معمول کے وظائف

تھے جو کبھی ناغہ نہ ہوتے تھے۔

بیماریاں اور مرض الموت حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ

نقل ہے کہ شیخ الشیوخ تین بار بیمار ہوئے۔پہلی بار ایک بڑی سخت بیماری واقع ہوئی۔حکیم غلام مصطفٰے بن حافظ چندا جو حضرت کی خالہ کے بیٹے اور حاذق حکیم تھے انھوں نے علاج میں بڑی کوشش کی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔مجبوراً انھوں نے گوشت کا آب جوش تجویز کیا۔اس وقت حضرت پر سکرات سا عالم طاری تھا۔کسی کو پہچانتے نہ تھے اور نہ آنکھ کھولتے تھے۔جب گوشت کے آب جوش کا پیالہ پلانے کے لئے آپ کے ہونٹوں کے پاس لایا گیا تو آپ ہوش میں آگئے۔اور فرمایا کہ یہ چیز میری عادت کے خلاف ہے۔مجھے تو اس کا مزا بھی معلوم نہیں ہے۔اس کا پینا مناسب نہیں ہے۔وہی (اللہ تعالٰی) شافی مطلق ہے، شفا دیگا۔چند روز بعد اللہ کے کرم سے بالکل اچھے ہوگئے۔ایک دن اسی بیماری کے دوران فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہوا ہے کہ خانہ کعبہ میں اس وقت خطبہ دیں گے اور یہ بھی ارشاد ہوا کہ ایک مغربی عورت کسی کام سے میرے دروازہ پر فریادی ہوئی ہے اس لئے میں شام تک کسی سے بات نہ کرونگا۔چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد جب وہ امر تمام ہوگیا تب آپ دوسرے کاموں کی جانب متوجہ ہوئے۔

نقل ہے کہ دوسری بار جو بیماری ہوئی بظاہر اس کی شدت دیکھنے سے اپنے اور بیگانہ مضطرب تھے۔اور حضرت سے استدعا کی جارہی تھی کہ حضرت باقی لوگوں کو بیعت کرلیں۔آپ نے جواب میں فرمایا کہ پریشان نہ ہوں۔صحت یاب ہونے پر سارے طالب اپنے مقصود کو حاصل کرلیں گے۔اس وقت گھسیاون وغیرہ قوال حاضر ہوئے ان سے ارشاد ہوا کہ کچھ کلام معرفت الٰہی کا پڑھیں۔انھوں نے شروع کیا۔اس کے سننے سے وجد کی حالت اور اور روحانی حرارت اور جذبۂ شوق الٰہی غالب ہوا۔اس سے مزاج مبارک میں سکون پیدا ہوا۔

دوسرے دن ارشاد ہوا کہ مسمی کلو جو کہ حضرت مولانا ومرشدنا یعنی حضرت حافظ قدس سرہٗ کے خادموں میں سے تھا میری عیادت کو آیا ہے۔میں نے اس کو اپنے جد اعلٰی کی محلّہ کی مسجد میں ٹھہرا دیا

ہے۔شام کے وقت مسجد میں اس کا کھانا پہونچا کر چلے آؤ۔حکم کے مطابق کھانا مسجد کے طاق میں رکھ دیا گیا۔صبح کو غریب اللہ شاہ مؤذن جب مسجد میں آئے تو طاق میں کھانے کے خالی برتن رکھے پائے۔سمجھ گئے کہ حضرت شیخ الشیوخ کے فرمانے کے بموجب کرامات ظاہر ہوئی ہے۔

پھر دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ میں گھر پر حجرہ میں اعتکاف کرونگا۔اس لئے اس کا دروازہ مضبوتی سے بند کردیں۔جب میں دروازہ کھولنے کے لئے آواز دونگا تب ہی کھولیں۔چنانچہ دوپہر کے وقت تک اسی حجرہ میں تشریف فرما رہے۔اس کے بعد نماز ظہر کے لئے اس حجرہ سے باہر آئے۔اور ارشاد فرمایا کہ کہ رسول پاک ﷺ کی روح پاک سے حکم ہوا ہے کہ مہندی کا لیپ سر پر لگائیں۔شفا ہوگی۔اسی وقت لیپ حضرت والا کے سر پر لگایا گیا اور شفاء کامل حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ الشیوخ قدس سرہٗ پانچ جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ جمعہ کی نماز پڑھ کر خانقاہ کے پھاٹک پر آئے اور اپنے معمول کے مطابق حاضرین مجلس کے سامنے تفسیر کلام مجید، حدیث مبارکہ اور کیمیاء سعادت وغیرہ بیان فرماتے رہے۔ایک گھنٹہ دن رہتا تھا کہ آپکو پیٹ میں کچھ درد محسوس ہوا۔ساتھ کچھ اپھار بھی تھا۔لیکن اپنی روحانی قوت سے عصر ومغرب کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے والد ماجد حضرت مولوی حمایت اللہ قدس سرہٗ کے مزار پر تشریف لے گئے۔پھر حسب دستور مکان پر واپس آئے۔محلہ کی مسجد میں عشاء کی نماز پڑھی اور اپنے کاموں میں کسی طرح کی کمی نہ آنے دی۔اس کے بعد گھر کے اندر تشریف لے گئے۔اور اہل خانہ سے فرمایا کہ اب زیارت خانہ کعبہ کا ارادہ رکھتا ہوں۔اس وقت پیٹ کا درد بہت بڑھ گیا تھا۔

اس واقعہ کی صبح چھٹی تاریخ ہفتہ کے دن اگرچہ پیٹ کا درد بہت زیادہ تھا لیکن آپ نے کوئی معمول نہیں چھوڑا۔محلہ کی مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز فجر ادا کی ۔اس کے بعد بیماری بڑھنے لگی۔یہاں تک کہ معدہ کا ورم سینہ تک آ گیا۔آپکے متعلقین وعزیز آپ کی بیماری کی وجہ سے پریشان اور اداس ہوگئے۔ہفتہ کے دن چھ تاریخ سے آپ اس چلہ والے حجرہ میں رہنے لگے اور

متعلقین واپنے پرائے آپ کی تیمارداری میں حاضر رہتے تھے۔ جہاں کہیں سے کوئی تدبیر علاج معالجہ کی ہوئی کی گئی لیکن کسی علاج سے فائدہ نہ ہوا۔

بیماری کے دوران ہر ایک شخص سے جو تیمارداری کے لئے حاضر ہوتا پوچھتے کہ دسویں تاریخ کب ہوگی۔ (جوکہ آپ کے والد ماجد کی تاریخ وفات تھی) اور میاں محمد مرادؒ سے فرمایا کہ محمد بخش اور اپنے چچا، والد اور بھائیوں کو فوراً تاکید سے یہاں پہونچنے کی خبر بھیج دو۔ کیونکہ اب یہ میرا آخری دیدار ہے۔ میں بھی ان لوگوں کو دیکھ کر خوش ہولوں۔ اب میرے سفر آخرت کے دن آ گئے ہیں۔ چنانچہ غلام علی قدسرہٗ کے بھائی بھتیجے اور دوسرے عزیز جو دریا آباد میں تھے سب آ گئے۔ قادر بخش صاحب کے والد کسی کام سے لکھنو گئے ہوئے تھے شیخ الشیوخ نے ان کے نام محمد مرادؒ سے ایک خط لکھوایا کہ اب میری زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے ہیں جس طرح ہو سکے اپنے ساتھ خلیفہ مدار بخش کو لیکر پہونچو۔

نویں کی شب قادر بخش صاحب کی والدہ نے حضرت شیخ الشیوخؒ سے عرض کی کہ یا حضرت آپ کے بعد خاندانی عزت کس طرح محفوظ رہے گی۔ حضرت نے ان کو بڑی محبت اور مہربانی سے بغل میں بٹھالا اور کہا کہ تمھاری عزت میں کبھی کمی نہ ہوگی۔ میرے پیشوا اور بزرگ تمھاری سب کی عزت کے نگہبان ہیں۔ تم بالکل پریشان نہ ہو۔ میں نے زندگی بھر کبھی تم کو کوئی رنج اور پریشانی نہ ہونے دی۔ انھوں نے پھر عرض کیا کہ ہم لوگوں کو صرف آپ کی زندگی اور صحت چاہیئے دنیا کی کوئی چیز نہیں چاہیئے۔ اسکے بعد آپ کی بگڑی ہوئی صحت دیکھ کر قادر بخش صاحب کی پھوپھی نے زمانہ کے ناموافق ہونے اور حالات کے خراب ہونے کی شکایت کی۔ حضرت نے کشف باطنی سے معلوم کرلیا اور فرمایا کہ تم مکروہات زمانہ اور خالی ہاتھ ہونے کی وجہ سے کفن دفن کے خرچ کی طرف سے پریشان ہو۔ چونکہ درویش کو کوئی خصوصیت کفن دفن کے لئے نئے یا پرانے کپڑے کی نہیں ہے اس لئے جو بھی گھر میں میسر ہے وہی کافی ہے۔ یہی کپڑے جو استعمال میں ہیں کافی ہونگے۔ جیسے دنیا میں توکل پر قدم ہے اسی طرح آخرت میں بھی رہے۔

یہ آپ کی کرامات کا نتیجہ تھا کہ آپ کی وفات کے وقت عبدالرحیم قندھاری ولد حبیب اللہ خان رسالدار نے اللہ یار کے ہاتھ جو خود بھی حضرت کے مرید و معتقد تھے تیس روپیہ حضرت کی نظر کے لئے بھیجے۔ یعنی خزانہ غیب سے اللہ نے انتظام کر دیا۔ حضرت شیخ الشیوخ نے اس وقت کمال روحانی سے فرمایا کہ فقیر تو ننگی تلوار کی طرح ہوتا ہے۔ جب نیام سے باہر آتی ہے تو اس کی اچھائی برائی معلوم ہوتی ہے، یہی حال درویشوں کا ہے کہ اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد لوگوں پر کھلتا ہے کہ بزرگوں کی کیفیت کس طرح کی تھی۔ آپ نے ہمشیرہ صاحبہ کو نصیحتیں کیں اور فرمایا کہ کبھی فرض نماز کی ادائیگی، ماہ رمضان کے روزہ اور دوسرے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرنا۔ اور دوسروں کو نصیحت کرنا کہ جس بات میں کفر و شرک کا ڈر ہو وہ نہ کریں اس سے دامن کو بچائیں۔

بیماری کی حالت میں میاں محمد مرادؒ کو نماز کی امامت کرنے کے لئے کہا۔ میاں مرادؒ بہت افسردہ ہو گئے۔ اور عرض کی کہ آپ کی موجودگی میں میری کیا مجال اور طاقت کہ نماز کی امامت کروں۔ شیخ الشیوخؒ نے فرمایا کہ تمھارا امامت کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے وقت سے یہی سنت ہے۔ میاں محمد مرادؒ میرے سامنے ہی سے میرے سجادہ نشیں ہیں اور رہیں گے۔ حضرت کی گفتگو سن کر سب لوگ رونے لگے۔ حضرت نے سب کو تسلی دی اور مطمئن کیا۔ میر حسین علی سے ارشاد فرمایا کہ آج میں دوست سے ملنے جا رہا ہوں یہ خوشی اور شکر کا مقام ہے۔ تم مجھ کو اس خوشی میں معرفت الہی کی کوئی چیز (اشعار) سناؤ۔ میر حسین علی نے خوش الحانی سے کچھ اشعار سنائے۔ حضرت سن کر بہت خوش ہوئے۔

شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ راجہ حامد شہ قدس سرہٗ کے خاندان میں قوال جنازہ کے آگے راگ گاتے ہیں۔ (یہ قوالی کی ایک قسم ہے) جو کہ قوال سمع شروع ہونے سے پہلے گاتے ہیں۔ رنگ ایک دوسری قسم ہے جو قوالی کے اختتام پر گایا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت بختیار کاکی قدس سرہٗ کی جب دہلی میں وفات ہوئی تو آپ کی پسند کے مطابق آپکے جنازہ کے آگے آگے راگ ہو رہا تھا۔ حضرت

بختیار کاکی قدس سرہٗ اپنی قوت ولایت سے کفن کے اندر سمع کی کیفیت سے دائیں بائیں حرکت کر رہے تھے۔

نقل ہے کہ شیخ محمد بخشؒ کفن دفن کا سامان لے کر مع سارے عزیزوں کے نویں تاریخ کو دریا آباد سے سدھور تشریف لائے۔ دسویں کی رات کو میر حسین علی نے مرض کی شدت دیکھ کر عرض کیا کہ یا حضرت یہ خاندانی برکت وفضیلت جو پیشوائے اعلی حضرت سیدنا ومولانا حافظ صاحب سے آپ کو پہونچی ہے ختم ہو جائے گی یا کسی دوسرے کو بھی نصیب ہوگی۔ جواب میں حضرت نے فرمایا کہ غوث ایک شخص ہوتا ہے اور قطب تین آدمی ہوتے ہیں۔ حضرت سیدنا حافظ صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولوی حمایت اللہ صاحب قدس سرہٗ بھی غوث تھے۔ انھوں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ میں بھی غوث ہوں۔ پھر ارشاد فرمایا کہ اس خاندان میں سے کسی نے اگر ذرہ بھر بھی لذت ولایت کی پائی تو وہ بزرگوں کے فیض اور برکت سے سورج کی طرح روشن ہوگا۔

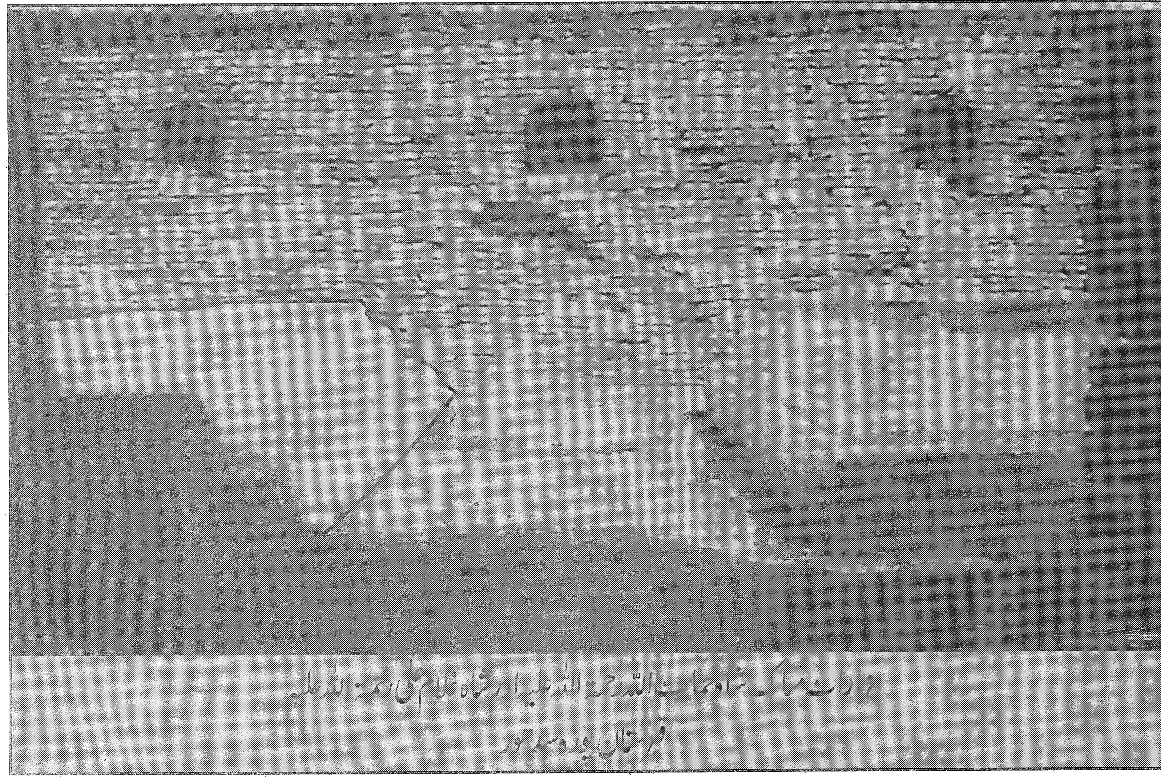
اس کے بعد میر حسین علی سے فرمایا کہ خاندانی نعمتوں کو عطا کرنے کے لئے حضرت مولوی صاحب کے مزار پر استخارہ کریں۔ جیسا حضرت مولوی صاحبؒ کی روحانیت سے حکم ہوگا اس کی تعمیل کی جائیگی۔ دسویں تاریخ جمعرات کے دن حاجی احمد صاحب اور خلیفہ مدار بخش ایک گھنٹہ دن چڑھے لکھنو سے سدھور آئے۔ اور قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ حاجی احمد صاحب کو آپ نے سینہ سے لگایا اور ناظم علی سے فرمایا کہ تمھارے اور اپنے بچوں کے دنیا کی برائیوں سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کی ہے جو قبول ہوئی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ مشکلات دور کرنے کے لئے اسم باری تعالٰی 'یا عزیز' پانچ سو بار اول وآخر گیارہ گیارہ بار درود شریف کے ساتھ ایک وقت مقررہ پر پڑھنا چاہئے۔ یہ بہت جلد اثر کرنے والا ہے۔

اس کے بعد حضرت نے فرمایا کہ آج طبیعت پر الجھن اور گھبراہٹ بہت ہے۔ چونکہ یہ بات خدائی بھید تھی اس لئے لفظ خفقان کہہ کر اپنی ولایت کو چھپایا۔ اسی دن دوپہر سے سارے اعضاء پر ذکر حق جاری ہوگیا۔ (یعنی الا اللہ) یہ کیفیت سارے حاضرین محفل نے مشاہدہ کی۔ پھر آپ نے پوچھا

کہ ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا کہ نہیں؟ لوگوں نے کہا کہ ہو گیا ہے۔ حضرت چارپائی سے تخت پر آئے۔اور ذکر میں مشغول ہو گئے۔اور اسی محفل میں بعالم ستغراق انتقال فرمایا۔حاضرین نے لاش مبارک کو تخت سے چارپائی پر رکھا۔اور اندر لے گئے۔جس وقت یہ سانحہ پیش آیا ہزاروں اپنے و بیگانہ جمع تھے۔اور عزیز و رشتہ دار کفن دفن کے انتظامات میں مشغول تھے کہ شیخ الشیوخؒ نے اپنی قوت ولایت اور کشف باطنی اور کرامات سے چادر سر سے کمر تک ہٹائی اور اٹھ کر بیٹھنے کا ارادہ کیا۔سمجھدار لوگ جو کشف و کرامات اور کمال ولایت کو جانتے تھے انھوں نے جسم اطہر کو پھر چارپائی پر لٹا دیا۔اس وقت حضرت نے فرمایا کہ میرا رخ قبلہ کی طرف کر دو۔پھر کہا کہ تکبیر نماز کہو۔لوگوں نے تکبیر کہی تو آپ نے فرض نماز کی ادائگی کی نیت باندھی۔چونکہ آپ کی نماز ظہر وفات سے قبل ادا ہونے کو رہ گئی تھی اس لئے اس کی ادائیگی میں مشغول ہو گئے۔ابھی دو رکعت نماز ادا کی تھی کہ پہلی دفعہ التحیاط پڑھنے کے دوران دوبارہ وفات پائی۔یہ واقعہ دس جمادی الثانی ۱۲۵۲ھ کو پیش آیا۔سا ھور میں گویا ایک قیامت بپا ہو گئی۔دنیا اندھیر ہو گئی۔دین اور طریقت کی رونق ختم ہو گئی۔سچے مریدوں اور عقیدتمندوں کو چاہیئے کہ یہ بات سنکر اور دیکھ کر نہ تعجب کریں نہ شک کریں۔کیونکہ بعض اولیاء کرام مثلاً شیخ نجم الدین کبریٰ ولی تراشؒ، حضرت خواجہ بایزید بوسطائیؒ، حضرت ابوبکر شبلیؒ، حضرت خواجہ نظام الدینؒ، اور شیخ احمد عبدالحق قدسرہ سے بھی اسی طرح کی کرامات کا ظہور ہوا ہے۔یہ حضرات بھی اللہ کے حکم سے انتقال کے بعد اپنے جنازہ سے پوچھنے والے کے سوال کا جواب دینے کے لئے اٹھے تھے۔اس کا ذکر ان اولیاء کرام کی سوانح حیات میں تفصیلی درج ہے۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ حدیث شریف میں بھی اس سلسلے میں آیا ہے کہ "اولیاء مرتے نہیں ہیں"۔اور ایک دوسری حدیث ہے کہ "مرجاؤ مرنے سے پہلے" اس جگہ ان احادیث کے معنٰی سمجھ جانے کے بعد کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔لہٰذا جو شخص بھی اللہ کی قدرت کو مانتا ہے اس کو اس بات کے نہ ماننے اور اس پر اعتراض کرنے سے گناہ لازم ہوتا ہے۔اولیاء کرام کی کرامت کی شان میں ایک دوسری



مزارات مبارک شاہ حمایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ
قبرستان پورہ سدھور

حدیث بھی ہے "میری امت کے اولیاء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں" اور یہ کہ "اولیاء انبیاء کرام کے وارث ہیں" لہٰذا اولیاء کرام کی کراماتوں اوران کے مقامات کی پیغمبروں کے معجزات کی طرح انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ ہر ولی اللہ کے ایک پیغمبر کے قدموں پر ہوتا ہے چنانچہ بعض اولیاء حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، بعض حضرت ابراہیم علیہ السلام کے، کچھ حضرت یوسف علیہ السلام اور بعض ہمارے پیارے نبی محمد ﷺ کے زیر قدم ہوتے ہیں۔ پیغمبروں واولیاء میں فرق صرف یہ ہے کہ نبی پیغمبر معصوم ہیں اور اولیاء محفوظ ہیں (غلطی ہونے سے)۔ان حالات کے بیان کے لئے ایک دفتر چاہئے اس کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے۔ دوسری کتب مثلاً نفحات الانس، تذکرۃ الاولیاء اور فصل الخطاب جو کہ معتبر کتابیں ہیں ان کے مطالعہ سے معلوم ہوگا۔

حضرت شیخ الشیوخ کی وفات کا وقت، غسل کا وقت، تجہیز و تکفین کا وقت شمسی قمری غوثی قطبی مولوی حمایت اللہ صاحب قدسرہ کے اوقات کے مطابق ہوا۔ ذرا بھی وقت اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔ یعنی آپ کی وفات ظہر کے وقت ہوئی۔ غسل کے وقت حضرت مولوی صاحبؒ نے پاؤں کھینچا تھا آپ نے بھی پاؤں کو سیدھا کیا۔ اس کے بعد جنازہ تیار کیا گیا اور قوال جنازہ کے آگے آگے "راگ" گاتے ہوئے چلے۔ اس وقت خلقت اور بیشمار لوگ جنازہ پہ جمع تھے۔ جنازہ کو قبرستان میں لایا گیا۔ عصر کی نماز کے بعد میاں محمد مراد صاحبؒ نے نمازِ جنازہ ادا فرمائی۔ مغرب کی نماز کے بعد حضرت مولوی صاحب کے روضہ شریف میں مولوی صاحب قدسرہ کے مزار کے برابر دفن کیا گیا۔ آپ کی عمر اسوقت ۷۲ سال تھی۔

جنازہ پر غلہ مثلاً چنا اور گیہوں اور روٹی، جیسا کہ ہندوستان میں رواج ہے، تبرک کے طور پر تقسیم کی گئی۔ تمام لوگوں نے تبرک کا دانہ دانہ اور ٹکڑا ٹکڑا لیا۔

عشاء کی نماز کے بعد میاں محمد مرادؒ، خلیفہ مدار بخش، میر حسین علی، تراب خان اور چند دوسرے لوگ جو محلّہ میں مخدوم صاحب کی مسجد میں نماز پڑھنے گئے تھے ان میں سے خلیفہ مدار بخش اور میر حسین علی کو حضرت شیخ الشیوخؒ کی روح پاک کی طرف سے اشارہ ہوا کہ میرا خرقہ میاں محمد مراد صاحبؒ کو

پہنادیں اوز میرا قائم مقام اور سجادہ نشیں بنادیں۔اور علوم باطنی کی تعلیم دیں کہ وہ ہمارے پیشواؤں کی نعمتوں اور خرقہ کے وارث ہیں۔

بزرگوں کے وقت سے اکثر ایسا ہوا ہے کہ ان بزرگانِ کی وفات کے بعد پیر کا خرقہ پیر کے ارشاد روحانی کے بموجب خلیفہ راشد کے ذریعہ پہونچتا ہے۔خلیفہ مدار بخش حضرت کے خلیفہ واثق تھے۔ان کو اسی کام کے لئے بلایا گیا تھا تا کہ ان کے ہاتھوں سے یہ کام ہو۔حضرت مولوی صاحبؒ نے اپنی زندگی میں کسی مرید کو خلافت کا خرقہ اور خلافت نامہ نہیں دیا تھا اور نہ ہی بیعت کی اجازت دی تھی۔لیکن خلیفہ مدار بخش (نورباف) کو جو ان کے والد کے مرید تھے اپنے والد محترم مولوی صاحب قدس سرہ کی روحانی اجازت سے کلاہ وغیرہ بطور خرقۂ خلافت عطا کی تھی۔اس کے بعد اپنے خاندان کی سجادگی کے لئے خرقۂ خاص اپنی وفات سے چھ ماہ پہلے میاں محمد مراد بخش کو دیا تھا اور اپنی وفات کے بعد ہر ایک سے روحانی طور پر یہی ارشاد فرمایا۔اس کے علاوہ حضرت شیخ الشیوخ کی وفات سے دو سال قبل خلیفہ مدار بخش حضرت مولوی صاحبؒ کے عرس میں سدھور آئے تھے انھوں نے معاملات باطنی میں دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب قدس سرہٗ حضرت شیخ الشیوخؒ سے فرماتے ہیں کہ میرا خرقہ میاں محمد مراد بخش کو جو میرا بیٹا اور اس خرقہ کا اہل ہے دے دیں حضرت شیخ الشیوخؒ نے حضرت مولوی قدس سرہٗ سے عرض کیا کہ میاں مراد بخش ابھی چھوٹے ہیں اور اس بوجھ کو اٹھانے کے لائق نہیں ہیں۔لیکن اگر آپ کی مرضی یہی ہے تو آپ کا حکم بجالایا جائیگا۔

دوسری دفعہ خلیفہ مدار بخش نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب قدس سرہٗ میاں محمد مراد بخشؒ کے سر پر سہرہ باندھ رہے ہیں۔یہ حالت دیکھ کر حضرت شیخ الشیوخؒ نے اپنی زندگی میں خلیفہ مدار بخش سے کہا کہ جیسا آپ نے میاں مراد بخشؒ کو خرقہ دینے کے بارے میں حضرت مولوی صاحب قدس سرہٗ کے ارشاد روحانی کے بارے میں کہا تھا مجھ سے بھی ایسا ہی ارشاد ہوا ہے۔اللہ نے چاہا تو مولوی صاحب کے حکم کی تعمیل کریں گے۔یہاں اس بات پر غور کرنا چاہیئے کہ یہ بات ہونا ہی تھی۔اور لوح محفوظ میں ایسا ہی لکھا تھا جو سامنے آیا۔اولیا اللہ کا کہا ہوا اللہ کی مرضی کے مطابق ہوتا

ہے۔اوراولیا اللہ کی کرامت کے کارخانہ میں شک کرنا کفر ہے۔اس طرح خلیفہ مدار بخش کو حضرت مولوی صاحب کی روح سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت شیخ الشیوخ چھ مہینہ میں انتقال کر جائیں گے۔اور جنت میں داخل ہوں گے۔اور پھر یہ سب اسی طرح ہوا کہ شیخ الشیوخ کا انتقال چھ ماہ میں ہو گیا۔حضرت شیخ الشیوخ کے انتقال کے بعد آپ کے اکثر مرید اور دوسرے لوگ آپ کو خواب میں دیکھتے تھے۔چنانچہ جناب غلام مسیحا نے دریاباد میں حضرت کی وفات کی رات خواب دیکھا کہ گھر کا چھپران کے سر پر گر پڑا ہے۔اور وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہوا ہے۔اسی طرح کتاب نفحات الانس میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ غیبیؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت بایزید بسطامیؒ کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ آسمان کا ایک کنگورہ حضرت موسیٰ غیبی کے اوپر گر پڑا ہے۔صبح بایزید بسطامی قدسرہٗ سے ملاقات کے لئے گئے تو معلوم ہوا کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔اور جنازہ جا رہا ہے۔حضرت بایزید بوسطامی نے جنازہ سے سر اٹھا کر فرمایا کہ جو تو نے عرش کا کنگورہ اپنے اوپر گرتے دیکھا تھا وہ یہی تھا۔کہ آج میرا جنازہ عرش کے کنگورہ کی طرح تیرے سر پر ہے۔اور یہ کہ کر دوبارہ لیٹ گئے۔تذکرۃ الاولیا میں دیکھئے کہ اکثر اولیا اللہ نے اپنے مریدوں کو باطنی طور پر اور خواب میں اسی طرح سرفراز فرمایا ہے۔اسی طرح حضرت عبدالقدوس گنگوہیؒ کو انکی وفات کے چند ماہ بعد ان کے صاحبزادوں نے خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ میرے تابوت کا ایک پایہ ٹوٹ گیا ہے۔اور میرے سر کے بال بہت بڑھ گئے ہیں۔میرے تابوت کو ٹھیک کرا دو اور میری حجامت بنوا دو۔کیونکہ ان سے مجھ کو تکلیف ہو رہی ہے۔صاحبزادگان نے یہ خواب دیکھنے کے باوجود قبر کو کھولنے میں تامل کیا۔کیونکہ ایسا کرنا شرعاً درست نہ تھا۔اس کے بعد اکثر لوگوں نے یہی خواب دیکھا۔ان لوگوں نے حضرت بندگی عبدالقدوسؒ کے فرمانے کے مطابق قبر کو کھولا تو دیکھا کہ واقعی حضرت کے تابوت کا پایہ ٹوٹ گیا ہے۔اور آپ کے سر کے بال بہت بڑھ گئے ہیں۔یہ دیکھ کر تابوت کے پایہ کی مرمت کر دی گئی اور حجامت بھی بنوا دی گئی۔اور میت کو دوبارہ دفن کر دیا گیا۔شیخ قادر بخش حضرت شیخ الشیوخ کی زندگی میں بندیل کھنڈ (یو پی بھارت) گئے ہوئے تھے۔

حضرت کی وفات کے دن یعنی دس جمادی الثانی جمعرات کو ان کے دل پر بڑی پریشانی اور اضطراب تھا۔لوگ پوچھتے تھے کہ آج ان کو کیا ہوا ہے۔اسی رات خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ مجسم انکے سرہانے تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھو اور اپنے دل کو ڈھارس دو۔اس حدیث پر کہ اولیا اللہ کو موت نہیں ہے سوتے سے اٹھے اور اس خواب پر بہت متعجب ہوئے۔انھوں نے یہ خواب مع دن و تاریخ ایک کاغذ پر لکھ کر رکھ لی اور صبح کے وقت لوگوں سے اپنا خواب بیان کیا۔لوگوں نے کہا کہ بہت اچھا ہے لیکن ان کو خود یقین تھا کہ خواب کسی آفت سے خالی نہیں ہے۔اس دوران ایک شخص جو امیٹھی سے گیا تھا اس نے حضرت شیخ الشیوخؒ کے انتقال کی خبر سنائی۔تب سمجھ میں آ گیا کہ اس دن خواب کیوں دیکھا تھا۔

اسی دن میر روشن علی نے ردولی میں خواب دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ حضرت شیخ العالم قدسرہٗ کے مزار کے سرہانے بیٹھے ہیں۔اور میاں محمد مرادؒ ناچتے ہوئے حضرت شیخ العالم قدسرہٗ کے مزار کے گرد پھر رہے ہیں۔انھوں نے شیخ العالم قدسرہٗ سے پوچھا کہ یا حضرت میاں مراد یہ کیا کر رہے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ فقیروں کا یہ بھی ایک طریقہ ہے۔

شیخ میر بخش رسولوی کے صاحبزادہ زین العابدین نے اس رات ایک خواب دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ اپنے والد ماجد حضرت مولوی صاحبؒ کے مزار کے حجرہ میں سفید کپڑے پہنے چارپائی پر آرام کر رہے ہیں۔اور میاں محمد مراد صاحبؒ بڑے نورانی چہرہ کے ساتھ آپ کے سامنے قرآن شریف تلاوت کر رہے ہیں۔حضرت کی نظر عنایت بزرگانہ بہت عرصہ سے میاں محمد مرادؒ پر تھی۔جہاں جاتے ساتھ لے جاتے اور ان کو سلوک کے طریقہ سکھاتے تھے۔بموجب آیت کریمہ اللہ جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے۔وہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

حضرت کے انتقال کے بعد کرم امام متولی نے جو حضرت کے مرید تھے خواب میں دیکھا کہ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے حجرہ میں کوئی بے وضو ناپاک نہ جائے۔اس سلسلہ میں پوری احتیاط رکھی جائے۔میاں محمد مرادؒ کو برابر ارشاد ہوتا رہا کہ تمھارے علاوہ میرے حجرہ میں کوئی نہ آئے۔ایک

رات قادر بخش صاحب کی پھوپھی نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ چارپائی پر بیٹھے ہوئے گھر میں تشریف لائے ہیں۔اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایت مجھ پر ایسی ہوئی ہے۔انھوں نے دیکھا کہ حضرت کے دونوں ہاتھوں میں مہندی لگی ہوئی ہے اور بہت ہی خوب صورت کنگن پہنے ہوئے ہیں۔سبحان اللہ اس سے اندازہ کرنا چاہئے کہ حضرت کو کیا مقام محبوبیت حاصل ہوا۔

شیخ غلام طٰہٰ کے نواسہ غلام مخدوم بیان کرتے ہیں کہ وہ رسولی میں اپنے گھر پر تھے کہ ایکدم سے انکے سینہ میں ایسا درد اٹھا کہ ان کے ہوش ٹھکانہ نہیں رہے۔اس درد کی شدت میں خواب دیکھا کہ حضرت ایک دو دوسرے اشخاص کے ساتھ تہبند باندھے ہوئے تشریف لائے ہیں اور غلام مخدوم پر ایسی توجہ کر رہے ہیں کہ ان کو جذب کا غلبہ ہو گیا۔اور وجد کی حالت طاری ہو گئی۔اسی خواب میں چارپائی سے اٹھ کر زمین پر گر گئے۔اس طرح کچھ دیر گذر گئی۔جب ہوش میں آئے تو درد کا کوئی اثر باقی نہ رہ گیا تھا۔

شیخ حاجی احمد نے حوادث زمانہ سے پریشان ہو کر سید عبداللہ ہراتیؒ سے جو ایک ولی کامل اور خدا رسیدہ بزرگ تھے اور حضرت شیخ الشیوخؒ سے قلبی ربط رکھتے تھے اپنا حال بیان کیا اور کہا کہ میرے پیر و مرشد جو میرے ناخدا تھے میری اندھی آنکھوں سے چھپ گئے ہیں۔آپ میرے پیر و مرشد کی جگہ ہیں مجھ پر توجہ فرمائے کہ میں زمانہ کی مکروہات سے بچ کر رہوں۔سید صاحب موصوف نے حاجی احمد صاحب کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور بڑی تسلی دی۔اسی دن حاجی احمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ شیخ الشیوخؒ سدھور میں گھر کے اندر چارپائی پر تشریف رکھتے ہیں اور تراب خان تلووں کی مالش کر رہے ہیں۔حاجی احمد صاحب ان کے پاس کھڑے رو رہے ہیں۔اس درمیان شیخ الشیوخؒ چارپائی سے اٹھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور ان کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں اور تسلی دیتے ہیں۔اور اس طرح انکے دل کو قرار آ جاتا ہے۔

شیخ مبارک علی ساکن گدیہ کی اہلیہ حضرت سے بڑی عقیدت رکھتی تھیں ان کے ساتھ برادری کا رشتہ

بھی تھا۔ وہ حضرت کے چہلم کے دن تعزیت کے لئے آئیں وہ حضرت کی جدائی سے بہت غمزدہ اور پریشان تھیں۔ حضرت نے میر حسین علی سے خواب میں فرمایا کہ شیخ صاحب کی زوجہ سے میری طرف سے کہو کہ فقیر کو مردہ نہ سمجھیں کہ فقیر کی زندگی اور موت ایک ہی طرح ہے۔ وہ چاہتی ہیں کہ انکی بیٹی کے یہاں بیٹا پیدا ہو تو اللہ نے چاہا تو بزرگوں کی عنایت سے ان کی بیٹی کے یہاں بیٹا پیدا ہوگا۔ ان سے کہو کہ میرے عرس میں پھر آنا۔ اسی سال ان کی بیٹی کے یہاں بیٹا پیدا ہوا۔

خلیفہ مدار بخش نے حضرت شیخ الشیوخ سے عرض کیا کہ یا حضرت حاجتمندوں کی حاجت روائی کے لئے دعا اور نیاز کا جو سلسلہ چشتیہ کا طریقہ ہے ارشاد فرمایئے۔ تاکہ اس کے مطابق کیا جائے۔ آپ نے کرامت ولایت سے خلیفہ مدار بخش سے فرمایا کہ جس کسی کو ضرورت ہو اور مشکل پیش آئے تو یہ ختم جو بڑا جلد اثر کرنے والا ہے "بحق یا عزیز" پانچ سو گیارہ مرتبہ مع درود شریف گیارہ گیارہ بار اول و آخر میں نے مقرر کیا ہے۔ ہر معتقد حاجت مند اس کو دل کی صفائی کے ساتھ ایک وقت مقرر کر کے پڑھے۔ اللہ اور بزرگوں کی عنایت سے حاجت پوری ہوگی۔ اگر درود شریف گیارہ مرتبہ سے زیادہ پڑھے تو داخل حسنات ہے۔ اور نیاز کے لئے اپنی حیثیت کے مطابق حلوہ یا ماش کی کھچڑی یا کھیر (جو حضرت کی غذا تھی) پکائیں اور فاتحہ دیکر تقسیم کریں۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت اپنی زندگی میں جونپور تشریف لے جا رہے تھے۔ راستہ میں مسمی چاند خان سے ملاقات ہوئی۔ جو نوکری پیشہ تھے اور عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ مشغول رہتے تھے۔ حضرت نے ان کے دل اور روح کی صفائی اپنے باطنی علم سے معلوم کر کے ان پہ اپنی توجہ باطنی فرمائی۔ اس کی چاشنی چکھ کر حضرت کے خاص خادموں میں شامل ہو گئے۔ حضرت کے انتقال کے بعد اپنے گھر سے قدمبوسی کے لئے قصبہ سدھور کو روانہ ہوئے۔ نگرام تک پہونچے تھے کہ پتہ چلا کہ شیخ الشیوخ اس دوران یہ دنیا چھوڑ کر جنت کو سدھار چکے ہیں۔ چاند خان کو یہ سن کر بڑا ملال ہوا اور ان پر وجد اور جذب کی کیفیت طاری ہوگئی۔ لوگوں سے کہا کہ بڑا افسوس ہے کہ حضرت سے میرا ایک دن مرنے کا وعدہ پکا تھا لیکن حضرت پہلے چلے گئے۔ زندگی کا مزا حضرت کی زندگی تک تھا

جب حضرت نہیں رہے تو میں اس جگہ سے نہیں جاؤنگا۔ اللہ کی قدرت کہ اسی رات چاند خان قصبہ نگرام میں انتقال کر گئے۔ اس شعر کے بموجب:

مردان خدا خدا نہ باشد (مردان خدا خدا نہیں ہوتے)

لیکن ز خدا جدا نہ باشد (لیکن خدا سے الگ بھی نہیں ہوتے)

حضرت کے صوئم کے دن یعنی تیرہ تاریخ یوم ہفتہ ختم قرآن، کلمہ طیبہ اور درود شریف کے ورد اور دوسری رسومات کے بعد خلیفہ مدار بخش اور میر حسین علی حضرت شیخ الشیوخ کے روحانی اشارہ سے اور ان اشاروں سے جو حضرت مولوی صاحبؒ کی جانب سے شیخ الشیوخؒ کی وفات سے پہلے خلیفہ صاحب کو واضح ہو چکے تھے میاں محمد مرادؒ کو آپ کے مزار شریف کے حجرہ میں لے گئے۔ اور خرقہ شریف پہنا کر حضرت شیخ الشیوخؒ کا قائم مقام سجادہ اور جانشین بنایا۔ میاں محمد مراد بخش صاحبؒ نے اس طرح بائیس سال کی عمر میں حضرت شیخ الشیوخؒ کی کرامت باطنی اور حضرت مولوی صاحبؒ کے فیض سے خرقہ پہنا اور اپنے پیر کے قدم بقدم کرامات و معمولات و وظائف وغیرہ پر قائم ہوئے اور اپنے بزرگوں کے توکل، تحمل اور یکتا ہونے کی راہ پر چل پڑے۔ دن رات اپنے پیر کے مزار پر جھاڑو دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایت اور مہربانی سے ان کی ریاضت قبول فرمائی۔

حضرت شیخ الشیوخؒ اور مولوی صاحب قدس سرہٗ کی توجہ میاں مرادؒ پر دن بدن بڑھتی گئی۔ اور روحانیت کے معاملات سے ان کو سرفراز فرماتے رہے۔ حضرت شیخ الشیوخؒ اپنی زندگی میں بھی میاں محمد مراد پر بڑی شفقت اور محبت وظیفہ اور اوراد زیادہ فرماتے رہے۔ اور زیادہ وقت اپنے ساتھ رکھتے رہے۔ آپ دن رات خلوت، جلوت اور چلے میں حضرت کی خدمت گذاری میں لگے رہتے تھے۔ ایک بزرگ شیخ عبداللطیف جو عارف کامل اپنے زمانہ کے تھے علاقہ سنبھل مرادآباد کے رہنے والے تھے حضرت شیخ الشیوخؒ سے ملنے سدھور آئے لیکن حضرت کا ان کے آنے سے پہلے ہی انتقال ہو گیا تھا۔ انھوں نے دو مہینہ سدھور میں قیام کیا اور حضرت شیخ الشیوخؒ کے روحانی اشارہ کے

بموجب علوم باطنی وکشف وغیرہ میں انکو جو حاصل تھا میاں محمد مراد بخشؒ کو بخش گئے۔اس طرح میاں محمد مراد صاحب دن بدن ذکر الٰہی میں محو اور غرق ہوتے گئے۔اور آگے چل کر حضرت شیخ الشیوخؒ کے سچی جانشین ثابت ہوئے۔

ذکر حضرت شیخ محمد بخش قدسرہٗ

قبلہ محمد بخشؒ شیخ احمد بخش کے بیٹے اور حضرت شاہ قدرت اللہ قدسرہٗ کے پوتے تھے۔حضرت شیخ الشیوخؒ اپنی زندگی میں شیخ محمد بخشؒ پر بڑی ظاہری و باطنی عنایت فرماتے تھے۔اور آپ بھی اپنے پیر کے جمال پر ایسے عاشق تھے کہ اپنے پیر سے جدائی برداشت نہ کر پاتے تھے۔حضرت کے انتقال کے بعد اور جدائی کے غم میں دن رات کا زیادہ وقت مراقبہ میں پیر کے دیدار میں صرف کرتے تھے۔حضرت شیخ الشیوخؒ کے انتقال کے بعد شیخ محمد بخش صاحبؒ اپنی نوکری پر سلطان پور روانہ ہوئے تو اپنے پیر کے مزار پر گئے اور درخواست کی کہ بچپن سے اس بڑھاپے تک بزرگوں کی برکت اور عنایت سے زندگی عزت اور دولت مندی سے بسر ہوئی۔اپنی زندگی میں کبھی کوئی تکلیف زمانہ کے ہاتھوں نہ دیکھی۔لیکن اب وقت کے ہاتھوں اور روزی روزگار کم ہونے کے سبب ذلت و خواری ہے۔خصوصاً آپ کے بچھڑ جانے کی وجہ سے اس دنیا میں اب جینا پسند نہیں ہے۔اس لئے چاہتا ہوں کہ جلد آپ کے قدموں میں حاضر ہو جاؤں۔یہ عرض کرنے کے بعد سات شوال کو نوکری کی جگہ سلطانپور روانہ ہوئے۔وہاں بخیریت پہونچ گئے۔چند دنوں بعد آپ کی دعا اللہ کے حضور میں قبول ہوئی اور بیمار ہو گئے۔

آپ کی بیماری سے قبل میاں محمد مرادؒ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ الشیوخؒ، شیخ محمد بخشؒ کے جنازہ کے ساتھ آرہے ہیں۔اسی دن پانچ ذیقعد کو شیخ محمد بخشؒ بیماری کی حالت میں سلطانپور سے سدھور آئے۔اسی وقت سے ان کے تمام اعضاء پر ذکرُ اللہ پیر کی عنایت سے جاری ہو گیا۔میاں محمد مراد صاحبؒ سے فرمایا کہ سورۃ یٰسین پڑھیں اور خود بھی ان کے ساتھ ساتھ پڑھنے لگے۔آپکے بھائی شیخ حاجی احمد نے فرمایا کہ اس وقت اپنے پیر کو یاد کیجئے۔آپ نے جواباً فرمایا کہ میرے تمام

اعضاء میں اللہ کا ذکر اور پیر کا نام سرایت کیا ہوا ہے۔ کسی کو یاد دلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ عزیز و اقارب جو اس وقت موجود تھے انھوں نے دیکھا کہ اس وقت محمد بخش صاحبؒ کا چہرہ مبارک روشن ہو گیا۔ بالکل اسی طرح جیسے حضرت شیخ الشیوخؒ کا جمال ہوتا تھا۔ ذرا بھی فرق نہیں تھا۔ جیسا کہ بعض اولیا اللہ اپنے سچے اور اچھے مریدوں کو اپنی ولایت اور کرامات سے اپنی شکل پر کر دیتے تھے۔ جیسا کہ سیدنا و مولانا حافظ صاحب قدس سرہٗ اپنے پیر حضرت سید السادات سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسین کی شکل پر ہو گئے تھے۔

ساتویں ذیقعد ۱۲۵۲ھ کو 'الا اللہ' کا ذکر کرتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ غسل میت نہلانے والوں نے بتایا کہ میت کے آس پاس گلاب وغیرہ کی خوشبو اتنی زیادہ آ رہی تھی کہ لوگوں کو وہاں ٹھہرنے کی تاب نہ تھی۔ شیخ محمد بخش قدس سرہٗ نے چھہتر سال عمر پائی۔

آپ جوانی سے وفات تک عزت و جاہ کے ساتھ بڑے بڑے عہدوں مثلاً قندھاری سواروں کی سرداری پر فائز ہوئے۔ کبھی کسی کے محتاج نہیں ہوئے۔ آپ نے روحانی عبادت اور ریاضت سے نفس امارہ کو ایسا مار کر رکھا تھا کہ اس زمانہ کے بزرگوں سے بھی ایسا ہونا مشکل تھا۔ اگر کھانا بدمزہ ہوتا تو کبھی خفا نہ ہوتے۔ لباس اچھا برا جو سامنے آتا پہن لیتے تھے۔ یہ خیال کبھی دل میں نہ لاتے تھے کہ میں اتنے بڑے عہدہ پر فائز ہوں۔ دن رات اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے۔ دنیا کی باتیں کم کرتے تھے۔ اور زیادہ تر خاموش رہتے تھے۔ خاموشی کے فائدہ معتبر کتابوں میں درج ہیں اس عادت کا نتیجہ عافیت ہے۔ آپ کو خاندانی قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ اس طرح سے ایک ماہتاب جو آفتاب کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا تھا (یعنی اپنے چچا اور پیر شیخ الشیوخؒ کے ساتھ) وہ بھی غروب ہو گیا۔

ذکر شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ

شیخ عبدالوہاب قدس سرہٗ حضرت شیخ عبدالواحدؒ کے بیٹے اور شیخ محمد بخشؒ کے پوتے تھے۔ آپ حضرت شاہ مراد قدس سرہٗ کے داماد بھی تھے۔ شاہ محمد مراد بخشؒ نے اپنے آخری وقت میں شیخ عبدالوہاب

انصاریؒ کو اپنا خلیفہ نامزد کیا۔ اور خاندانی تبرکات وخرقہ سے سرفراز فرمایا۔ آپ بہت نیک دل اور تہجد گذار تھے اور اپنے پیر شاہ مرادؒ کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کی صرف ایک بیٹی کنیز فاطمہ تھیں جن کی شادی جگور کے قدوائی خاندان میں شیخ اشتیاق علی قدوائی صاحب سے ہوئی۔ جن سے دو بیٹے حافظ اسحٰق قدوائی اور عبدالقوی قدوائی ہوئے۔ شیخ عبدالوہابؒ کے انتقال کے بعد تمام خاندان والوں اور بزرگوں نے خرقہ خلافت شیخ محمد احمد کو جو کہ آپ کے سگے بھتیجے یعنی شیخ محمد حسین صاحب کے بڑے فرزند تھے اور اس وقت خاندان میں سب سے بڑے تھے تفویض کرنا چاہا لیکن آپ نے یہ بارِگراں اپنے کندھوں پر لینے کے بجائے (اپنی چچازاد بہن کی خوشنودی کو مدنظر رکھتے ہوئے) حافظ محمد اسحٰق کو تفویض کر دیا۔ حافظ اسحٰق صاحب کی زندگی نے زیادہ وفا نہ کی اور ان کے انتقال کے بعد یہ سعادت جناب عبدالقوی قدوائی صاحب یعنی چھوٹے بھائی کو تفویض ہوا۔ حافظ اسحٰق صاحب بڑے متقی اور پرہیزگار شخص تھے اور عبادات اور ریاضات کا خاص خیال رکھتے تھے۔ شیخ عبدالقوی قدوائی صاحب کی شادی شیخ محمد نسیم انصاریؒ کی بیٹی اعجاز فاطمہ سے ہوئی۔ جن سے ایک بیٹا وقار احمد اور بیٹی زینت فاطمہ پیدا ہوئیں۔ محترم عبدالقوی صاحب کے انتقال کے بعد انکے بیٹے شیخ وقار احمد انکے جانشین ہوئے۔ شیخ وقار احمد کی تین بیٹیاں ہوئیں۔ شیخ وقار احمد کا انتقال ہوگیا ہے اور اب فی الحال خلافت تصفیہ طلب ہے۔

حضرت شیخ محمد نسیم انصاریؒ

بزرگان دین کے حالات وکوائف عموماً ان کے ملفوظات سے معلوم ہوتے ہیں۔ جو دو طرح سے مرتب ہوتے ہیں۔ اول کوئی شاگرد روز کے روز بزرگ کے اقوال وحالات کو تاریخ وار لکھتا ہے یا پھر کوئی شاگرد خاص یا خلیفہ بعد وفات بزرگ اپنی یادداشت سے ساری کیفیت وحالات اور اقوال کو قلمبند کر کے آنے والی نسلوں کی معلومات کے لئے مرتب کر جاتا ہے۔ یہی دوسرا طریقہ زیادہ رائج رہا ہے۔ لیکن اس طریقہ میں تاریخی منظر نامہ بہت کم رہتا ہے۔ درحقیقت تاریخ مرتب کرنا مقصود بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ حکومتی کارناموں اور سیاست میں دلچسپی ہو تو فقیری اختیار ہی کیوں کی

جائے۔ بہرحال محترم قمر احمد انصاری صاحب سجادہ حضرت خیرالدین انصاری دریا نثارؒ کی یہ تحریر ملفوظات ہی میں شمار ہونا چاہئے جو انھوں نے اپنے والد محترم کی وفات کے بعد قلمبند کیا ہے۔

(اختر احمد انصاری)

حضرت شیخ محمد نسیم انصاریؒ مشہور بزرگ حضرت مخدوم خیرالدین دریا نثار انصاری اشرفی ہراتی قدس سرہٗ کی براہ راست اولاد میں ہیں۔ اور اپنے چچا شیخ محمد ادریس انصاریؒ کے رحلت فرمانے کے بعد ان کی جگہ پر سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ والد صاحب قبلہ ولی کامل تھے۔ لیکن ہم سب لوگ اس راز کو پہلے نہ جان سکے تھے۔ کیونکہ والد صاحب قبلہ نے ساری زندگی اپنے مقام ولائت کو نہ صرف عوام سے بلکہ اپنے گھر والوں سے بھی چھپا کر رکھا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمارا گھرانا قدیم سے صوفیانہ خانوادہ ہے۔ اور ایک سے ایک جید بزرگان دین ہوئے اور مخدوم اور قطب کے مرتبوں تک پہونچے۔ اس لئے گھر میں ماحول ہی صوفیانہ تھا۔ تو اس راہ کی باتیں اور عقیدوں کا علم کچھ نہ کچھ سبھی اولادوں کو رہتا تھا۔ لیکن میں معمولی دلچسپی ہی رکھتا تھا اس کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ میں اپنے سات بھائیوں میں پانچواں ہوں۔ باپ کی جگہ سجادہ نشینی کی خدمت میرے سپرد ہوگی اس کا کبھی اڑ کر خیال بھی آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ لیکن حالات نے الگ ہی رخ اختیار کیا۔ بڑے بھائی محترم محمد وسیم انصاری اور منجھلے بھائی محترم محمد حلیم انصاری کا انتقال قبلہ والد صاحب کی زندگی میں ہو گیا۔ تیسرے بھائی محترم محمد شمیم انصاری ایڈوکیٹ (ممبر یو پی اسمبلی) نے والد صاحب کے انتقال فرمانے کے بعد سجادہ نشینی اختیار کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ چاہتے تو اپنے بڑے صاحبزادہ فرحان انصاری کو پگڑی بندھوا دیتے لیکن انھوں نے یہ پسند نہیں کیا۔ چوتھے بھائی جناب آفتاب احمد انصاری صاحب اور مجھ سے چھوٹے دو بھائی جناب اختر احمد انصاری صاحب جنھوں نے خاندانی کتاب نورالانوار کو فارسی سے اردو کا جامہ پہنایا اور پوری ریسرچ کر کے خاندان انصاریان سدھور کی بابت مزید ضروری معلومات اور مکمل شجرہ بہم پہونچا کر اسے نورالانوار جدید کے نام سے چھپوانے کا انتظام کیا اور اس تگ و دو میں خود مکمل صوفی ہو گئے اور میرا یقین ہے

کہ اس راہ میں انکا مقام مقرر ہو چکا ہے۔ جب بھی حاصل ہو جائے۔ اور جناب جمال احمد انصاری جنکا کہ جوانی میں سعودی عرب میں انتقال ہوگیا، مرحوم مکہ معظّمہ کے عاشق زار تھے۔ آپ وہیں جنت المعالٰی قبرستان میں مدفون ہوئے۔ اللہ رحمت فرمائے۔ یہ مذکورہ تینوں صاحبان والد صاحب کی زندگی میں ہی ہجرت کر کے کراچی میں آباد ہو چکے تھے۔ ایسے حالات میں قُرۂ فال بنام مَنِ دیوانہ زَدَند کے مصداق میں بندۂ عاصی حضرت مخدوم خیرالدین دریا نثار انصاری کا سجادہ نشین مقرر ہوا۔ والد صاحب کے بارے میں کچھ لکھنے سے پہلے یہ چند باتیں لکھنا ضروری محسوس کیا تاکہ پس منظر واضح ہو جائے۔

حضرت قبلہ والد صاحب (شیخ محمد نسیم انصاریؒ) صرف چار سال کی عمر میں حضرت قبلہ حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ (دیویٰ شریف) کے مُرید ہوئے تھے۔ واقعہ اس طرح ہوا تھا کہ حاجی صاحب قبلہ ہمارے مکان اولیاء لاپور تشریف لائے۔ انکا فینس (پالکی) مکان کے اندرونی صحن میں رکھا تھا۔ حاجی صاحب قبلہ کو فوراً روانہ ہو جانا تھا اس لئے فینس میں بیٹھے بیٹھے ہی سب کو شرف زیارت بخش رہے تھے۔ کسی بڑے نے ہمارے والد صاحب کو سکھلا دیا کہ فینس میں لٹک جاؤ اور جانے نہ دو۔ چنانچہ جب فینس اٹھایا گیا آپ لٹک گئے۔ قبلہ حاجی صاحب قدسرہٗ نے اپنے دونوں مبارک ہاتھوں سے والد صاحب کو پکڑ کر پیٹھ تھپتھپائی اور بڑے پیار سے فرمایا یہ میرا مرید ہے۔ یہ میرا مرید ہے۔ یہ میرا مرید ہے۔ پھر پالکی روانہ ہوگئی۔ چونکہ اس واقعہ کو آگے چلکر اپنا رنگ دکھانا تھا اس لئے ذرا تفصیل سے لکھ دیا۔ والد صاحب قبلہ کے والد شیخ محمد احمد صاحب اپنے والد شاہ محمد حسین صاحب کے دو بیٹوں میں بڑے بیٹے تھے۔ لیکن انھوں نے سجادہ نشینی اختیار نہیں کی تھی اور اپنی سسرال اولیاء لاپور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ چنانچہ چھوٹے بھائی شاہ محمد ادریس انصاریؒ سجادہ نشین ہوئے تھے۔ وہ لاولد تھے اس لئے ان کے بعد شیخ محمد نسیم انصاریؒ سجادہ نشین ہوئے جو کہ اپنے بھائیوں میں منجھلے تھے۔ ہمارے خاندان میں بیشتر سجادہ نشین چھوٹے بیٹے ہوتے رہے ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ "ایں سعادت بزور بازو نیست" جو جس کے مقدر میں ہوتا ہے اس کو ملتا

ہے۔ والد صاحب (شاہ محمد نسیم انصاریؒ) کی ولادت اولیاء لالپور میں اپنی والدہ کے پھوپھا شیخ برہان الدین تعلقدار اولیاء لالپور کے مکان پر ہوئی۔ سال ولادت ۱۸۹۲ء۔

کچھ غلط عقیدہ لوگوں نے والد صاحب کو بتلایا کہ پیری مریدی نابالغی میں نہیں ہوتی۔ وہ بھی چار سال کی عمر طفلی میں! اس لئے آپ کو چاہئے کہ کسی مرشد کامل سے نئے سرے سے مرید ہوں۔ قبلہ کو اپنی وارثی مریدی میں شک ہو گیا۔ اس وقت حضرت حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ کی روحانیت نے پھر توجہ فرمائی۔ آپ نے خواب دیکھا کہ حضرت حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ تشریف لائے ہیں اور سینہ سے لگا کر فرما رہے ہیں کہ آؤ میں تمھارا شک مٹادوں۔ اس کے بعد سے آپ ہمیشہ حضرت حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ کی مریدی میں راسخ العقیدہ رہے۔

حضرت حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ کے مزار مبارک پر دستور ہے کہ صبح ایک خادم کھیر کا پیالہ مزار مبارک پر پیش کرتا ہے اور کہتا ہے کہ حضور نوش فرمائیں۔ قدرے توقف کے بعد اس کھیر کو تبرک کے طور پر تقسیم کر دیتے ہیں۔ اس بابت میں والد صاحب کو کچھ تردد ہوا اور اس رسم کو ہندوانہ طریقہ کار پر محمول کیا۔ کیونکہ ہندو لوگ بھگوان کی مورتی کے سامنے بھوگ لگاتے ہیں پھر ٹھاکر صاحب کا پرشاد کہکر آپس میں بانٹ لیتے ہیں۔ چنانچہ ایک بار پھر آپ کو حضرت حاجی وارث علی شاہ قدسرہٗ کی روح پاک کی طرف سے ہدایت ہوئی۔ اور آپ نے خواب دیکھا کہ قبلہ حاجی صاحب قدسرہٗ اپنے مزار پر آدھے لیٹے اور آدھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس درمیان خادم نے کھیر پیش کی حاجی صاحب قدسرہٗ نے داہنے ہاتھ کی انگلی سے رتی بھر چکھا پھر کھیر ہٹالی گئی۔ اس خواب سے یہ تردد بھی دور ہو گیا۔ حضرت والد صاحب قبلہ کا رجحان راہ سلوک میں تھا۔ مگر کثیر الاولاد ہونے کے باعث کسب معاش میں کوشاں رہنا پڑتا تھا۔ ان مشکلات کے باوجود آپ نے خاندانی وظائف کے چلے کئے رات رات جاگ کر ذکر اذکار میں مصروف رہتے تھے۔ ضربیں لگاتے اور حبس دم کا عمل بھی کرتے تھے۔ تمام فرائض کی بجا آوری سختی سے کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ جب کسب معاش کی فکر سے آزاد ہو گئے تو سارا وقت صرف دینی کاموں میں ہی صرف

ہونے لگا۔ اسی دوران آپ نے وردِ چہل کاف، اسماء مغنی، حزب البحر اور حزب المعانی جیسے خاندانی چلہ کئے۔

ایک بار ایسا ہوا کہ آپ اپنے تیسرے بیٹے محمد شمیم انصاری کے مکان کٹرہ بارہ بنکی میں مقیم تھے۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ تشریف لائے اور مختصر عرصہ ٹھہر کر جانے لگے۔ اور کھڑے ہوئے تو آپ کے تہبند کا کونہ لٹک رہا تھا۔ اور اس کے پیر میں پھنس جانے کا اندیشہ معلوم ہوا تو والد صاحب قبلہ ان کے پیروں کے پاس بیٹھ کر اس کو درست کرنے لگے۔ اس وقت حضرت حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ نے فرمایا "چشت کے ہر خانوادے میں مرید کیا کرو" یہ حکم بہت صاف تھا پھر بھی والد صاحب نے اپنا خواب مولانا عتیق میاں فرنگی محلی کو لکھ کر عریضہ بھیجا اور شرعی حد معلوم کرنے کے لئے فتویٰ مانگا۔ مولانا صاحب نے مندرجہ ذیل جواب ارسال فرمایا" حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ کی بزرگی شہرہ آفاق ہے۔ معتقد کامل کو بھروسہ کرنا چاہئے۔ فقط محمد عتیق فرنگی محل لکھنؤ"

والد صاحب قبلہ ماہ صفر کی چاندرات والے عرس میں شرکت کے لئے ہمیشہ دیوٰی شریف جایا کرتے تھے۔ اکثر والدہ صاحبہ بھی ساتھ جایا کرتی تھیں۔ ماہ رجب کی چھٹی تاریخ کو ہمیشہ بڑے اہتمام سے خواجہ بزرگ حضرت معین الدین چشتیؒ کا قل کیا کرتے تھے۔ جس میں باقائدہ قرآن خوانی اور محفل سماع بھی منعقد ہوتی تھی۔ دوران سمع اکثر آپ پر جذب اور وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ اور عالمِ جذب میں بے خود ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور زار و قطار روتے تھے۔ اور ساری محفل آپ کی اتباع میں کھڑی ہو جاتی تھی۔ ایسی کیفیت میں آپ کو پکڑ کر سنبھالا جاتا تھا۔ جس سال آپ اجمیر شریف لے جاتے تھے اُس سال یہاں مکان پر قل نہیں ہوتا تھا۔ صرف کھیر پر فاتحہ ہوتی تھی۔ آپ نے متعدد بار اجمیر شریف کا سفر کیا اور وہاں لمبے لمبے قیام فرمائے۔ وہاں سب سے اونچے پہاڑ پر ایک بزرگ کا مزار ہے۔ آپ اکیلے وہاں پہونچ گئے۔ جس وقت آپ کا ایک قدم دروازہ کے اندر اور ایک قدم باہر تھا تو آپ نے دیکھا کہ ایک

شیر وہاں لیٹا ہوا ہے۔نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن ۔اچانک شیر کھڑا ہو گیا انگڑائی لی اور مزار کی چہار دیواری پھلانگ کر جنگل میں چلا گیا۔پھر آپ نے اطمینان سے فاتحہ پڑھی قدم پکڑے اور لوٹ آئے۔

اسی طرح ایک روز جنگل میں گھوم رہے تھے کہ راستہ بھول گئے۔سخت پریشانی میں تھے کہ ایک نورانی شکل بزرگ نظر آئے۔انھوں نے انگلی اٹھا کر راستہ کی نشاندہی کی۔والد صاحب قبلہ اس طرف چل دئے اور پلک جھپکتے میں خود کو خواجہ صاحب قدسرہٗ کے مزار کے سامنے پایا۔اس وقت کے سجادہ نشین صاحب سے آپ نے اس بات کا ذکر کیا تو انھوں نے کہا کہ میاں خوش نصیب ہو وہ حضرت عبداللہ بیابانی تھے۔بھولے بھٹکوں کو راہ دکھاتے ہیں۔تم چوک گئے جوان کو چھوڑ کر فوراً چل دئے۔اس چوکنے کا والد صاحب کو زندگی بھر افسوس رہا۔

والد صاحب قبلہ نے دو بار حج کی سعادت حاصل کی۔اور دونوں بار وہاں کئی ماہ قیام کا موقعہ ملا۔وہاں تمام وقت مقامات مقدسہ کی زیارت اور عبادات میں گذارا۔یہ دونوں حج میرے چھوٹے بھائی اختر احمد انصاری کی کوشش کا نتیجہ تھے۔جو مکہ معظّمہ میں ملازمت کرتے تھے اور باقی وقت میں عبادات میں مصروف رہا کرتے تھے۔اس تمام عرصہ میں والد صاحب نے اختر احمد کی کافی تربیت راہ سلوک کی کی اور تمام خاندانی وظائف سے واقف کرایا۔وہاں کے حالات وہی بہتر بتا سکتے ہیں۔ہم لوگوں کا یہ خیال تھا کہ والد صاحب قبلہ نے اپنے مقام ولایت کو چھپایا۔لیکن اصل بات یہ تھی کہ انھوں نے اس کا ڈھنڈھورا نہیں پیٹا۔ہم لوگوں نے درحقیقت ان کی زندگی میں غور کرنے میں کوتاہی کی۔اور اس بات کی سمجھ ہم لوگوں کو اس وقت آئی جب انکا آخری وقت قریب آچکا تھا۔

سلسلہ چشت کے ایک بزرگ حضرت عبدالرشید صاحبؒ تھے۔میرے ننہال والے ان کے مرید تھے۔لیکن ان کی توجہ خاص اپنے مریدوں سے زیادہ والد صاحب قبلہ پر رہتی تھی۔انھوں نے قبلہ والد صاحب سے بتلایا کہ تمھاری مریدی حاجی صاحب قبلہ سے پکی ہے۔لیکن میں تم کو سلسلہ

چشت میں تربیت کردیتا ہوں۔ ان سے والد صاحب قبلہ کو بہت کچھ حاصل ہوا۔

حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ کے مریدوں میں جو لوگ ترک دنیا اختیار کرتے ہیں وہ احرام پہن لیتے ہیں اور انھیں بالکے کہا جاتا ہے۔ انھیں مرید کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ والد صاحب کی زندگی میں ہمیشہ ایک نہ ایک ایسے بزرگ برابر والد صاحب کے پاس گھر پر ملنے آیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر راہ سلوک کے مسافران کے پاس آتے رہتے تھے۔

ایک بار ایک جواں سال تارک الدنیا آ گئے ۔وہ قلندری سلسلہ کے تھے اور بمبئی جا رہے تھے۔ جب والد صاحب قبلہ نے ان کے سامنے کھانا رکھا تو انھوں نے اپنے رومال سے کچھ ہرے مرچے نکال کر دستر خوان پر رکھ لئے۔ کھانے کے دوران کچھ مرچے کھائے اور باقی دستر خوان پر چھوڑ کر اٹھ گئے۔ والد صاحب نے وہ مرچے اٹھا کر ان کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔ انھوں نے پوچھا کس لئے؟ والد صاحب نے کہا جس لئے یہاں لے کر آئے تھے! راہ سلوک میں نکلے ہو اور اللہ پر بھروسہ نہیں۔ جو کھانا دے سکتا ہے کیا وہ مرچ نہیں دے سکتا؟ تم تو اللہ کی راہ میں نکلے ہو کھانے اور مرچ کی راہ میں تو نہیں۔ جہاں جو کچھ مل جائے اس پر صبر اور شکر کرنا چاہیے۔ وہ بزرگ والد صاحب قبلہ کے بڑے مشکور ہوئے اور کہا کہ آپ نے مجھے تھام لیا۔ بے شک میں غلطی پر تھا۔ اللہ آپ کو اس کی جزاء خیر دے۔ اور اس کے بعد اپنی راہ پر روانہ ہو گئے۔

برادرم شیخ محمد شمیم انصاری کے مکان کے سامنے ایک قدیم عمارت بارہ دری کے نام سے تھی۔ اس میں قصبہ محمود آباد کے ایک صاحب آ کر کرایہ دار ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی، دو بیٹیاں اور دو بیٹے ریاض احمد اور جمال احمد بھی تھے۔ جو دونوں اب اپنے آبائی مکان محمود آباد میں رہتے ہیں۔ دوران قیام بڑی لڑکی پر دورہ پڑنے لگے۔ اور بعد میں اجنہ کا چکر ظاہر ہوا۔ ان صاحب نے والد صاحب قبلہ سے عرض کیا اور مدد چاہی۔ والد صاحب نے فرمایا کہ اب جس دن اجنہ کی آمد ہو تو ان سے کہیئے کہ محمد نسیم انصاری آپ سے ملنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ چنانچہ ایک روز جب لڑکی پر اجنہ کی آمد ہوئی والد صاحب قبلہ وہاں گئے۔ لڑکی نے مردانہ آواز میں اسلام علیکم کہا۔ اور پوچھا کہ

کیا آپ مجھے دفع کرنے آئے ہیں؟ آپکو معلوم ہے کہ ہمارے اور آپکے خاندان کے بیچ معاہدہ ہے کہ ایک دوسرے کہ راہ میں نہ آوینگے۔ والد صاحب قبلہ نے جواب دیا کہ مجھے معلوم ہے۔ اسی لئے میں آپ سے اجازت لیکر ملنے کے لئے آیا ہوں۔ البتہ ان لوگوں کا ہمدرد ہوں۔ اور جاننا چاہتا ہوں کہ ان لوگوں سے کیا خطا ہوئی ہے۔ جن صاحب نے جواب دیا کہ میں یہاں رہتا ہوں اور نماز پڑھتا ہوں، عبادت کرتا ہوں۔ ان لوگوں نے یہاں خالہ جی کا گھر بنالیا ہے اور ساری خرافات ہو رہی ہے۔ میں سجدہ میں تھا کہ اس لڑکی نے میری گردن پر پیر رکھ دیا۔ والد صاحب نے پوچھا کہ آگے آپ کا کیا حکم ہے؟ وہ بولے کہ یہ لوگ اگر جلد سے جلد یہ مکان چھوڑ کر چلے جائیں تو اچھے رہیں گے۔ میں ان لوگوں کی مدد بھی کر دونگا۔ ورنہ بربادی ہی بربادی ہے۔ ان کو سمجھا دیجئے۔ الغرض جن صاحب نے اس لڑکی کا پیچھا چھوڑ دیا اور وہ لوگ مکان چھوڑ کر اپنے ایک عزیز کے پاس بمبئ چلے گئے۔ وہاں غیب سے روزی کا ذریعہ بن گیا۔ لڑکی نرس بن گئی اور پھر اسے دبئی میں نوکری مل گئی۔ اور وہیں ایک ڈاکٹر سے شادی ہوگئی۔ اب میاں بیوی دونون بمبئ میں ایک نرسنگ ہوم چلاتے ہیں۔ اس طرح گھر والوں کی مفلسی بھی دور ہوگئی۔ اگر وہ لوگ والد صاحب قبلہ سے مدد نہ مانگتے تو جانے کیا حال ہوتا۔

جب بھی گاؤں میں کوئی اچانک سخت بیمار ہو جاتا تو بجائے ڈاکٹر کے پاس لیجانے کے اس کے گھر والے مریض کے لئے والد صاحب قبلہ سے پانی پھنکوانے آتے۔ آپ دو گھونٹ پانی پھونک کر دے دیتے اور اس سے شفا ہو جاتی۔ ایک روز ایک شخص آیا اور بولا کہ میاں صاحب مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میں اپنے جوار کے کھیت میں مچان پر لیٹا تھا کئی چور آ گئے۔ اور سارے بھٹے توڑنے لگے۔ میں ڈر کے مارے مچان سے نہیں اترا۔ اور نہ شور مچایا کیونکہ وہ کئی لوگ تھے۔ ہو سکتا تھا کہ مجھے پیٹ ڈالتے۔ مگر جب روشنی ہونے پر مچان سے نیچے اترا تو دیکھا کہ ایک بھی بھٹہ نہیں ٹوٹا ہے۔ اب میری کھیت میں جانے کی ہمت نہیں ہے۔ قبلہ والد صاحب نے اسی وقت ایک لوٹا پانی منگوایا کچھ پڑھ کر دم کیا اور کہا کہ کھیت کے چاروں طرف چھڑک دو۔ اب کوئی نہیں آئیگا۔ چنانچہ

ویسا ہی ہوا۔

وارثی سلسلہ کے ایک اور بزرگ حضرت انور شاہ صاحب جو ملاواں اناؤ کے رہنے والے تھے وہ برابر لاپور آیا کرتے تھے۔ کبھی ایک رات کبھی دو رات قیام کرتے تھے۔ زیادہ وقت قیام وسجود میں گذارتے۔ انکو کسی نے کبھی پیر پھیلا کر سوتے نہیں دیکھا۔ رات کو بعد عشاء صحن دروازہ پر ٹہلتے رہتے اور ذکر کرتے رہتے۔ یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ فجر کی نماز پڑھکر چاء پیتے پھر بیٹھے بیٹھے دو گھنٹہ سوتے۔ پیٹھ میں گاؤ تکیہ لگا دی جاتی تھی بس یہی ان کی آرام تھی۔ وہ کہا کرتے تھے کہ میاں تمھارے باپ کا بڑا مقام ہے۔ یہ کسی کے زخم پر تھوک دیں تو زخم اچھا ہو جائے۔ میں یہاں بلاوجہ نہیں آتا ہوں۔ حاجی صاحب قدس سرہٗ کو انکا بڑا خیال ہے۔ میں انھیں کے حکم سے آتا ہوں۔ آگے چل کر تم لوگوں کو حکومت اور سیاست میں بڑا مقام ملے گا۔ ان کا انتقال قصبہ جرول ضلع بہرائچ میں ہوا۔ اور وہیں اپنے پیر کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔ اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ چنانچہ بعد میں میرے بڑے بھائی محمد شمیم انصاری (ایم۔ایل۔اے) ہوئے اور میں ضلع جنتا پارٹی کا صدر مقرر رہا۔ اور ابھی تک سیاست میں مقتدر مقام حاصل ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ سیاست ہمارا مقام نہیں۔ ہمارا مقام خاندانی بزرگوں کی خدمت، تبرکات کی حفاظت اور انکے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ تا کہ وہ مقام حاصل کیا جاسکے جو ایک مسلمان کے لئے باعث صد افتخار اور بخشش ونجات ہے۔ گر قبول افتد زہِ عز وشرف۔ آمین

ایک بار ایک مجذوب بزرگ میرے گاؤں لاپور آئے۔ اور والد صاحب سے بیعت ہونا چاہا۔ والد صاحب قبلہ نے فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو بیعت نہیں کیا نہ ہی ایسا کرنے کی اپنے میں ہمت پاتا ہوں۔ ان مجذوب بزرگ نے فرمایا کہ کب تک چھپاتے رہو گے۔ اب وقت بہت کم رہ گیا ہے کم از کم اپنی اولاد کو تو خاندانی اور تمام خانوادوں کے تبرکات سے روشناس کرادو۔ اب وقت بہت کم رہ گیا ہے۔ یہ کہ کر وہ بزرگ چلے گئے۔ والد صاحب کئی روز تک کسی خیال میں مستغرق رہے۔

جب والد صاحب قبلہ مرض الموت میں مبتلاء ہوئے۔ اگر حقیقتاً وہ مرض تھا۔ تو جس حکیم اور جس ڈاکٹر کو دکھلایا گیا اس نے یہی کہا کہ کوئی مرض تو سمجھ میں نہیں آتا۔ بڑے بھائی محمد شمیم انصاری اس وقت (ایم۔ایل۔اے) ممبر صوبائی اسمبلی تھے۔

وہ میڈیکل کالج لکھنو سے ایک ڈاکٹر لیکر آئے جو اپنے ساتھ ایک بڑی ایمبولینس گاڑی لے کر آیا۔ جس میں ٹیسٹ کرنے کے آلات موجود تھے۔ اس نے بہت سارے ٹیسٹ کئے۔ اور مکمل میڈیکل چیک اپ کیا۔ نسخہ تو لکھ دیا لیکن الگ اکیلے میں ہم لوگوں سے پوچھا کہ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ان کو اب زیادہ زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہ گئی ہے۔ ہم لوگوں نے بتلایا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ان کو کوئی خاص بیماری نہیں ہے۔

ایک روز مجھ کو بلا کر فرمایا کہ وہ جو بندوراوالے صوفی حکیم صاحب ہیں انھیں بلالاؤ مجھے ان سے کچھ پوچھنا ہے۔ چنانچہ میں نے ان کو بلوایا۔ والد صاحب سارا دن اور پھر گیارہ بجے رات تک مسلسل ان سے گفتگو فرماتے رہے۔ میں ان کے پاس برابر موجود رہا۔ کچھ باتیں تو میں سمجھا لیکن کچھ باتیں ایسی ہوئیں جو میں سمجھ نہ سکا۔ اس گفتگو میں حضرت شمس تبریز اور مولانا رومی کا ذکر بھی ہوا تھا۔ اگلے روز دس بجے تک پھر گفتگو کرتے رہے۔ تب میں نے والد صاحب قبلہ سے کہا کہ حکیم صاحب کے جانے کا وقت ہو گیا۔ آپ نے ان سے کچھ پوچھنے کو کہا تھا سو پوچھا ہی نہیں بلکہ خود ہی مسلسل بولتے رہے۔ فرمایا کہ تم مجھ کو ٹوک دیتے۔ میں نے عرض کی کہ بھلا میں کیسے ٹوک سکتا تھا۔ اس پر حکیم صاحب نے اشارہ سے مجھے بولنے سے منع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد والد محترم سے اجازت لیکر رخصت ہوئے۔ میں سڑک تک ان کے ساتھ گیا۔ انھوں نے راستہ میں فرمایا کہ تمھارے والد کو کوئی بیماری ماسوا ضعیفی کے نہیں ہے۔ ان کو اپنی منزل اور اپنی روانگی کے وقت کا پورا پورا علم ہے۔ انکو حضرت وارث علی شاہ قدس سرہٗ نے سلسلہ آگے بڑھانے کی صاف صاف ہدایت فرمائی تھی مگر انھوں نے کسی کو مرید نہیں کیا۔ راہ سلوک میں یہ ایک بڑی غلطی تصور کی جاتی ہے۔ چنانچہ وہ سخت کلفت میں مبتلا ہیں۔ اور کسی کل چین نہیں آرہا ہے۔ اپنی اس کیفیت سے آگاہ

کرنے اور مداوا ڈھوڈھنے کے سلسلہ میں صلاح کرنے کے لئے مجھے بلایا تھا۔ میں نے عرض کیا بھلا حکیم صاحب اب میں کسی کو کیسے یہ بتاؤں کہ میرے والد ولی کامل ہیں۔ آؤ ان کے مرید ہو جاؤ۔ بھلا کون میری بات مانے گا۔ آپ نے تو ایسی بات بتلادی کہ میں اپنے سینہ میں انکی کلفت محسوس کرنے لگا ہوں۔ آپ ہی بتلائیے کہ میں اپنے والد محترم کی بیچینی کیسے دور کروں۔ کہنے لگے کام آسان ہے۔ پھر سوال کیا بھائی تم کسی کے مرید ہو؟ عرض کیا میں تو کسی کا مرید نہیں ہوں۔ بولے پھر کیا پریشانی ہے بھروسہ کرو اور انکے مرید ہو جاؤ۔ بھائی حقیقت تو یہ ہے کہ باپ ویسے بھی اپنی اولاد کے لئے پیر کے برابر رتبہ رکھتا ہے۔ ان کی ولایت میں یقین کرو اور جلد از جلد ان کا بوجھ اتار لو۔ یہی مقدر ہے۔ اللہ تمھاری مدد کرے گا۔ یہ کہکر وہ روانہ ہو گئے۔ میں وہاں سے لوٹ کر سیدھا والد صاحب کے پاس گیا۔ اور عرض کیا کہ میں ابھی تک کسی کا مرید نہیں ہوں۔ آپ کہتے تھے کہ تم اتنی میں میخ نکالتے ہو کہ تم کو کوئی پیر ہی نہ ملے گا۔ لیکن آج مجھے اپنا پیر مل گیا ہے۔ آپ مہربانی کر کے اپنا مرید کرلیں۔ اور اب دیر نہ کریں۔ میرے منھ سے اتنا سنکر والد صاحب قبلہ کے چہرہ کا رنگ بدل گیا۔ بے حساب خوش ہوئے۔ پھر ہنسے پھر رونے لگے۔ بولے میں تم کو مرید ضرور کرونگا۔ مگر آج نہیں پرسوں جمعہ کے دن۔ میں نے کہا کہ دیر نہ ہو جائے۔ کہنے لگے نہیں دیر نہ ہوگی ابھی وقت ہے۔

اس طرح جمعہ کے دن انھوں نے کہا کہ مجھے مسجد لے چلو۔ کسی نہ کسی طرح ان کو مسجد لے جایا گیا۔ اگلی صف میں بائیں طرف بیٹھ گئے۔ ان کی بائیں طرف میرا بڑا لڑکا طفیل بیٹھ گیا اور داہنے ہاتھ سے انکو سنبھالے رہا۔ اس طرح اس نے بیٹھے بیٹھے اپنا جمعہ ادا کیا۔ بعد جمعہ قبلہ والد صاحب نے مجھے وارثیہ چشتیہ سلسلہ میں مرید فرمایا۔ اسی وقت یکے بعد دیگرے کل انیس آدمی ان کے مرید ہوئے۔ بعد کو جب گھر آئے تو مجھ سے فرمایا کہ مجھے نیند آرہی ہے۔ اب جو بھی آئے تم میرا ہاتھ پکڑ کر مرید کرلینا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد قبلہ والد صاحب اس جہانِ فانی سے کوچ کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا الیہ راجعون ۔

بعد میں بندورا والے صوفی حکیم صاحب سے ملاقات ہوئی تو یہ روداد میں نے ان کو بتلائی۔ کہنے لگے میں اسی لئے تو لال پور بلایا گیا تھا۔ اور خوش خبری یہ ہے کہ تم کو اجازت بھی دے گئے ہیں۔ اللہ ان کے مراتب بلند فرمائے اور تم کو توفیق دے۔

والد صاحب قبلہ کی بڑی خواہش تھی کہ مرنے کے بعد انکو حضرت مخدوم خیر الدین دریا نثار انصاری قدس سرہٗ کے مزار مبارک کے قرب میں دفن کیا جائے۔ چنانچہ ایک بار وہ مزار مبارک کی بغل میں جا کر لیٹ گئے۔ اور کہا کہ جب تک اجازت نہیں ملے گی نہ اٹھونگا۔ آپ کو اس وقت غنودگی طاری ہو گئی۔ اور خواب میں دیکھا کہ ان کے والد شیخ محمد احمد انصاری اور چچا شاہ محمد ادریسؒ پاس پاس لیٹے ہیں۔ اور والد محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ آؤ نسیم تم یہاں میرے پاس لیٹو۔ اور اس حکم کی تعمیل میں آپ اپنے والد صاحب اور چچا کے درمیان لیٹ گئے۔ اس وقت ان کی آنکھ کھل گئی۔ غرضکہ انکو اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ پھر انھوں نے وصیت فرمائی کہ مجھ کو میرے والد اور چچا کی قبروں کے درمیان دفن کرنا۔ کیونکہ انھوں نے ہی دونوں قبریں بنوائی تھیں اس لئے انھیں معلوم تھا کہ درمیان میں ایک قبر کی جگہ ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ اوپر سے چبوترہ ایک کرا دیا گیا تھا اس لئے تم لوگ چبوترہ توڑ کر بیچ میں مجھے دفن کرنا۔ چنانچہ ان کی خواہش اور وصیت کے مطابق ہم لوگ ان کی میت لالپور سے سدھور لے گئے۔ اور اسی منتخب جگہ پر دفن کیا۔ آپ کا انتقال ۱۹ جنوری ۱۹۸۶ء کو ۹۲ سال کی عمر میں ہوا۔ اگلے روز سدھور میں مدفون ہوئے۔

قبلہ والد صاحبؒ جیسا کہ اوپر لکھ آیا ہوں چار سال کی عمر میں حضرت حافظ حاجی وارث علی شاہ قدس سرہٗ کے مرید ہوئے۔ اس کے بعد تمام عمر جو بھی ہدائتیں آپ کو اپنے پیر سے حاصل ہوئیں وہ عالم خواب میں ہوئیں۔ میرے خیال میں اس سلسلہ کے انکے تمام خواب رویاء صادقہ کی صف میں آتے ہیں۔ لیکن ہر کس و ناکس کو یہ یقین ہونا ضروری نہیں کہ ہر خواب آپ اپنی تعبیر اور کھلی ہدایت تھا۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے میں اپنے چند خواب لکھ رہا ہوں جو حرف بحرف ثابت ہوئے۔ کسی تعبیر کی حاجت نہ ہوئی۔ ایک مرتبہ میرے والد کچھ علیل تھے ان کے ساتھ والدہ صاحبہ بھی بارہ بنکی

میں تھیں۔ میں گاؤں میں لالپور میں تھا۔ میں نے خواب دیکھا کہ قبرستان میں ایک تازہ قبر کھدی ہوئی ہے۔ میں سرہانے کھڑا ہوں والدہ صاحبہ پائتی کھڑی ہیں۔ اور مجھے دیکھ کر رو رہی ہیں۔ اگلے روز ان کی میت لالپور آئی۔ صبح نو بجے ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اگر مجھے شعور ہوتا اور صبح ہی بارہ بنکی چلا جاتا تو آخری وقت میں ان کا دیدار کر سکتا تھا۔ دوسرا خواب میں نے دیکھا کہ قصبہ رسولی سے میری خالہ کے یہاں سے ایک آدمی خبر لیکر آیا کہ خالہ صاحبہ کی حالت خراب ہے۔ بول بند ہو گیا ہے، بیہوشی طاری ہے اور اب آخری وقت ہے۔ اگلے روز صبح وہاں سے آدمی بالکل اتنی ہی خبر لیکر آیا جتنی میں نے خواب میں دیکھا تھا۔ اور پھر اسی روز ان کا انتقال ہو گیا۔

تیسرا خواب میں نے یہ دیکھا کہ چاند پوری آب و تاب سے بیچ آسمان میں چمک رہا ہے۔ کہ اچانک چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک حصہ تیزی سے مشرق کی طرف چلا گیا اور دوسرا حصہ مغرب کی طرف چلا گیا۔ چاند ٹوٹنے سے جو ملبہ گرا ہم لوگ اس سے بچنے کے لئے اِدھر اُدھر بھاگے اور ملبہ سے محفوظ رہے۔ میں نے اپنی کم عقلی سے یہ محمول کیا کہ وہ جو بچپن سے معجزہ شق القمر کی بابت یقین کرتا رہا ہوں یہ اسی معجزہ کا عکس ہے۔ لیکن اگلے سال ۱۹۷۱ء میں جب پاکستان ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہوا اور مشرق اور مغرب میں آدھا آدھا سمٹ گیا تب خود بخود معلوم ہو گیا کہ خواب کی اصل تعبیر کیا تھی۔ وہ تو سیدھی سیدھی بشارت تھی آگاہی تھی اگر میرے شعور ہوتا اور اپنے چٹا گانگ میں مقیم بھائیوں کو اطلاع دے دیتا تو جو نقصانات انھوں نے وہاں اٹھائے اس سے محفوظ ہو سکتے تھے۔

مجھ جیسا خالی انسان جسے کوئی رتبہ حاصل نہیں اور گناہگار بندہ ہوں اگر رویائے صادقہ سے مشرف ہو سکتا ہے تو بھلا والد محترم جو بے شک ولی کامل تھے ان کو ہمیشہ رویائے صادقہ کیوں نہ حاصل ہوتے ہونگے۔

میرا خاندان ایسے بزرگوں کا خانوادہ ہے جو معرفت کے علاوہ علم دین اور شریعت کے بھی حامل لوگ تھے۔ اور ہر دور میں قرآن و حدیث کا درس جاری رکھتے تھے۔ اور اپنے مریدوں اور خاص شاگردوں کو راہ سلوک میں بھی کامل کر دیا کرتے تھے۔ اس سنت خاندانی کی اتباع میں قبلہ والد

صاحبؒ نے ایک مدرسہ قائم کیا اوراس کا نام بحرالعلوم رکھا۔اس کا خاص مقصد قرآن وحدیث کی تدریس تھا۔ساتھ ساتھ اردو اور فارسی بھی پڑھائی جاتی تھی۔اپنے مکان کا بیرونی حصہ والد صاحب نے مدرسہ کو دے دیا تھا تاوقتیکہ مدرسہ کی اپنی عمارت کا انتظام نہ ہوجائے۔والد صاحب تا حیات مدرسہ کے صدر رہے اوراب میرے ہی خاندان کے چشم وچراغ جناب حسین احمد انصاری مدرسہ کے منیجر ہیں۔میرے ہی خاندان کے شیخ محمد طیب انصاری مرحوم اوران کے فرزند جناب شعیب نثار انصاری کی اعانت سے مدرسہ کی اپنی عمارت ہوگئی۔اس مدرسہ کے قائم کرنے میں قبلہ والد قدسرہٗ نے بے انتہا جدوجہد کی تھی۔جب تک یہ مدرسہ قائم ہے والد صاحب کے لئے ثواب جاریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

قبلہ والد صاحبؒ کے مبارک ہاتھوں پر کثیر تعداد میں اہل ہنود نے اسلام قبول کیا اوران لوگوں کے بچے آج بھی پکے مسلمان ہیں۔اور سدھور، لاپور اور کچھ دوسری جگہوں پر رہائش پذیر ہیں۔

حج کے سلسلہ میں مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران ایک دن انکے بیٹے اختر احمد انصاری انکو لیکر جبل رحمت کی زیارت کرانے لے گئے۔پہاڑ کی اونچائی کو مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے والد صاحب کے لئے ایک جانماز پہاڑ کے دامن میں بچھادی تاکہ ولد صاحبؒ نوافل ادا کرسکیں۔باقی سب لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے۔جب سب لوگ جبل رحمت پر بنے نشان پر پہونچے تو پیچھے دیکھنے پر معلوم ہوا کہ قبلہ والد صاحب بھی ساتھ ساتھ اوپر پہونچے ہوئے ہیں۔ضعیفی اور کمزوری کے باوجود جوش ایمانی اور ولایت کی طاقت سے آپ آسانی سے اوپر پہونچ گئے۔

مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران قبلہ والد صاحب قدسرہٗ کو خواب میں حضرت رسول کریم ﷺ کے مزار مبارک کے اندرونی حصہ کی زیارت نصیب ہوئی۔انھوں نے سبز چادر مزار مبارک پر پڑی دیکھی جس پر سیاہ نشانات بنے تھے۔

دوران قیام مکہ معظّمہ ایک دن والد صاحب قبلہ صبح کے وقت کلام پاک کی تلاوت فرمارہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ ہماری والدہ محترمہ گھر کے دروازے پر کھڑی ہیں اور کہہ رہی ہیں کہ آپ اکیلے

آ گئے تھے لیجئے میں بھی آ گئی ہوں۔ والد صاحب قبلہ نے اسی وقت اپنے بیٹے اختر احمد انصاری کو آواز دی اور کہا لو تمھاری ماں بھی حج کرنے آ گئی ہیں۔ جب وہ حکم کے مطابق دروازہ کی طرف گئے تو ایسا محسوس ہوا کہ ساری جگہ خوشبو سے معطر ہے۔ یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اس سے کافی پہلے والدہ صاحبہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ غرضکہ اس سال اختر احمد انصاری نے اپنی والدہ کی طرف سے حج بدل ادا کیا۔

قبلہ والد صاحب قدس سرہٗ کی ڈائری سے ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک وظیفہ نظر سے گذرا جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

دعاء عمل چہل کاف

جب کوئی عامل کامل پوری ذمہ داری لیکر پوری ہمدردی کے ساتھ ترکیب پڑھنے کی بتلادے اور چالیس دن اپنی نگرانی میں پڑھادے تب پڑھا جا سکتا ہے۔ ورنہ خود اپنے طور پر پڑھنے کی ہمت نہ کرنا چاہئے۔ بہت سخت عمل ہے۔

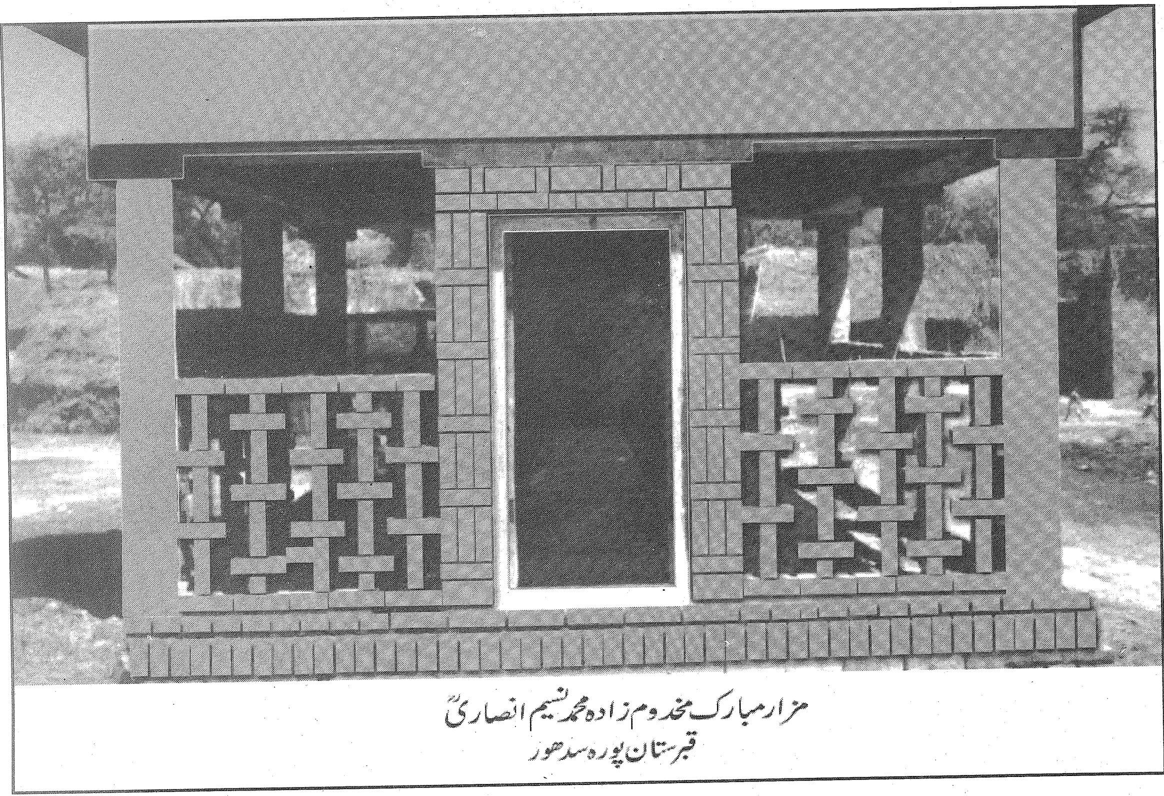
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کَفَاکَ رَبُّکَ کَمیکَفِیکَ وَ اَلِفَۃَ کِفھَا فُھَا کَلَّمِینِ کَانَ مِن کَلَّکُتکَرٌّ کَرَّ فِی کَبَدِی تُحکِی مُشکَشَلۃَ کَلھَلکِ کَلِکَ کَفَا مَابِی کَفَاکَ اَلکَافُ کُر بَتۃُ یَا کَوکَبَا کَانَ مَن یُّحکِی کَو کَبَاالفَلَکَ

شیخ محمد طیب انصاری بن شیخ فاروق احمد انصاری

شیخ محمد طیب انصاری صاحب شیخ حاجی احمد انصاری کے پڑپوتے اور شیخ نثار احمد کے پوتے تھے۔ اس طرح آپ حضرت مخدوم خیر الدین انصاری دریا نثار قدس سرہٗ کی اولاد میں تھے۔

آپکو مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے قرب میں رہنے کا بڑا شوق تھا۔ اللہ نے ان کی اس دعا کو قبول کیا



مزار مبارک مخدوم زادہ محمد نسیم انصاریؒ
قبرستان پورہ سدھور

اوران کے بیٹے شیخ شعیب نثار انصاری کی پوسٹنگ جدہ میں ہوگئی اوراس طرح آپ کوکافی عرصہ وہاں رہنے کا موقع مل گیا۔ مرحوم نہایت ملنسار خوش گفتار مہمان نواز اور ہنس مکھ آدمی تھے۔ اس لئے ان کا حلقۂ احباب بڑا وسیع تھا۔

مرحوم شوگر کے مریض تھے اس لئے کبھی کبھی اس سے انکو بہت تکلیف ہو جاتی تھی۔ آخری دنوں میں ان کو جدہ میں اسپتال میں داخل کرنا پڑا جہاں انکے مرض میں افاقہ تو نہ ہوا البتہ اور دوسرے امراض عود کر آئے۔ اس زمانہ میں میں اور شیخ جمال احمد انصاری مرحوم میرے چھوٹے بھائی جدہ ہی میں مقیم تھے اس لئے قریب قریب روز ہی ان کو دیکھنے شام کو اسپتال پہونچ جاتے تھے۔ محترم طیب انصاری صاحب کو ہمیشہ سے اپنے عزیزوں اور خسوصاً اپنے آخری ایام میں دادھیالی عزیز و اقارب سے ملنے کا بڑا شوق ہو گیا تھا۔ اس لئے مجھ کو اور جمال مرحوم کو دیکھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔

ایک روز ہم لوگ دیکھنے گئے تو وہ ہوش میں تھے کہنے لگے کل رات ٹی۔ وی پر ان لوگوں نے سدھور کی فلم دکھائی۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کے مکان کے پیچھے جو میدان تھا وہی دکھا رہے تھے۔ ہر طرف قالین بچھے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ چہل قدمی کر رہے تھے۔ پھر ان لوگوں کے نام بتانے لگے۔ اتفاق ایسا تھا کہ جو بھی نام انھوں نے بتائے ان سب لوگوں کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس سے ہم لوگوں نے اندازہ لگایا کہ شاید طیب انصاری صاحب کا آخری وقت آ گیا ہے اور ان کو فرشتہ نظر آنے لگے ہیں۔ کیونکہ ان کو سدھور اور سدھور والوں کو دیکھنے کا شوق ہے اس لئے فرشتہ انھیں کی صورت میں نظر آ رہے ہیں۔ اس بات کے چند دن بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ جسد خاکی مکہ معظمہ لے جایا گیا۔ مسجد حرام میں نماز ہوئی اور جنت المعالی میں سپرد خاک کیا گیا۔

یہاں پر ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ شیخ طیب انصاری کی نماز جنازہ چونکہ مغرب کی نماز کے بعد ہوئی تھی اس لئے عصر اور مغرب کے درمیانی وقت میں جنازہ کو حطیم میں رکھ دیا گیا تھا۔ یہ اتفاق تھا ورنہ عام طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے۔ حطیم اصل میں کعبہ کا ہی حصہ ہے اور ایک وقت میں کعبہ کی

عمارت میں شامل تھا۔ غرضکہ یہ ایک اعزاز تھا جوان کو حاصل ہوا۔ آپ جب بھی حرم شریف جاتے یا ٹی۔ وی پر حرم شریف میں کسی کی نماز جنازہ دیکھتے تو فرماتے کہ لو آ گیا کوئی خوش نصیب۔ آخرکار ان کو بھی وہیں نماز جنازہ نصیب ہوئی۔

آپ جب فروری ۱۹۸۸ء میں جدہ پہونچے اور وہاں رہائش پذیر ہوئے تو ایک کتاب میں نوٹ کیا کہ "میں نے گذارش کردی ہے اب میں واپس نہیں جاؤنگا" سات سال بعد ۱۹۹۴ء میں جب انکے بیٹے کی ملازمت واپس حکومت پاکستان نے مستعار کرنے کا اشارہ دیا تو اپنی زوجہ محترمہ سے یہی کہتے تھے کہ "یہ کیا ہورہا ہے ہم تو واپسی کے لئے نہیں آئے تھے" آخر ۱۴ جون ۱۹۹۴ء الموافق ۵ محرم ۱۴۱۶ھ کو مکہ معظّمہ میں سپرد خاک ہوئے۔ اس کے دو ماہ بعد ان کے بیٹے کا پاکستان ٹرانسفر ہو گیا۔

مخدوم زادہ شیخ جمال احمد انصاریؒ

آپ شاہ محمد نسیم انصاری قدسرہٗ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ کی پیدائش موضع لال پور ضلع بارہ بنکی، یو۔ پی (بھارت) میں ہوئی۔ آپ نے بارہ بنکی میں تعلیم حاصل کی اور جوانی میں ہجرت کرکے مشرقی پاکستان چلے گئے۔ اور ۱۹۷۱ء تک وہاں قیام کیا۔ اور مشرقی پاکستان کی پاکستان سے علیحدگی کے وقت ایک بار پھر ہجرت کرکے کراچی آ گئے۔ ۱۹۸۱ء میں بغرض ملازمت سعودی عربیہ چلے گئے اور پھر کچھ عرصہ جدہ میں قیام کے بعد مستقلاً مکہ معظّمہ میں قیام پذیر ہو گئے۔

آپ نے اپنے مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران عبادات و ریاضات کا خاص اہتمام رکھا اور کعبہ شریف میں کم ازکم ایک وقت کی نماز با جماعت کی پابندی کی۔ رمضان شریف میں افطار اور تراویح حرم شریف میں ادا کیں۔ ایک زمانہ میں مکہ معظّمہ میں ان کی نوکری ختم ہو گئی تھی۔ دوست و احباب اسرار کرتے تھے کہ جدہ میں آ جائیں جہاں نوکری کے بہتر مواقع تھے۔ اس بات پر ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ مکہ معظّمہ آ کر اب یہاں سے کہاں جانا ہے۔

آپ نے محترم جناب محمد طیب انصاری کی تدفین کے موقعہ پر جب جنت المالٰی میں قبریں دیکھیں

تو بڑی پسندیدگی کا اظہار کیا۔اور فرمایا کہ دفن ہونے کے لئے اس سے بہتر جگہ نہیں ہو سکتی۔
نوٹ: جنت المعالٰی کے قبرستان میں لمبی لمبی پکی سرنگیں بنادی گئی ہیں اور پارٹیشن دیواریں بنا کر ایک ایک قبر کے حساب سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔سرنگ اندر سے چونکہ پکی بنی ہوئی ہے اس لئے جہاں پر میت کو لٹایا جاتا ہے اس جگہ کچی مٹی پڑی رہتی ہے۔اس طرح قبر میں اتر کر چھوٹے سے کمرہ کا احساس ہوتا ہے۔چھت بھی آدمی کے قد سے اونچی ہوتی ہے۔

مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران آپ زیارت کے لئے آنے والوں کی بڑی خوش اسلوبی سے خدمت کرتے تھے اور ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ لوگ ان کے گھر پر ٹھہریں۔مہمانوں کو نمازیں ادا کرانے کے لئے گھر سے حرم شریف اپنی گاڑی پر پہونچانا اور واپس لانا بڑی پابندی سے کرتے تھے۔حج کے زمانہ میں یہ خاصی مشکل ڈیوٹی تھی لیکن آپ نے بغیر ماتھے پر شکن کے اس کو ہمیشہ بڑی جانفشانی سے انجام دیا۔اس بات کی گواہی وہ تمام حضرات دے سکتے ہیں جنھوں نے ان کے ساتھ مکہ معظّمہ میں قیام کیا ہے۔انتہا یہ ہے کہ رہنے اور کھانے کے اخراجات بھی وہ اپنی جیب سے کرتے تھے تا کہ حاجیوں کو یا عمرہ پر جانے والوں کو کوئی مالی پریشانی نہ ہو۔

۱۹۹۵ء میں ایک مختصر علالت کے بعد برین ہیمرج ہو گیا۔میں اس وقت پاکستان چھٹیوں پر آیا ہوا تھا۔خبر ملتے ہی واپس گیا۔اس وقت تک دوست احباب ان کو جدہ کے بہترین اسپتال میں داخل کرا چکے تھے۔پورا ایک ماہ مرحوم وہاں زیر علاج رہے۔معالجین آخر وقت تک ان کی طرف سے پُر امید تھے۔پورے ایک ماہ بستر پر پڑے رہنے کے باوجود نہ ان کا بدن سخت ہوا تھا نہ کوئی بیڈ سُور ہوئے تھے۔حالانکہ اس قسم کے مریضوں کو یہ سب تکالیف ہو جانا ایک معمول کی بات ہے۔

جب ڈاکٹر حضرات اپنی ساری کوششوں میں ناکام ہو گئے تو باہر آکر انھوں نے ہم لوگوں کو بتایا کہ مشینیں ہٹادی گئی ہیں لیکن ابھی سانس باقی ہے آپ لوگ جا کر دیکھ لیں۔میں جب اندر پہونچا تو اس وقت بالکل آخری سانسیں تھیں۔میرے سامنے ان کو تین ہچکیاں آئیں اور جمال مرحوم ہم لوگوں سے جدا ہو گئے۔اس وقت انکے چہرہ سے کسی تکلیف کا اظہار نہیں تھا۔بلکہ چہرہ پر نہایت

اطمینان اور سکون تھا۔ ایک ماہ کی جان لیوا بیماری کے باوجود چہرہ بالکل [illegible] تھا۔ میرے پیچھے سید حیدر قدوائی صاحب اندر تشریف لائے۔ انھوں نے جو دیکھا وہ انہیں [illegible] مجھ یوں ہے۔ ''جب ڈاکٹروں نے سب مشینیں ہٹادیں اور اعزاء کو اندر جاکر دیکھنے کی اجازت دی اور میں اندر داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص سفید توپ (لمبا کرتا) اور سفید ہی جوتیاں پہنے ہوئے لیکن نہ چہرہ نظر آرہا تھا نہ ہاتھ پیر۔ ایسا احساس ہورہا تھا جیسے دونوں ہاتھوں میں ایک سفید چاندی کی ٹرے اٹھائے ہوئے ہے۔ جس پر شیشہ کا بڑا سرپوش رکھا ہے۔ اور اس کے اندر سبز روشنی ہے۔ دو اور شخصیتیں اسی قسم کی مودب اس کے پیچھے آہستہ آہستہ قدم رکھتے ہوئے باہر جارہے ہیں۔ اس وقت میں عجلت میں تھا نکلا چلا گیا۔ لیکن جب میں جمال مرحوم کے سرہانے کھڑا تھا تو مجھ کو خیال آیا کہ یہ ملائکہ قابض ارواح تھے اور چاندی کے تشت اور شیشہ کے سرپوش کے اندر جمال مرحوم کی روح کو لیکر جارہے تھے۔ یہ بات میں نے اسی وقت نوٹ کی تھی کہ توپ اور جوتیاں نظر آتی ہیں لیکن جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آیا۔ یہ پوری بات مجھے آج بھی اسی طرح یاد ہے جیسے گویا ابھی دیکھ رہا ہوں۔'' سید حیدر قدوائی۔

مقامی قانونی ضرورتیں پوری ہونے کے بعد جسد خاکی لیکر ہم لوگ مکہ معظمہ حرم شریف گئے۔ وہاں جمال احمد انصاری کی میت کے علاوہ دو اشخاص کے جنازہ اور بھی تھے۔ نماز عشاء کے بعد امام عبدالرحمٰن السدیسی نے نماز پڑھائی۔ عام طور پر سارے مردوں کی نماز ایک ساتھ ہی پڑھادی جاتی ہے۔ نماز کے بعد ہم لوگ جنازہ اٹھانے کے لئے آگے بڑھے تو امام صاحب نے جمال مرحوم کے جنازہ کو اٹھانے سے روک دیا۔ اور ان کی نماز جنازہ الگ پڑھائی۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ امام عبدالرحمٰن السدیسی صاحب کی جمال مرحوم اپنی زندگی میں بڑی تعریف کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کی قرأت ان کو بہت پسند تھی۔ دو جنازوں کی نماز الگ پڑھانا اور ایک کی الگ یہ بالکل نئی بات تھی۔ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ یہ جمال مرحوم کی خوش قسمتی تھی کہ حرم میں ان کے پسندیدہ امام نے خاص اہتمام سے نماز جنازہ پڑھائی او۔ جنت المعلٰی کے قبرستان میں دفن ہونے

کی سعادت حاصل ہوئی۔ان کے اپنے کہنے کے بموجب دفن ہونے کے لئے اس سے اچھی جگہ نہیں ہوسکتی''۔ شیخ جمال احمد انصاری مرحوم ہمارے خاندان یعنی شیخ محمد احمد انصاری کی اولاد میں پہلے شخص تھے جن کو یہ اعزاز حاصل ہوا۔اللہ ان کے درجات میں بلندی عطا فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کی شفاعت عطا فرمائے۔

شیخ جمال احمد انصاری مرحوم کے انتقال کے دوسال بعد میں نے خواب دیکھا کہ میں اور جمال مرحوم کے بیوی بچے اور دوسرے عزیز واقارب ایک بڑے سے پھاٹک سے گذر کر جمال مرحوم کی قبر پر جاتے ہیں۔کچھ لوگ قبر کو کھول کر دیکھنا چاہتے ہیں۔تو میں منع کرتا ہوں کہ یہ مناسب نہیں ہے۔لیکن اس درمیان ہم میں سے کوئی ایک آدمی آگے بڑھ کر قبر کے تعویز کو اٹھا کر الگ رکھ دیتا ہے۔ہم لوگ دیکھتے ہیں کہ جمال مرحوم لیٹے ہوئے ہیں اور ان کی داڑھی اور سر کے بال بڑھے ہوئے ہیں۔جمال مرحوم اٹھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔اور سب سے ملنے لگتے ہیں۔میں ان سے بغلگیر ہوتا ہوں اور جذباتی ہو کر کہتا ہوں کہ ''میرے بھائی یہاں پر آرام سے تو ہو۔کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہے'' جمال مرحوم جواباً کہتے ہیں کہ میں بہت آرام سے ہوں مجھ کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔تم پریشان نہ ہو۔کچھ ساعت ہم لوگوں سے بات کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ اب تم سب لوگ جلدی سے یہاں سے چلے جاؤ اب وہ لوگ آنے والے ہیں۔وہ تم لوگوں کی یہاں موجودگی پسند نہ کریں گے۔ہم لوگوں کو پھاٹک تک پہونچا کے واپس ہو جاتے ہیں۔اس کے بعد میری آنکھ کھل جاتی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمال مرحوم ایک نہایت مخلص اور دیندار آدمی تھے۔اور ذاتی مشکلات کے باوجود ہر شخص کی مدد کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔اللہ ان کے مراتب میں بلندی عطا فرمائے اور ان کی اولاد کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

سلسلہ سجادگان

حضرت مخدوم خیرالدین انصاری دریانثار اشرفی سدھوری رحمتہ اللہ علیہ

۱۔ مخدوم شیخ علی اوبازد انصاریؒ

۲۔ مخدوم شیخ علی خواجگی انصاریؒ

۳۔ بندگی شیخ احمد انصاریؒ

۴۔ بندگی شیخ طیب انصاریؒ

۵۔ بندگی شیخ ابوالقاسم انصاریؒ

۶۔ بندگی شیخ ابوتراب انصاریؒ

۷۔ بندگی شیخ محمد ماہ شہید انصاریؒ

۸۔ بندگی شیخ مراد شہید انصاریؒ

۹۔ شاہ محمد فاخر انصاریؒ

۱۰۔ شاہ قدرت اللہ انصاریؒ

۱۱۔ شاہ احمد بخش انصاریؒ

۱۲۔ شاہ محمد بخش انصاریؒ

۱۳۔ شاہ عبدالواحد انصاری

۱۴۔ شاہ محمد حسین انصاریؒ

۱۵۔ شاہ محمد ادریس انصاریؒ

۱۶۔ شاہ محمد نسیم انصاریؒ

۱۷۔ شاہ قمر احمد انصاری

نوٹ: شاہ محمد فاخر انصاریؒ راجہ سید عبدالحییؒ سے مرید ہوئے لیکن سجادہ حضرت مخدوم خیرالدین دریا نثارؒ کے ہوئے۔ راجہ سید عبدالحییؒ کا سلسلہ دس واستوں سے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ تک پہنچتا ہے

سلسلہ سجادگی

حضرت مولوی شاہ حمایت اللہ قدسرہ

☆ حضرت سید شاہ قطب الدین محمد اشرف حیدر حسینؒ

☆ حضرت مولانا سید حافظ شاہ جمال اللہؒ

☆ حضرت مولوی شاہ حمایت اللہ انصاریؒ

☆ حضرت غوث شاہ غلام علی انصاریؒ

☆ حضرت شاہ محمد مراد بخش انصاریؒ

☆ حضرت شاہ عبدالوہاب انصاریؒ

☆ حضرت حافظ شاہ اسحٰق علی قدوائیؒ

☆ حضرت شیخ عبدالقوی قدوائیؒ

☆ حضرت شیخ وقار احمد قدوائیؒ

سلسلہ چشتیہ نظامیہ سدھوریہ

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت شیخ حسن بصریؒ

حضرت شیخ عبدالواحد بن زیدؒ

حضرت شیخ علی دینوریؒ

حضرت شیخ ابواسحٰق شامیؒ

حضرت شیخ ابواحمد ابدالؒ

حضرت شیخ ابومحمدؒ

حضرت شیخ ناصرالدین ابویوسفؒ

حضرت شیخ قطب الدین مودود چشتیؒ

حضرت شیخ حاجی شریف زندانیؒ

حضرت شیخ عثمان ہرونیؒ

خواجہ معین الدین چشتیؒ

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

بابا فریدالدین گنج شکرؒ

خواجہ نظام الدین اولیاؒ

حضرت شیخ سراج الدین عثمانؒ

حضرت شیخ علاء الدین علاء الحقؒ

حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانیؒ

حضرت مخدوم خیرالدین انصاریؒ

مخدوم خیرالدین انصاری دریا نثارؒ

مخدوم علی اوباز دانصاریؒ

مخدوم علی خواجگی انصاریؒ

بندگی شیخ احمد انصاریؒ

بندگی شیخ طیب انصاریؒ

بندگی شیخ ابوالقاسم انصاریؒ

بندگی شیخ ابوتراب انصاریؒ

بندگی شیخ محمد ماہ انصاری شہیدؒ

بندگی شیخ مراد انصاری شہیدؒ

شاہ محمد فاخر انصاریؒ

شاہ قدرت اللہ انصاریؒ

شاہ احمد بخش انصاریؒ

شاہ محمد بخش انصاریؒ

شاہ عبدالواحد انصاریؒ

شاہ محمد حسین انصاریؒ

شاہ محمد ادریس انصاریؒ

شاہ محمد نسیم انصاریؒ

شاہ قمر احمد انصاری

شجرۂ نسب

خاندان انصاریان سدھور

بارہ بنکی۔ بھارت

(محترم مشیر احمد انصاری قصبہ اچولوی کی کتاب 'احوال واقعی' سے اقتباس بسلسلہ نسب واحوالِ بزرگان)

انسان کی زندگی میں بچپن سے لیکر بڑھاپے تک بلکہ پیدائش سے موت تک نئے نئے واقعات پیش آتے ہیں۔اور اپنے کنبہ کے افراد،اعزاء اور دائرہ احباب سے متعلق نہ جانے کتنے مسائل سامنے آتے ہیں۔چشم بصیرت کے لئے ان میں ہر واقعہ اور ہر مسئلہ ایسے نتائج کا حامل ہوتا ہے جو اُس وقت خواہ اہمیت نہ رکھتا ہو لیکن بعد کو اس سے بڑے زود اثر نتائج نکلتے ہیں۔ ہر مسئلہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا ایک ایسا سبق سکھاتا ہے جو انسانی زندگی اور معاشرہ پر ایک گہری چھاپ چھوڑ جاتا ہے۔ان مسائل اور تجربات کا زخیرہ ہر اس شخص کے ذہن میں محفوظ رہتا ہے جس کا اس مسئلہ سے براہ راست یا بالواسطہ لگاؤ ہو۔سائنسی تجربات کی لیبوریٹری میں تجربات کے نتائج ہر لمحہ نوٹ کئے جاتے ہیں۔اور ان کو یکجا کر کے نئی نئی تحقیق اور معلومات پر کتابیں تصنیف ہوتی ہیں۔ جو اگلی نسل کے سائنسدانوں کے لئے مشعلِ راہ ہوتی ہیں۔لیکن افسوس کہ ہم اپنے محدود خاندانوں، اعزاء اور احباب کی زندگی کے واقعات کو دیکھتے اور متاثر تو ضرور ہوتے ہیں لیکن ان کو صرف دماغ میں جگہ دیتے ہیں۔اور اس طرح یہ زندگی کی کہانی دماغ میں جمع کئے ہوئے اس دنیا سے کوچ کر جاتے ہیں۔اور زندگی کے یہ بیش قیمت تجربات ذہنی محافظ کے ساتھ قبر میں دفن ہو جاتے ہیں۔اگر زندگی کے اہم واقعات کو سپردِ قلم کر دیا جائے تو اس زخیرہ سے اپنی آنے والی نسلوں کو مستفیض کر سکتے ہیں۔اور ان کو اُن معلومات سے واقف کرایا جا سکتا ہے جس کا اُن کو علم نہ ہو۔لہٰذا اپنے اور بزرگوں کے واقعات کے بارے میں تحریر چھوڑنا باعث معلومات ہی نہیں بلکہ ذریعہ اصلاح بھی ہو سکتا ہے۔

دوسرا پہلو انسانی زندگی کے حالات کو قلمبند کرنے کا یہ ہے کہ انسان سماج اور معاشرہ کا ایک رکن ہے اسلئے فطرۃً تنہائی پسند نہیں ہے۔اسلام نے بھی رہبانیت کی زندگی گذارنے سے منع فرمایا

ہے۔یعنی انسان اپنے بیوی بچوں اعزاء اور اقرباء اور دوست واحباب کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرنے کے لئے بنا ہے۔جس میں اپنے خالق کی عبادت اس کا سب سے پہلا فرض ہے۔اس کے بعد حصولِ علم ،تلاشِ معاش ، پرورش اطفال وغیرہ وغیرہ ایسے فرائض ہیں جن سے عہدہ براء ہونے کے لئے ہر انسان کو اپنے خاندانی ماحول ،رسم و رواج اور طرز رہائش کے بارے میں روشناس کرانا کنبہ کے سربراہ کا فرض ہے۔

انسانی معاشرہ کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ ہر شخص سن تمیز کو پہونچ کر اپنے کو پہچانے یعنی وہ یہ معلوم کرے کہ وہ کیا ہے، کس خاندان سے اس کا تعلق ہے،اس کے آباؤ اجداد کیا تھے،کون تھے اور کس طرح انھوں نے زندگی گذاری ؟اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ ماضی میں اسلاف کا کردار کیا تھا؟ اُن کا رہن سہن کیسا تھا اور کن کن کنبوں اور خاندانوں سے رشتہ داریاں تھیں اور اب اُن افراد کا اپنے خاندان سے کیا تعلق ہے؟ دیکھا گیا ہے کہ معلومات نہ ہونے اور میل جول نہ رکھنے سے اپنے قریبی عزیز غیر ہو جاتے ہیں۔اور بالکل غیر لوگ آمد و رفت اور ساتھ ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اپنے عزیزوں سے زیادہ ہو جاتے ہیں۔

حسب نسب کے بارے میں آجکل کا نظریہ پچاس سال قبل کے نظریہ سے مختلف ہے۔پہلے نسب کو حسب پر یعنی نسلی شرافت کو امارت پر ترجیح دی جاتی تھی۔آج کے ماحول میں نسلی امتیاز کے مقابلہ میں ظاہری ٹھاٹ باٹ کو اہمیت دی جاتی ہے۔پہلے کسی نئے خاندان سے رشتہ کی تحریک پر ان کے آباؤ اجداد نیز ان کی قرابتوں تک کے بارے میں چھان بین کی جاتی تھی۔لیکن آج کے دور میں صرف کھاتا پیتا ہوا گھر اور کماؤ بر کو اہم سمجھا جاتا ہے۔ایک زمانہ میں ایسا بھی تھا جب قصہ کہانی کی طرح مائیں، دادی اور نانی چھوٹے بچوں کو اسلام کے بنیادی اصول، اللہ و رسول اور مشاہیر اسلام سے روشناس کراتی تھیں۔اور اپنے خاندان کے آباؤ اجداد کے نام اور رشتہ داریاں تک یاد کرادیتی تھیں۔غیر شعوری طور پر یہ باتیں بچوں کو ایسی ذہن نشین ہو جاتی تھیں کہ ساری عمر نہیں بھولتی تھیں۔یہ پروگرام بچوں کو کھلانے پلانے کے بعد ان کو سلاتے وقت رات میں ہوا کرتا تھا۔لیکن اب اس پروگرام کی جگہ ٹی۔وی نے لے لیا ہے۔بچے خود سو گئے یا کسی ملازمہ نے سلا دیا۔ایسے

میں اسلاف کا حال کون سنائے۔ماں باپ رات گئے دیر سے بستر پر گئے اور ایسے سوئے کہ صبح کی نماز بھی گئی۔غرضکہ بچے کورے کے کورے رہ گئے۔اس مادّی دور میں اکثر بچوں کو اپنے دادا، دادی، نانا، نانی تک کے نام معلوم نہیں ہوتے۔اسلاف کے نام کون جانے۔اور کون بتائے۔نسبی اہمیت بجائے خود ایک بڑا اہم مسئلہ ہے۔اس کی موافقت اور مخالفت دونوں موضوع پر بہت کچھ لکھا اور کہا جا چکا ہے۔اور اب بھی اس میدان میں تحریر وتقریر کی بڑی گنجائش ہے۔

حکم قرآنی اور اقوال نبوی ﷺ سے یہ بات واضح ہے کہ اعلیٰ نسبی پر فخر وغرور اور دوسرے کے نسب پر طعنہ زنی اللہ اور رسول ﷺ کی ناپسندیدگی کا باعث ہے۔کسی انسان کو کسی انسان پر فوقیت نہیں۔ہر فرد کا انفرادی کردار، علم دین سے واقفیت اور زہد وتقویٰ ایک شخص کو دوسرے پر فوقیت عطا کرتا ہے۔نسبی تعلق اور آباؤ اجداد کی بزرگی وشرافت اگر کسی فرد میں نہیں ہے تو وہ محض اسلاف کے نام پر فوقیت کا اہل نہیں۔

اس سلسلہ میں محترم محی الدین عرف غوثو میاں نے اپنی کتاب شجرۂ نسب حضرت مخدوم آ بکش دریابادی میں نسب نامہ لکھنے اور اسلاف کا ذکر کرنے کے جواز میں مندرجہ ذیل حدیث نقل کی ہے:۔

"اپنی پشتوں کا حال معلوم کرو جس سے قرابتیں قائم ہوتی ہیں۔کیونکہ قرابتوں سے ہی رشتہ داروں میں (صلہ رحمی) محبت قائم ہوتی ہے"

واضح ہو کہ یہ حدیث حکم دیتی ہے کہ اپنے نسب معلوم کرو۔لہٰذا اس سلسلہ میں اس کتاب میں جو کاوش نسب اور قرابتیں معلوم کرنے اور ان کو اگلی نسلوں تک پہونچانے کی کی گئی ہے وہ اس غرض سے ہے کہ آنے والی اور موجودہ نسلیں خود اپنے کو پہچانیں اور اپنے نسب اور اسلاف کی خصوصیات سے روشناس ہو کر اچھے راستہ پر چلیں اور اپنے نسلی امتیاز کو اور بھی سر بلند کریں۔اسلاف کی قربانیوں، ایثار اور بھائی چارہ (صلہ رحمی) کی زندگی کو اپنے لئے مشعلِ راہ بنائیں۔

مشیر احمد انصاری

قصبہ اچولی۔مقیم لکھنو۔بھارت

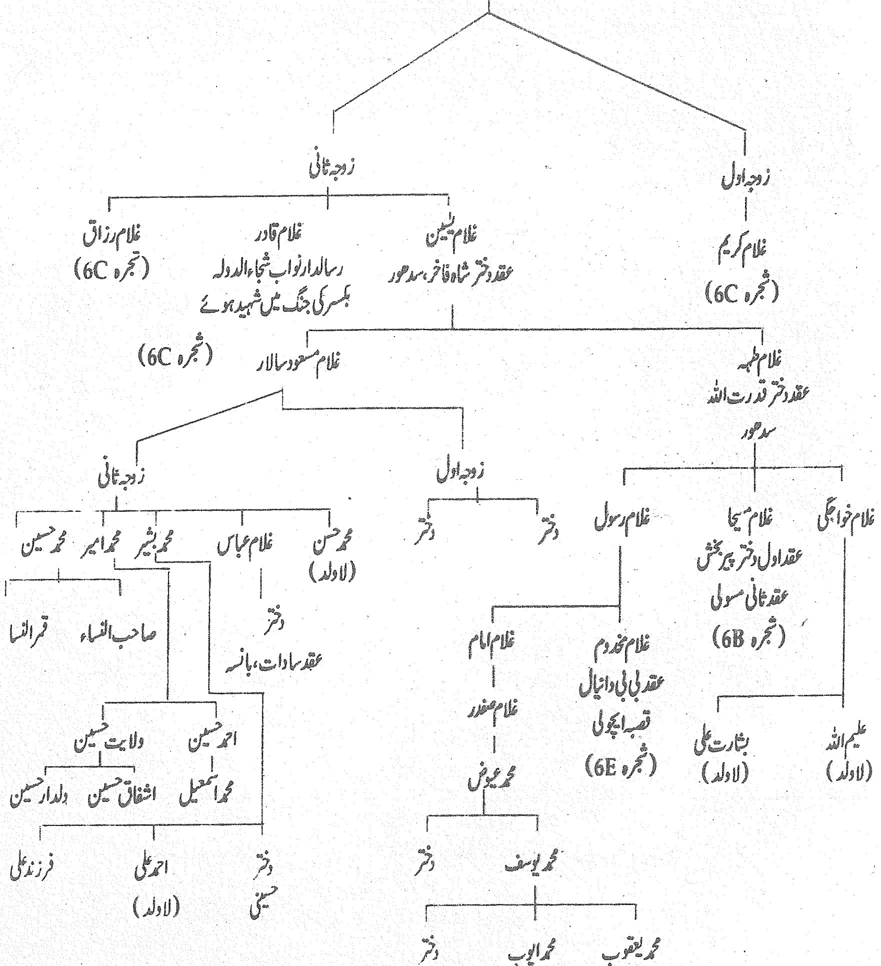
(شجرہ 6)

FROM 4

شجرہ شیخ محب اللہ بن مخدوم خواجگی

بندگی شیخ محب اللہ

- محمد عماد از زوجہ اول دختر قاضی فضل اللہ سرسنڈہ
  - یہ سرسنڈہ ہی میں رہائش پذیر ہوگئے اولادیں وہیں موجود ہیں۔ اس میں کچھ بعد میں رسولی میں رہائش پذیر ہوگئیں۔ شیخ کامل انصاری ان کی اولاد سے ہیں۔
- محمد عاشق
  - محمد غنی
    - عبدالصمد (لاولد) (شجرہ 6A)
    - عبدالغفور، ساکن نگرام
      - زوجہ اولی لوئی دختر شیخ طیب
        - محب اللہ خطیب، عقد دختر ابوالقاسم بن شیخ طیب
          - خیرالدین، عقد دختر عبداللطیف
            - ثناء اللہ
              - زوجہ اول دختر آدم غوری
                - دختر حاجرہ
                - ضیاء اللہ عرف مداری
                  - زوجہ ثانی موضع مکریہ
                    - غلام نبی
                      - مان بی بی
                        - دختر
                        - دختر
                          - دختر
                          - خیرات علی
                            - صمصام علی
                              - پسر
                          - دختر
                        - دختر
                  - زوجہ اول جوجی دختر بنت محمد ماہ
                    - دختر ذاکرہ، عقد حصر الدین احمد
                      - محمد علیم (لاولد)
                      - محمد قائم جیبی
                      - دختر حشمت (عقد علی شاہ)
                        - سلامت علی
                          - دختر، حنیفہ (لاولد)
                          - دختر، منیفہ (لاولد)
                          - غلام مرتضیٰ، زوجہ بیرونی
                            - دختر (عقد منصور علی بجنور)
                              - دختر، عقد محمود علی جکور
                              - محمد عباس
                    - دختر بتول (لاولد)
              - زوجہ ثانی دختر عبداللطیف متولی
                - شاہ علی عقد ثریہ
      - زوجہ ثانی نعمت دختر عبدالرسول بن شیخ المشائخ
        - عطاء اللہ
          - دختر، شادی نگرام میں ہوئی
            - سید رحمت اللہ
            - سید مداری
            - اولادیں نگرام میں
          - دختر، عقد شیخ آدم
        - امان اللہ
          - محمد قاسم
            - دختر (عقد بدوسرائے)
              - دختر
                - عصمت اللہ جائسی
                  - غلام حیدر
            - دختر (عقد بدوسرائے)
              - دختر
                - بدر عالم
                  - اولاد کہاں ہے پتا نہیں
        - عبداللہ
          - عبدالرشید (لاولد)
          - عبدالرحیم
            - دختر، قاضی اکرام الدین
              - اللہ دتی
              - علیم الدین
              - عاشق
              - باقی
              - نصیرالدین
              - ان کی اولادیں سرسنڈہ وغیرہ میں ہیں
        - حبیب اللہ
          - دختر، عقد شیخ آدم
          - پسر (لاولد)
        - دختر، عقد ابوتراب سدھور (شجرہ 8)
- غلام مرتضیٰ
  - دختر، عقد ساتھ عبدالرحمٰن پسر بندگی شیخ المشائخ
- محمد معشوق (لاولد)


بندگی شیخ مجیب اللہ
بندگی محمد عماد الدین (سرسنڈہ میں رہائش پزیر ہوئے
عبدالواحد
محمد کامل انصاری (رسولی ننہال میں رہائش پزیر ہوئے)
زوجہ ثانی
زوجہ اول
غلام رزاق
(تجرہ 6C)
غلام قادر
رسالدار نواب شجاع الدولہ
بکسر کی جنگ میں شہید ہوئے
غلام یٰسین
عقد دختر شاہ فاخر، سدھور
غلام کریم
(شجرہ 6C)
(شجرہ 6C)
غلام مسعود سالار
غلام طٰہٰ
عقد دختر قدرت اللہ
سدھور
زوجہ ثانی
زوجہ اول
محمد حسین
محمد امیر
محمد بشیر
غلام عباس
محمد حسن
(لاولد)
دختر
دختر
غلام رسول
غلام مسیحا
عقد اول دختر پیر بخش
عقد ثانی رسولی
(شجرہ 6B)
غلام خواجگی
قمرالنسا
صاحب النساء
دختر
عقد سادات، بانسہ
غلام امام
غلام مخدوم
عقد بی بی دانیال
قصبہ اپچولی
(شجرہ 6E)
غلام صفدر
ولایت حسین
احمد حسین
بشارت علی
(لاولد)
علیم اللہ
(لاولد)
ولدار حسین
اشفاق حسین
محمد اسمٰعیل
محمد عوض
فرزند علی
احمد علی
(لاولد)
دختر
حسینی
دختر
محمد یوسف
دختر
محمد ایوب
محمد یعقوب

شجرہ نمبر 6B
Form 8 or 8C

شجرہ دختر شاہ فاخر مسماۃ ادجیانی

(عقد غلام یٰسین بن محمد کامل رسولی)

غلام طہٰ انصاری
(عقد دختر قدرت اللہ سدھور)

غلام مسعود سالار انصاری
(شجرہ 6 A)

غلام خواجگی انصاری
(شجرہ 6 A)

غلام مسیحا انصاری
(زوجہ اول دختر پیر بخش رسولی)
(زوجہ ثانی دختر غلام قادر رسولی)

غلام رسول انصاری

شمس النسا
عقد ساجد علی جگور

چھدن
عقد مراد علی

غلام احمد انصاری
عقد دختر مدار بخش گدریا
A

غلام نبی انصاری
عقد دختر سعید الدین سترکھ
B

پیار علی انصاری
عقد دختر غنی احمد
C

دختر
عقد محمد بخش سدھور
(شجرہ 8)

مختار النساء قدوائی
عقد غضنفر علی جگور ، (پسر غلام امام قدوائی)

تہور علی قدوائی
(لاولد)

محسن علی قدوائی
عقد دختر تجمل حسین اولاد قاضی اکرام الدین جگور

عاشق علی قدوائی
عقد محلہ دوگاؤں لکھنو خاندان شیخ زادگان

اکرم علی قدوائی
عقد دختر محفوظ علی ، دوگاؤں لکھنو

احسن علی قدوائی
محبوب محسن
عقد دختر مومن علی
جاوید محسن

جعفر محسن
عقد خیر آباد
اقتدار احسن
شمسہ ، عقد محمد سلیم برادر کیپٹن حلیم صدیقی ، کراچی
پسر
دختر ارم

طاہر علی قدوائی
(لاولد)

مومن علی قدوائی

سید علی قدوائی
(عقد ہمشیرہ مبشر حسین گدیہ)
عولیس قدوائی

طارق علی (لاولد)
نزہت
ندرت
نگہت
خالد محسن

تمیزن

دختر
عقد چودھری خاقان حسین سیحہ
رضوان حسین
زیبا
صبیحہ

واثق علی
عقد دختر غلام احمد رسولی
افتخار

دختر
عقد سیحہ

دختر
عقد منظور محمود
(شجرہ 10A-E)

رضی النساء
عقد اظہر علی سترکھ
(شجرہ 10A-D)

مشرف علی قدوائی

دختر
عقد حسن الرحمٰن
پسر نثار الرحمٰن بڑاگاؤں
خلیق الرحمٰن

دختر

A- غلام احمد انصاری ، عقد دختر مدار بخش

غلام عظیم

غلام نعیم
(لاولد)

غلام مبین
عقد دریاباد
اولاد شاہ عبد الرزاق

دختر
عقد خورشید احمد

سمیع النساء
عقد فاروق احمد
سدھور

نسیم النساء
عقد اشفاق الرحمٰن
بڑاگاؤں

وسیم النساء
عقد فضل الرحمٰن
بڑاگاؤں

بصیرہ خاتون
عقد غلام متین رسولی

محمد طیب
عقد امینہ خاتون ، بڑاگاؤں

غلام متین
انیس النساء
شفیع النساء
غلام حفیظ

احمد قدیر
احمد کلیم
احمد نجیب ، (عقد سیما نسیم دختر محمد شمیم انصاری ، سدھور)

دختر
ممتاز احمد

B- غلام نبی انصاری

دختر ، عقد امداد علی رسولی

غلام ہاشم

سلیم النساء
محمد طاہر
عقد دختر شیخ معشوق علی جگور
حلیم النساء
عقد ریاست علی رسولی

دختر ، (عقد جمال احمد سیحہ)
عبد القدوس
دختر

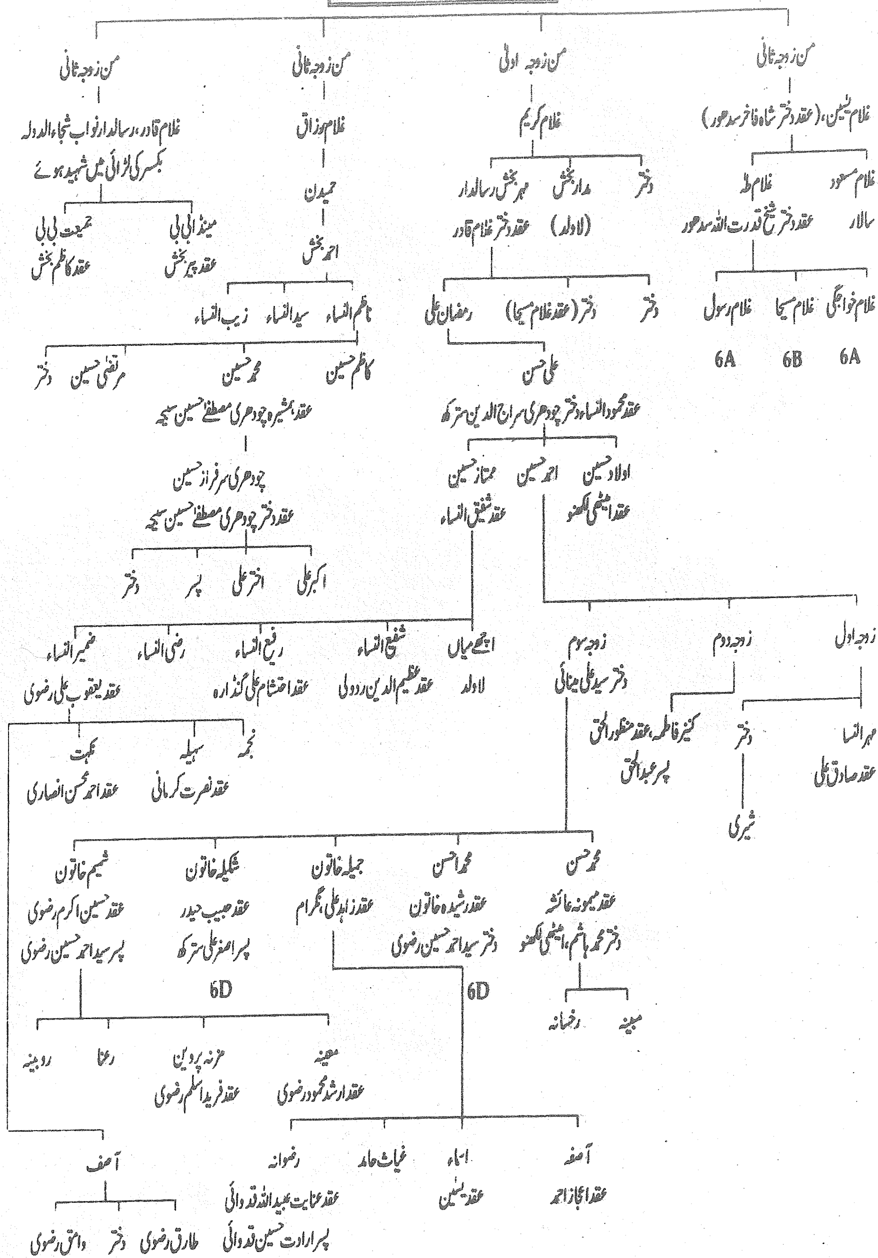
C- پیار علی انصاری

دختر
عقد غلام ہاشم

امداد علی
عقد دختر غلام نبی لاولد
عقد ثانی بیرونی
بشیر علی

دختر
ارشد علی
پسر
پسر

شجرہ شیخ محمد کامل انصاری رسولی



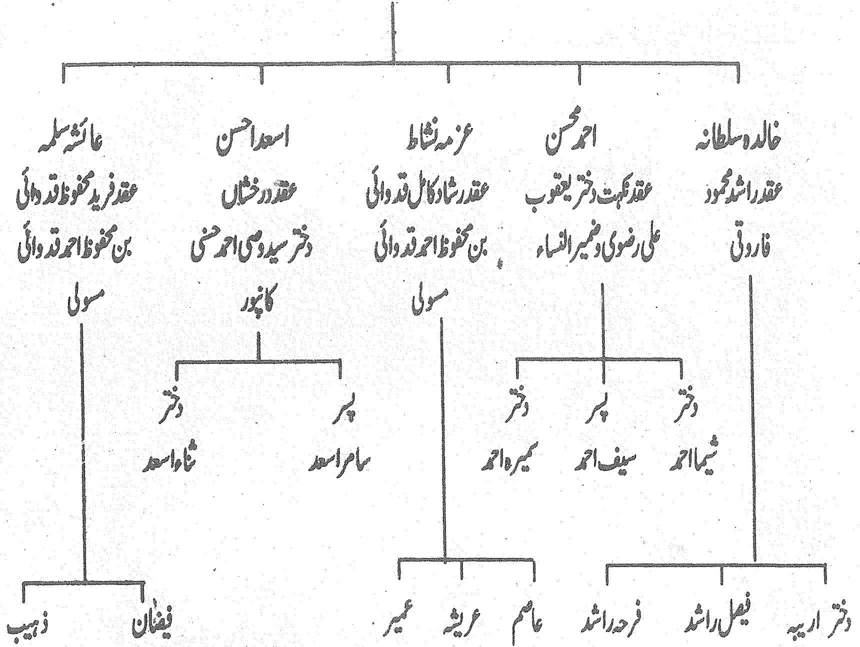
شجرہ نمبر 6D

محمد احسن انصاری

عقد رشیدہ خاتون

دختر سید احمد حسین رضوی

FROM- 6C

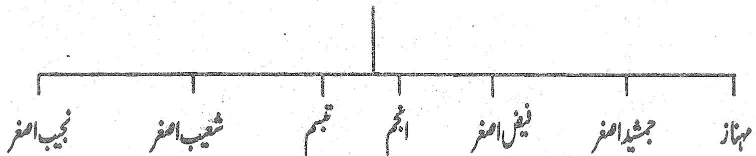


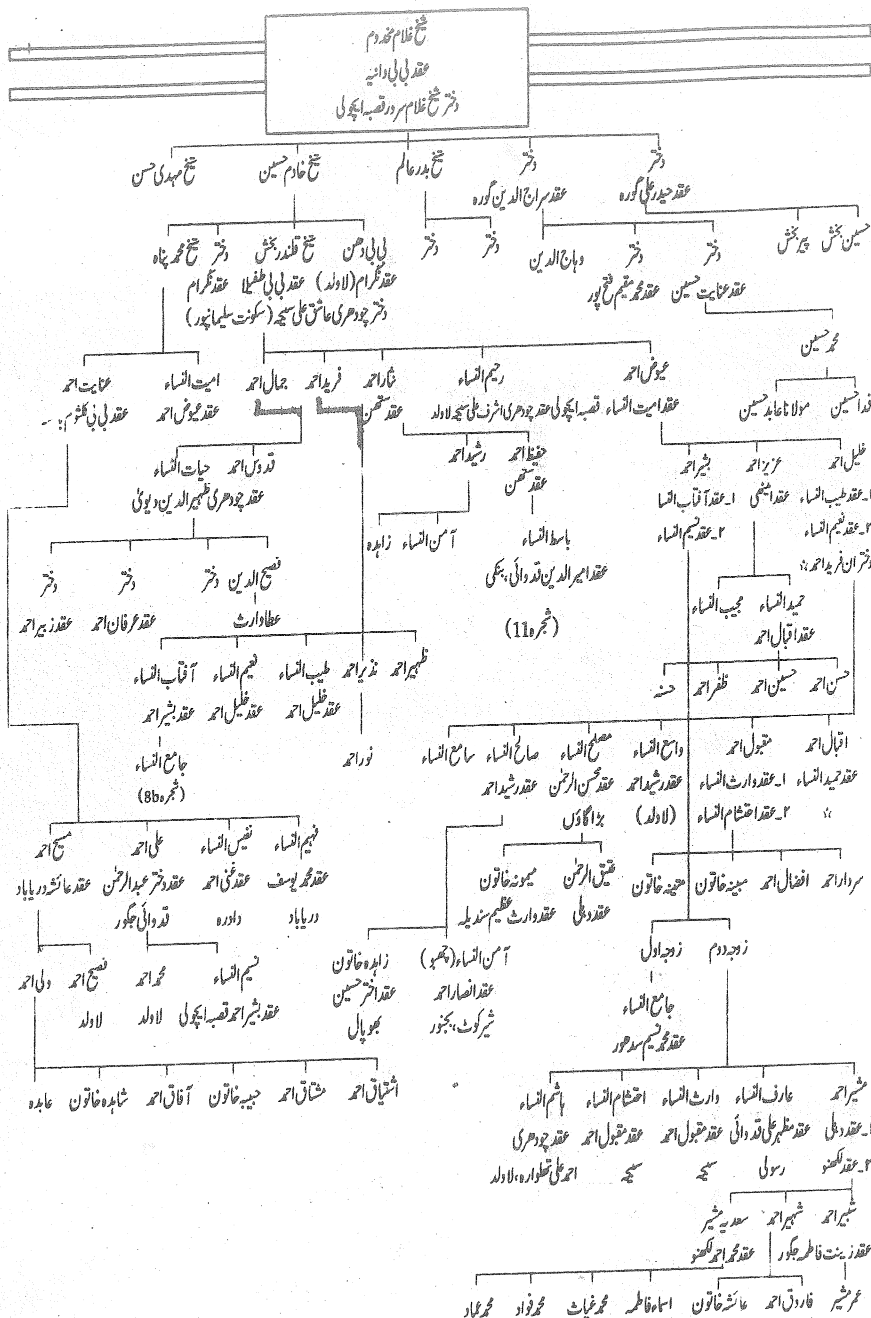
شکیلہ خاتون

FROM 6C

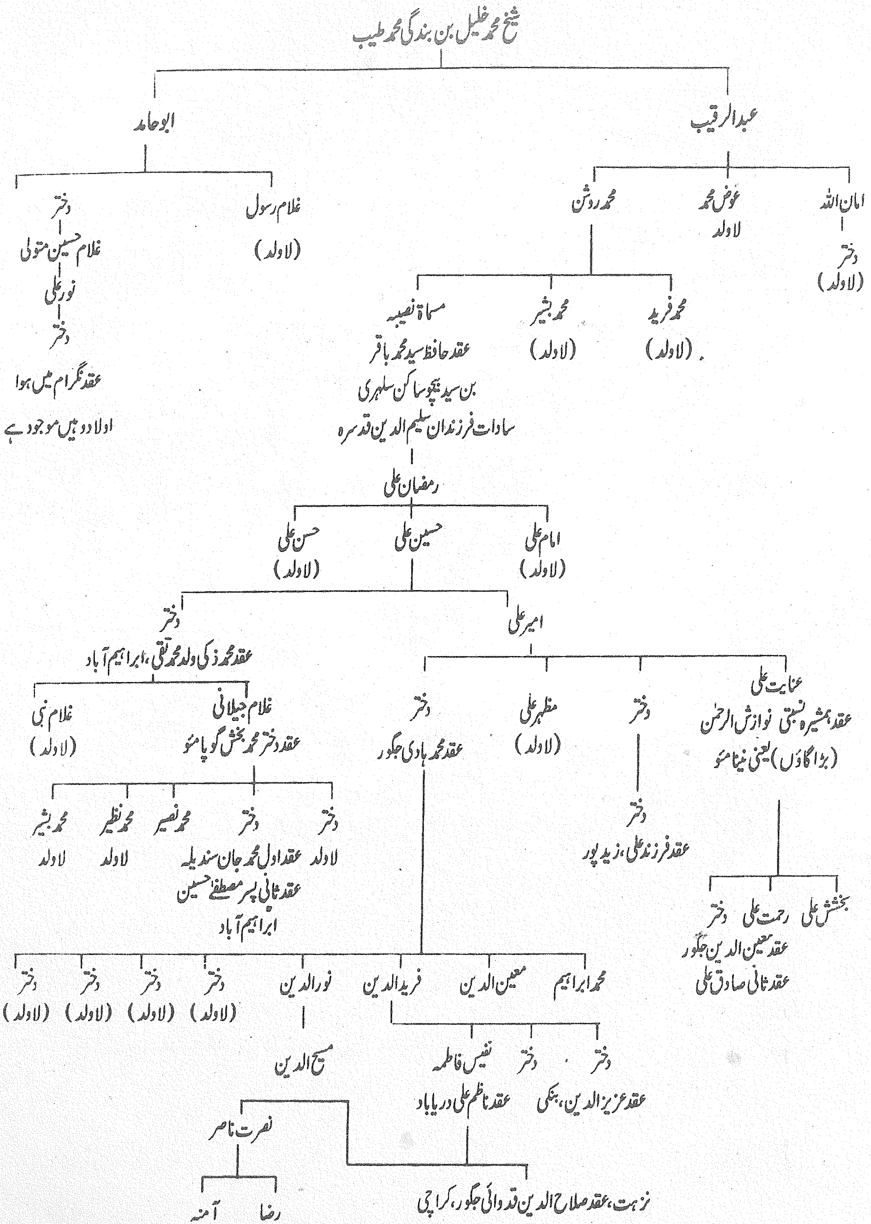
عقد حبیب حیدر

بن اصغر علی سترکھ

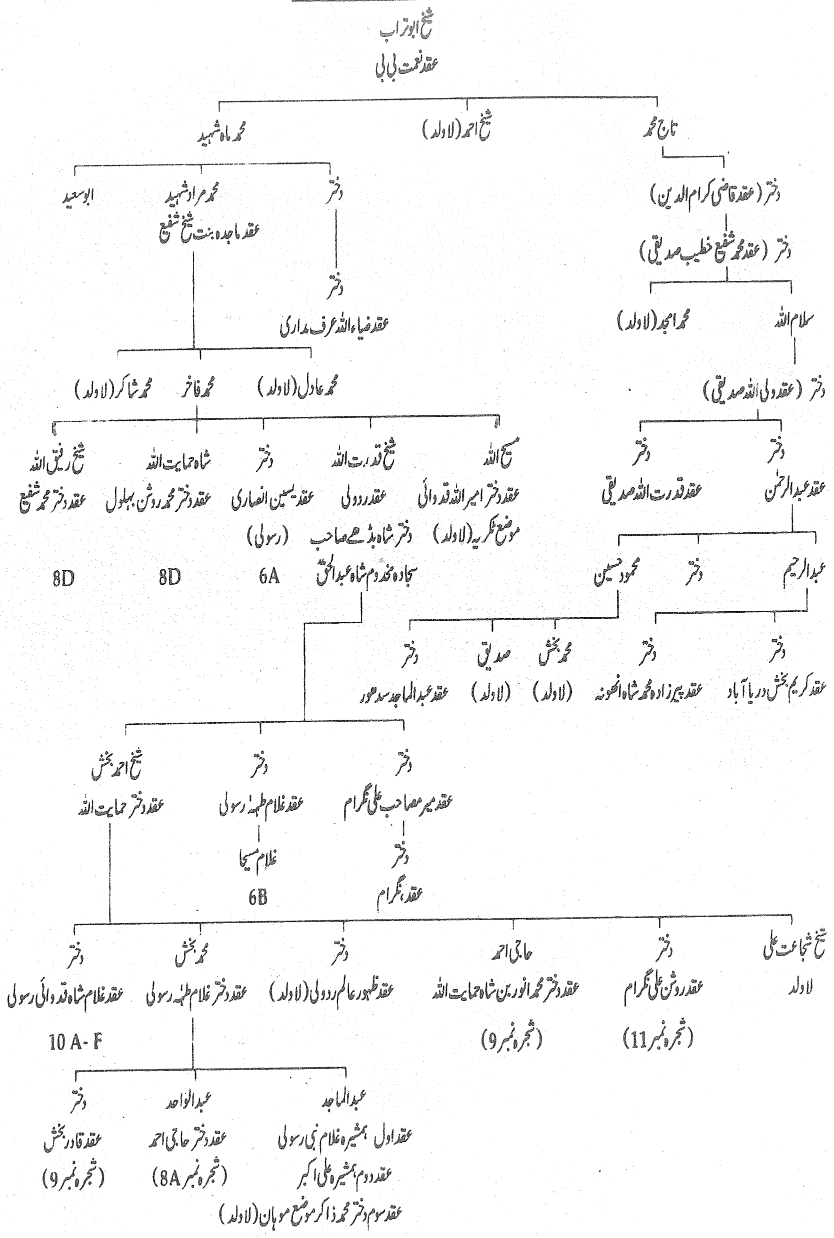



شیخ غلام مخدوم
عقد بی بی دانیہ
دختر شیخ غلام سرور قصبہ ایچولی
شیخ مہدی حسن
شیخ خادم حسین
شیخ بدر عالم
دختر عقد سراج الدین گورہ
دختر عقد حیدر علی گورہ
حسین بخش
پیر بخش
دختر عقد عنایت حسین
دختر عقد محمد مقیم فتح پور
وہاج الدین
محمد حسین
فدا حسین
مولانا عابد حسین
بی بی دلھن عقد نگرام (لاولد)
شیخ قلندر بخش عقد بی بی طفیلا
دختر
شیخ محمد پناہ عقد نگرام
دختر چودھری عاشق علی سیجہ (سکونت سلیمانپور)
عوض احمد عقد امیت النساء قصبہ ایچولی
رحیم النساء عقد چودھری اشرف علی سیجہ لاولد
نثار احمد عقد شمن
فرید احمد
جمال احمد
امیت النساء عقد عوض احمد
عنایت احمد عقد بی بی کلثوم
خلیل احمد ۱۔عقد طیب النساء ۲۔عقد نعیم النساء
عزیز احمد عقد امیٹھی
بشیر احمد ۱۔عقد آفتاب النساء ۲۔عقد نسیم النساء
دختران فرید احمد
حفیظ احمد عقد شمن
رشید احمد
قدوس احمد
حیات النساء عقد چودھری ظہیر الدین دیوئی
آمن النساء
زاہدہ
باسط النساء عقد امیر الدین قدوائی، بنکی
(شجرہ 11a)
حمید النساء عقد اقبال احمد
مجیب النساء
فصیح الدین عقد عطا وارث
دختر عقد عرفان احمد
دختر عقد زبیر احمد
دختر
حسن احمد
حسین احمد
ظفر احمد
حسنہ
ظہیر احمد
نذیر احمد
طیب النساء عقد خلیل احمد
نعیم النساء عقد خلیل احمد
آفتاب النساء عقد بشیر احمد
جامع النساء (شجرہ 8b)
نور احمد
اقبال احمد عقد حمید النساء
مقبول احمد ۱۔عقد وارث النساء ۲۔عقد احتشام النساء
واسع النساء عقد رشید احمد (لاولد)
مصلح النساء عقد محسن الرحمن بڑا گاؤں
صالح النساء عقد رشید احمد
سامع النساء
فہیم النساء عقد محمد یوسف دریاباد
نفیس النساء عقد غنی احمد دادرہ
علی احمد عقد دختر عبدالرحمن قدوائی جگور
مسیح احمد عقد عائشہ دریاباد
عتیق الرحمن عقد دہلی
میمونہ خاتون عقد وارث عظیم سندیلہ
سردار احمد
افضال احمد
سبینہ خاتون
حسینہ خاتون
زوجہ اول
زوجہ دوم
نسیم النساء عقد بشیر احمد قصبہ ایچولی
محمد احمد لاولد
فصیح احمد لاولد
ولی احمد
آمن النساء (چھبو) عقد انصار احمد شیرکوٹ، بجنور
زاہدہ خاتون عقد اختر حسین بھوپال
جامع النساء عقد محمد نسیم سدھور
اشتیاق احمد
مشتاق احمد
حبیبہ خاتون
آفاق احمد
شاہدہ خاتون
عابدہ
مشیر احمد ۱۔عقد دہلی ۲۔عقد لکھنو
عارف النساء عقد مظہر علی قدوائی رسولی
وارث النساء عقد مقبول احمد سیجہ
احتشام النساء عقد مقبول احمد سیجہ
ہاشم النساء عقد چودھری احمد علی تھلوارہ، لاولد
شبیر احمد عقد زینت فاطمہ جگور
شہیر احمد
سعدیہ مشیر عقد محمد احمد لکھنو
عمر مشیر
فاروق احمد
عائشہ خاتون
اسماء فاطمہ
محمد غیاث
محمد فواد
محمد عماد

شجرہ شیخ محمد خلیل بن بندگی محمد طیب



شجرہ شیخ ابوتراب بن شیخ ابوالقاسم



شجرہ شیخ عبدالواحد انصاری سدھوری

عبدالواحد

شاہ عبدالوہاب
عقد دختر شاہ مراد

شاہ محمد حسین
عقد دختر روشن علی نگرام

کنیز فاطمہ
عقد اشتیاق علی قدوائی جگور

حافظ محمد اسحق
عقد عزیز فاطمہ دختر اشفاق علی قدوائی، جگور

عبدالقوی قدوائی
عقد اعجاز فاطمہ دختر محمد نسیم، سدھور

تنویر فاطمہ
عقد محمد شمیم انصاری

مدحت فاطمہ
عقد راشد علی رضوی امیٹھی

زینت فاطمہ
عقد شبیر احمد قصبہ اچولی (8A)

وقار احمد
عقد دختر جمیل احمد، سدھور

محمد ادریس
عقد دختر چودھری
طالب علی کرسی (لاولد)

دختر
(لاولد)

دختر
عقد محی الدین پسر سعید الدین
قصبہ اچولی،
یہ لوگ بھوپال سے کراچی میں بس گئے (شجرہ 8E)

محمد احمد
عقد محفوظ النساء
دختر منشی عنایت اللہ فاروقی
میلارانگنج

مجید النساء
زوجہ اول نیاز احمد سدھور
(لاولد)

ولایت النساء
زوجہ ثانی نیاز احمد
(شجرہ 9)

محمد نفیس
عقد ستار النساء
دختر سید شکور احمد

محمد لطیف
(لاولد)

محمد نسیم
عقد جامع النساء
دختر چودھری بشیر احمد قصبہ اچولی

دختر
نفیس النساء
(لاولد)

دختر
نسیم النساء
لاولد

محمد وسیم
محمد حلیم
محمد شمیم
آفتاب احمد
قمر احمد

اعجاز فاطمہ
اظہار فاطمہ
اختر احمد
جمال احمد
(شجرہ 8B)

محمد ظہیر
عقد جلیس فاطمہ دختر نوشاد علی

محمد خلیل
عقد گونڈہ
کنیز فاطمہ

لئیق النساء
عقد محمد زبیر
فیض آباد

شعیبہ
جنید

انجم
شکیل
عادل
ناہید
راحیلہ
رفعت

شمع
طلعت
فردوس
عطرت فاطمہ
محمد خیر الدین
(شجرہ 8C)

شجرہ نمبر 8B

From 8 A

شجرہ شیخ محمد نسیم انصاری سدھوری

شجرہ نمبر 8F

عقد جامع النساء دختر بشیر احمد انصاری قصبہ اچولی

- محمد وسیم — عقد ہاشمی خاتون دختر ماجد حسین انصاری — نینامئو (8F)
- محمد حلیم — عقد رضیہ خاتون دختر ماجد حسین انصاری — نینامئو (8F)
- محمد فہیم — عقد تنویر فاطمہ دختر حافظ الحق جگور
  - دختر سیما نسیم عقد محمد نجیب رسولی
  - محمد فرحان
  - محمد ریحان
  - دختر ثمینہ نسیم
- آفتاب احمد — عقد فاطمہ دختر معین الرحمٰن — بڑاگاؤں
  - شمس نسیم — عقد اسماء یمیں دختر محمد علی رضوی لکھنو
    - محمد ہادی
    - محمد حمزہ
    - محمد ذین
  - غزالہ نسیم — عقد مسعود الرحمٰن قدوائی بڑاگاؤں
    - فرقان الرحمٰن
    - حراء بتول
  - درخشاں نسیم — جنیبہ
  - خاور نسیم — عقد صدف فاطمہ، دختر اختر احمد انصاری
- قمر احمد — عقد بصیر النسا دختر انوار الحق — میلارانیگنج ☆
- اعجاز فاطمہ — عقد عبدالقوی جگور ☆☆
- اظہار فاطمہ — عقد حیدر قدوائی بنکی ☆☆☆
- اختر احمد — عقد رشیدہ دختر امیر الدین — بنکی
- جمال احمد — عقد عصمت فاطمہ دختر نظام الدین — بڑاگاؤں

☆ قمر احمد

- طفیل احمد — عقد خاندان غیر شمس النساء
  - کامران احمد
  - ارسلان احمد
  - حسان احمد
- ہذیل احمد — عقد نصرت جمال قدوائی دختر جمال قدوائی
  - ابدال احمد
  - صفیہ فاطمہ
  - نہال احمد
- تبسم فاطمہ — عقد فیض احمد لالپور
- انجم فاطمہ — عقد عمران الدین علوی بڑاگاؤں
  - محمد عدنان
  - طوبہ

☆☆ اعجاز فاطمہ

- وقار احمد قدوائی — عقد صبیحہ دختر جمیل احمد انصاری سدھور
  - سنبل فاطمہ — عقد معین احمد قدوائی رسولی
    - دختر
    - دختر
  - ذرین فاطمہ
    - دختر
  - مہرین فاطمہ
- زینت فاطمہ قدوائی — شبیر احمد قصبہ اچولی
  - عمر شبیر

☆☆☆ اظہار فاطمہ

- حسن حیدر قدوائی — عقد عنبرین دختر محمود الحسن ہاشمی، کراچی
  - ہادیہ
  - حماد
- حسین حیدر قدوائی — عقد عائشہ (غیر خاندان) کراچی
  - محمد علی
  - امین مصطفےٰ
- زینب حمیرہ — عقد خالد رئیس صدیقی (بجنور نگینہ) کراچی
  - سارہ
  - حبیبہ
  - سدرۃ

(شجرہ 8C)

From 8B

اختر احمد انصاری
عقد رشیدہ افضل فاطمہ
دختر امیر الدین قدوائی

سہیل نسیم انصاری
عقد عائشہ دختر خالد قدوائی
بنکی (کراچی)

ایشاع افضل فاطمہ مصطفےٰ انیق

فرخ نسیم انصاری
عقد صدیقہ دختر انور قدوائی
لاہور

مدثر مصطفےٰ حسین مصطفےٰ

صدف نسیم فاطمہ
عقد خاور نسیم انصاری
پسر آفتاب احمد انصاری

جمال احمد انصاری
عقد عصمت فاطمہ دختر نظام الدین قدوائی، بڑا گاؤں

کمال احمد ہلال احمد خدیجہ عروج
عقد فیصل

From 8A

لئیق النساء
عقد زبیر عالم فیض آباد

شعیبہ
عقد محمد اختر لکھنو

سہیلہ اسامہ

جنید

محمد ظہیر انصاری
عقد جلیس فاطمہ نظام پور

محمد خیر الدین
عقد شہناز کھولی

حسنہ عروس حارث نداء ہمایوں بلال

عطرت فاطمہ
عقد نجم الحق، میلارانگنج

رخشی
عقد ارشد علی

فہد مریم عنبرین

صفیہ
عقد عامر بنکی

محمد فاتح محمد اسمٰعیل محمد ابراہیم محمد سلیمان

ام حبیبہ
عقد فرحان لکھنو

واصف

خالد خولہ صدیقہ اسامہ

فردوس فاطمہ
عقد محمد شاہد قدوائی

منصور محمد رزاق ام کلثوم

عشرت فاطمہ
عقد اشہد علی پانی گاؤں

ندرت فاطمہ
عقد غضنفر حسین، شاہجہاں پور

محمد خلیل انصاری
عقد کنیز فاطمہ گونڈہ

انجم
عقد انجم سلطانہ

ستارہ النساء محمد انس

شکیل
عقد اسماء سلطانہ

انعم احمد وردہ احمد

عادل

ناہید
عقد عبدالستار درانی

طارق خالد واصف

راحیلہ
عقد اظہر ملک

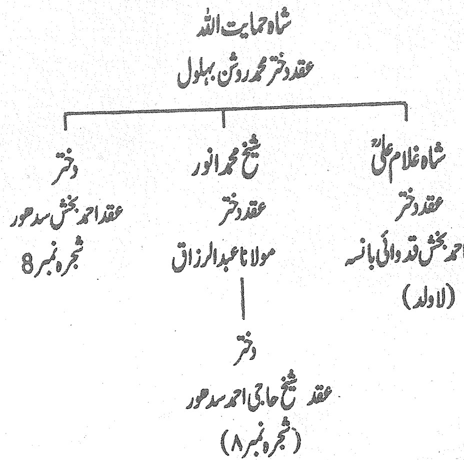
دانش حناء طوبیٰ

رفعت
عقد مسعود صدیقی

حافظ مسعود جویریہ

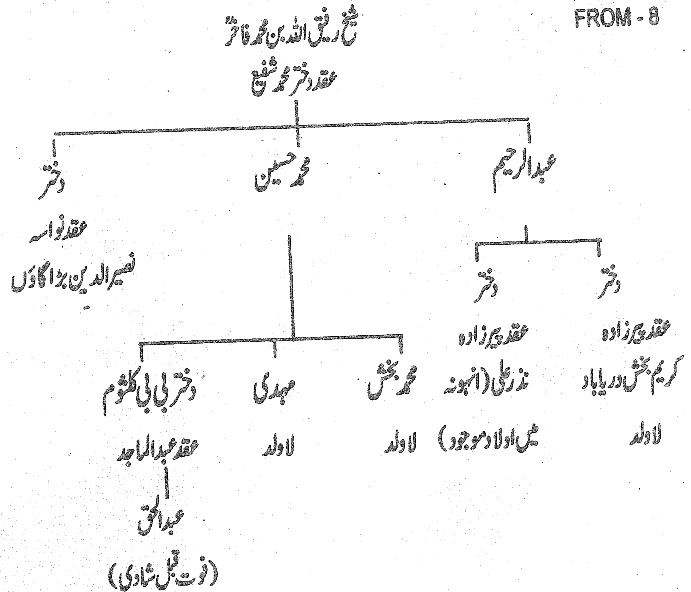
شجرہ شاہ حمایت اللہؒ

FROM - 8



شجرہ شیخ رفیق اللہ

FROM - 8



شجرہ دختر شاہ محمد حسین انصاری

عقد محی الدین پسر سعید الدین، قصبہ ایچولی بارہ بنکی

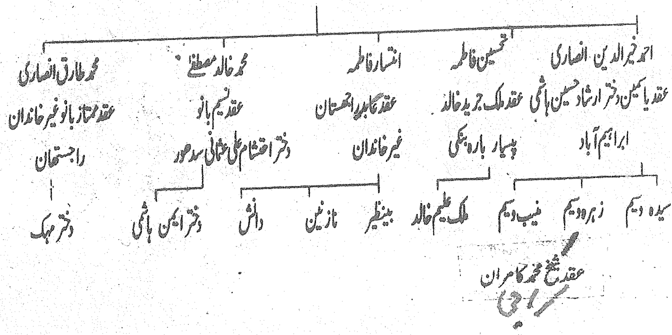
- مسیح الدین
  - خالد حیدر
    - نعمان
    - سلمان
    - دانیہ
  - سلیم حیدر
    - عدنان
    - ریحان
    - اسریٰ
  - ثریہ، عقد متین فاروقی
    - فاطمہ
    - عائشہ
    - ہما
    - ہمایوں متین
    - بابر متین
- دختر
  - کلیم (ہند)
  - لطیف (ہند)
  - واحدہ (ہند)
  - طیبہ (ہند)
- معین الدین
  - یاسمین عقد اسرائیل مینائی
    - تسنیم ناز عقد ظہیر قدوائی
      - ماریہ
      - محمد زین
    - عائشہ امبرین عقد اظہر رضوی
      - مہرین فاطمہ
      - صبین فاطمہ
    - نور احمد عقد سعدیہ
      - فیضی نور احمد
      - ولی نور احمد
      - امیر احمد
    - مصطفیٰ احمد عقد صبوحی
  - نزہت عقد ڈاکٹر تاج کرمانی
    - سلمان
    - عدنان عقد عائشہ
      - مشعل
      - عادل
    - عمان عقد راضیہ
    - بشریٰ عقد ایاز احمد
      - فراز احمد
      - ماہین
    - چاند فاطمہ عقد رضوان احمد
    - گوہر فاطمہ عقد فراز احمد
      - عباد احمد
      - ایمان احمد
- رضی الدین (انتقال کم سنی)
- معصمہ خاتون
  - انیسہ
  - ادریسہ
  - سلیمہ
  - محمد وسیم
    - ناصر
- رشیدہ خاتون عقد عبداللطیف انصاری
  - محفوظ النساء
    - انجم
    - نکہت
    - صفیہ
    - صولت
    - طلعت
    - فرحت
  - افتخار النساء عقد سید
    - سید شاہد (عقد نیلوفر)
    - سید کامران
  - عبدالمجیب عقد من
    - جاوید
    - رشید
    - پرویز
    - نسرین
    - ثمینہ
    - ثونی
  - عبدالحسیب
    - پروین
    - نیلوفر (عقد شاہد)
    - عبدالعزیز
    - طارق
    - شہریار
    - شمیم
    - فرخ
    - پسر
  - عبدالرب
    - نوید
    - تنویر
    - نیلوفر
  - سعید اختر انصاری
    - فرحان
- بدیع النسا عقد احسان حسین ☆
- رفیقہ خاتون

☆

- ام ہانی عقد شہنشاہ
- امت الباری
- امت العزیز
- یوسف
  - فوزیہ
  - ام امار
  - سلویٰ
  - مونا
  - ہانی
  - حالہ

شجرہ شیخ محمد وسیم انصاری سدھوری

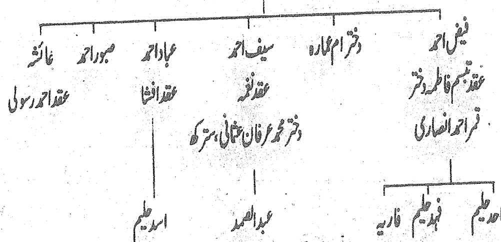
عقد ہاشمی خاتون دختر ماجد حسین انصاری نینامئو



شیخ محمد حلیم انصاری لالپور

FROM 8B

عقد رضیہ خاتون دختر ماجد حسین انصاری نینامئو



شجرہ شیخ حاجی احمد بن شیخ احمد بخش

شیخ حاجی احمد

قادر بخش
عقد دختر محمد بخش

حسین احمد
عقد دختر غلام قادر ہاشمی

شاہ مراد
عقد معصوم النساء بن ہزبر علی اولاد
شاہ عبدالرزاق

دختر
عقد غلام نبی رسولی

دختر
عقد عبدالواحد
سدھور

محمد صادق، عقد غیر کفو

دختر
رونق علی

نثار احمد ☆

نیاز احمد
زوجہ اولیٰ مجید النساء 9A
زوجہ ثانی ولایت النسا
دختران محمد حسین سدھور

امتیاز احمد

ممتاز احمد
فریدالنسا

بی بی ظہیر النساء
عقد حکیم محمد حسین
بجنور

قدرالنساء
عقد غلام احمد قدوائی، رسولی

صدرالنساء
عقد شاہ عبدالوہاب، سدھور

دختر
عقد احمد اللہ
کانپور

دختر
عقد ولی اللہ
کانپور

طالب حسین

دختر
عقد عبدالرزاق
کانپور

رشیدالنساء
لاولد

فاروق احمد
عقد بنت غلام علیم انصاری رسولی

فاطمہ خاتون
عقد عبدالکریم ردولی

محمد الحق
عقد فریدالنساء دختر ممتاز احمد (لاولد)
عقد ثانی قمرالنساء دختر ظہیرالدین بھوپال

سید انوار حسین ہاشمی
عقد عابدہ سلطان
دختر حامد حسین بھوپال

شرف الحسن
عقد دختر ولی اللہ

نعم الحسین
دختر

بصیرہ خاتون
عقد غلام متین انصاری رسولی

محمد طیب
عقد امینہ خاتون دختر انوار الرحمٰن
بڑاگاؤں

غلام رحیم
لاولد

غلام احمد امین
عقد دختر جمیل احمد
انصاری، سدھور

شکیل انصاری
عقد غیر خاندان

معید انصاری
عقد فہمیدہ دختر
جمیل احمد سدھور

شافعہ
عقد انوار

رافعہ انصاری
عقد علیم انصاری رسولی

محمد شعیب
عقد فرزانہ دختر
احمد عربی، سیتاپور

فاروق، افروز فاطمہ

فہیم

مریم، زینب

فاطمہ، سمیرا

نعیم، عظیم

حلیمہ سعدیہ
عقد راشد مصطفےٰ جنولی
مقیم جدہ

سارا انصاری
عقد محمد معظم، کراچی

اسریٰ انصاری

آمنہ، مصطفےٰ

شباب انور، محمد احمد، جاوید انور، شاہین، نسرین، یاسمین، بنو، حافظ سہیل انور

☆ نثار احمد

زوجہ اولیٰ
بشیر النساء دختر حسین بخش، احمد پور

زوجہ ثانی
غیاث النساء سترکھ

صدیق احمد

عتیق احمد
عقد دختر وقار علی
نگرام (لاولد)

جمیل احمد
عقد عظمت النساء
ستھن

قمرالنساء
عقد حاجی احمد
سترکھ (لاولد)

فخرالنساء
عقد حاجی وصی الدین
دریاباد

بدرالنساء
عقد حکیم امجاد حسین
کھیولی

اختر النساء
لاولد

سیف النساء
عقد قائم جان
فرنگی محل (لاولد)

حسینہ خاتون
عقد منظور الحق

عظمت النساء
لاولد

اعجاز احمد
لاولد

حسین احمد
عقد ستھن

صبیحہ
عقد وقار احمد
سدھور

دختر پروین
عقد فرنگی محل

فہمیدہ
عقد معید انصاری
رسولی

ثروت انصاری
عقد غلام احمد امین
رسولی

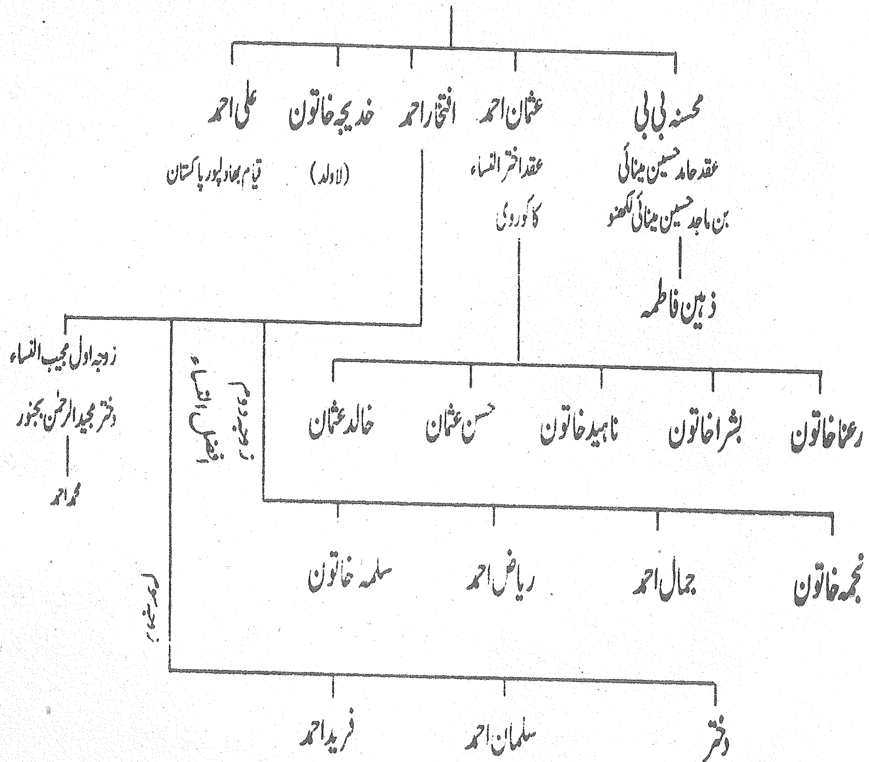
دختر نزہت
عقد چودھری انوار
سترکھ

امتیاز احمد

زوجہ اولیٰ عباس النساء بجنور (لاولد)

زوجہ ثانی افضل النساء دختر

سلطان احمد قصبہ اچھولی



شجرہ دختر شیخ احمد بخش انصاری سدھوری

شیخ احمد بخش انصاری سدھوری

حاجی احمد
عقد دختر محمد انور

محمد بخش
عقد دختر غلام طٰہٰ (شجرہ 8)

دختر
عقد روشن علی، نگرام

دختر
عقد غلام شاہ قدوائی، رسولی

غلام دستگیر قدوائی
عقد دختر غلام بخش، رسولی

☆غلام صمد
عقد دختر غلام نبی

غلام ضامن

غلام ہادی

دختر

دختر
عقد منظور علی جگور

دختر
لاولد

غلام امجد
عقد دختر شاہ مراد سدھور

عبدالرشید

عبدالشہید

وارث راشدہ واصف خالد عامر عاصم رعنا

محمد اشفاق علی
عقد دختر محمد منظور علی سترکھ

محمد اشتیاق علی
عقد کنیز فاطمہ دختر عبدالوہاب سدھور

دختر
عقد واثق علی جگور

عزیز فاطمہ
عقد حافظ الحق، جگور

حافظ الحق
عقد عزیز فاطمہ

عبدالقوی
عقد اعجاز فاطمہ دختر محمد نسیم سدھور

افتخار احمد
عقد لیلیٰ، دختر منظور محمود

عمران یوسفی

تنویر فاطمہ
عقد محمد شمیم سدھور
(شجرہ 8)

مدحت فاطمہ
عقد راشد علی
(شجرہ 8A)

وقار احمد
عقد صبیحہ دختر جمیل احمد سدھور

زینت فاطمہ
عقد شبیر احمد قصبہ اچولی

سنبل
عقد معین احمد قدوائی، رسولی

مہرین زرین عمر مشیر

غلام نبی قدوائی
عقد دختر روشن علی جگور

دختر
عقد محمد حسین، لاولد

دختر
عقد غلام صمد رسولی ☆

دختر
عقد افتخار احمد، سندیلہ

دختر
عقد محمد حسین رسولی

منشی عبدالعلی

دختر

انوار احمد

[illegible] الدین سندیلہ

دختر پسر

دختر
عقد احمد حسین بن زین العابدین
گدیہ

حسین
عقد اول دختر امیر الدین دیوی
عقد ثانی بیرونی

مشیر حسین
عقد مجید النساء دختر نثار الرحمٰن، بڑاگاؤں

مقبول حسین

نذیر حسین

دختر

اقبال حسین

کمال سعید

زین العابدین
نشاط احمد حامد
فاطمہ

حماد

دختر

دختر تمیز النساء
عقد سید علی، جگور

اویس محسن
عقد حمیدہ دختر حفیظ الرحمٰن، بڑاگاؤں

فرحان سید تبسم

مبشر حسین
عقد ذکیہ سلطانہ دختر شاہد حسین گدیہ

یاسمین

مدثر شاہد مشیر
عقد نزہت دختر معین الرحمان قدوائی، بڑاگاؤں

اقبال مشیر

نسرین راشد مشیر سعید مقبول

دختر دختر

شاہد حسین

ساجد حسین (لاولد)

فواد عطیہ رضیہ رشاد ذکیہ

اشہد حسین (عقد دختر محمد اسحٰق)

دختر

پسر پسر پسر پسر

from6b- (D) رضی النسا
عقد چودھری اظہر علی سترکھ

علی حیدر — لاولد
محمود صفدر — عقد تحسین فاطمہ، دختر عنایت علی
علی مبارک (لاولد) — عقد دختر نثار احمد فاروقی (لاولد) خیر آباد
شکیلہ خاتون — عقد احمد عبد الرحمن علوی، لاولد

مسعود اظہر — زیبا — عظمیٰ — سعد — ندا
اسراء — محمد عمر محمود — عروب — فر — مشل — نہا

from 6 (E) دختر
عقد محمود منظور

حیات محمود — عقد دختر بدر الدین، کلکتہ
عذریٰ — عقد الیاس حسین امیٹھی
لیلیٰ — عقد افتخار احمد جگور
طلعت محمود — عقد نسرین فاطمہ کلکتہ
کمال محمود — عقد [illegible]
خالدہ — عقد سید حفیظ الرحمان [illegible] گنج، بارہ بنکی

شہزاد — شاہینہ — ارشد حسین — فواد حسین — عمران قدوائی — رومی — خالد محمود — شبینہ — زینب — شاہدہ — ارشاد — عدنان — فرحان — لبنیٰ — دختر
دختر

from 10 (G) دختر احمد بخش انصاری سدھور
عقد غلام شاہ قدوائی رسولی

غلام دستگیر قدوائی — عقد دختر غلام بخش رسولی
غلام نبی قدوائی (شجرہ نمبر 10)

غلام صمد قدوائی — عقد دختر غلام نبی — تجرہ نمبر ۱۰
غلام ضامن قدوائی — عقد دختر امیر علی لاولد
غلام ہادی قدوائی (شجرہ نمبر 10)
دختر
دختر — عقد منظور علی قدوائی

معشوق علی قدوائی — سخاوت علی قدوائی

مسعود علی — اسد علی — سعید علی — دختر — دختر — دختر

شفقت علی — لاولد
شوکت علی — لاولد
رفاعت علی — عقد سعیدہ دختر ممتاز احمد
شفاعت علی — عقد دختر یعقوب علی قدوائی
رافت علی — عقد صفیہ دختر بشیر الرحمن بڑا گاؤں

آسیہ — رضوانہ

فراست علی — عقد عابدہ خاتون
عطیہ — عقد ساجد علی، لاولد

سہیل — صبوحی — ایاز رافت

صفوت علی — عقد عشرت فاطمہ
زکیہ — لاولد
شجاعت علی — عقد حمیرا خاتون
عاطفہ — لاولد
عارف منظور — عقد عذریٰ صدیقی
ثریا — عقد قاضی احمد
صالحہ — عقد مبین صدیقی

ماریہ — صوفیہ — ریحان — سلیمان — آصف — شہلا — فرحانہ — اسماء — عرشیہ — تزئین — ارشد

شجرہ نمبر 11

نوٹ: یہ سلسلہ سید میران شاہ فاتح نگرام تک پہنچتا ہے۔

سید حیات علی

سید مصباح علی
عقد دختر قدرت اللہ سدھور

میر روشن علی
عقد دختر احمد بخش انصاری سدھور

سید احمد — عقد دختر رزاق بخش رسولی
سید النساء — عقد محمد حسین انصاری، سدھور
شکور احمد — عقد فضل النساء
آل احمد — عقد اول .... عقد دوم
حامد احمد

دختر — عقد افتخار احمد، سندیلہ
دختر — عقد مغفور الرحمن، بڑا گاؤں
شجرہ 8A
قبول احمد
ارشاد احمد
ارشادن
مکرم احمد
برکات احمد

التفات احمد — عقد التفات النساء
مقبول احمد — ① عقد ہاجرہ خاتون ② عقد ساجدہ خاتون
نوشاد احمد — عقد انیس فاطمہ امیٹھی
افضل النساء — عقد وزیر الدین بنکی
افتخار النساء — عقد شرف الدین انہونہ
ستار النساء — عقد محمد نفیس انصاری لال پور

ہاجرہ — عقد اکبر علی انہونہ، لاولد
خدیجہ خاتون، لاولد
جلیس فاطمہ — شجرہ 8C
شفیق فاطمہ — عقد محمد شعیب، لاولد
مشیر فاطمہ — عقد شاہ مبین احمد ردولی، لاولد
ارشاد علی — عقد سائق النساء ردولی
معراج علی — لاولد
محمد اکبر — عقد ہاجرہ، لاولد

محسنہ خاتون — عقد حبیب احمد رسولی لاولد
مومنہ خاتون — عقد سید احمد امیٹھی
☆ شریف النساء — عقد منیر الدین بنکی
☆☆ میمونہ خاتون — عقد دبیر الدین بنکی

دختر
بشریٰ خاتون — عقد فاروق احمد لالہ پور
ایاز احمد
انیس احمد
محمد بلال

رقیہ
ایمن
محمد میاں

حسن — لاولد
ظفر — عقد یاسمین رہرہ مئو
عادل — عقد عائشہ الہ آباد
ریحانا — عقد شریف الحسن گوپامئو
معینہ — عقد کاکوری
فرزانہ — عقد محمد شعیب بانسہ

محمد ظہیر — عقد جلیس فاطمہ نظام پور
محمد خلیل — عقد گونڈہ
لائق النساء — عقد محمد زبیر فیض آباد

آصف — عقد صفیہ علیگڑھ
طارق — عقد کشور دختر انو میاں سندیلہ
سلمان
انور — عقد فرحت لکھنو

ثنا
ندا
فیضان
عبدالقدوس
زبیر
سارہ
باقر

مہر النساء (حمیرہ خاتون) — عقد محمد اختر صفی پور
منیر الدین — عقد شرف النساء ☆ نظام پور
امیر الدین — عقد باسط النساء دختر حفیظ احمد سیجہ
دبیر الدین — عقد میمونہ خاتون ☆☆ نظام پور
دختر — جہانگیر النساء لاولد

عامر — عقد دختر نجم الحق
عثمان — عقد وسیم عذری
زیبا

کمال احمد
حیدر — عقد اظہار فاطمہ سدھور
خالد — عقد طلعت دختر وہاج الدین صدیقی
حارث — لاولد
انور — عقد اختر احمد انصاری سدھور
رشیدہ

سہیل
فرخ
بلال
طلحہ

عقد نکہت دختر وہاج الدین صدیقی

سلام انجینگ
فاروقی آباد

محمد فاتح
محمد ابراہیم
محمد اسمٰعیل
محمد سلیمان

عامر خالد — عقد عائشہ دختر مسعود الحسن
عائشہ خالد — عقد سہیل نسیم کراچی
کلثوم خالد — عقد انسرام احمد ہاشمی کراچی
رضوان خالد — عقد صائمہ دختر انور قدوائی
صفیہ خالد

صدیقہ (عقد فرخ نسیم کراچی)
صائمہ (عقد رضوان خالد)
امان
حفیظ

عمر
اسمٰعیل
ایشاع
مصطفےٰ
مدثر
حسنین
بشریٰ

سہیل نسیم — عقد عائشہ دختر خالد قدوائی
فرخ نسیم — عقد صدیقہ دختر انور قدوائی
صدف نسیم — عقد خاور نسیم انصاری پسر آفتاب احمد انصاری، کراچی

ملک بھکاری میاں فاروقی

ملک بھکاری میاں فاروقی

بی بی فہیم النساء — زوجہ برہان علی تعلقہ دار لالپور (لاولد)
ہدایت اللہ
منشی نجات اللہ — عقد مسماۃ ... خاندان سادات کنستور
عنایت اللہ — (لاولد)

حبیب اللہ
عقد صغیر النساء دختر نجات اللہ

مجیب اللہ عرف پھندن
بی بی التیانا — زوجہ امجاد حسین ...(لاولد)

محبوب اللہ — زوجہ سادات سدھور
بشیر اللہ — زوجہ سادات سدھور
حمیرا خاتون — زوجہ اول مبین اللہ پسر معین اللہ
میلا رانیگنج

اکرام اللہ — عقد دختر غلام عباس لال پور (زوجہ اول)
عقد دختر چودھری ساجد علی کرسی (زوجہ ثانی) میلا رانیگنج (لاولد)
مہتاب النساء — عقد اولاد حسین
محفوظ النساء — زوجہ محمد احمد سدھوری ساکن لالپور
صغیر النساء — زوجہ حبیب اللہ
میلا رانیگنج
وحید النساء — زوجہ محفوظ علی
حویلی میلا رانیگنج
انعام اللہ — عقد ہمشیرہ رحیم

محمد نفیس
محمد نسیم
محمد لطیف — فوت (لاولد)
نفیس النساء — (لاولد)
نسیم النساء — (لاولد)

افہام اللہ
احتشام اللہ (لاولد)
معین اللہ
وجیہہ اللہ — محمد شعیب
اصلیقاً — عقد انوار الحق قدوائی، میلارانیگنج

مسماۃ ناصری
الہام اللہ، فوت ناکتخدہ

مبین اللہ
متین اللہ
حسین اللہ
امین اللہ
دختر سعیر النساء، عقد سمیع اللہ

عقیل
شکیل
فرزانہ
رانا

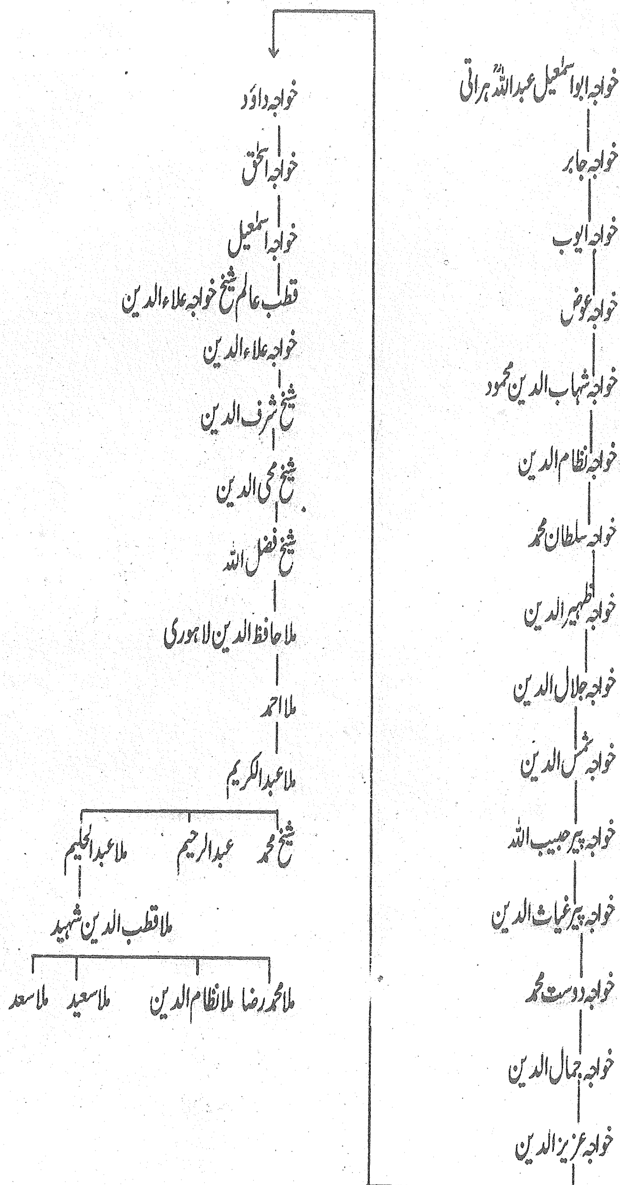
نعیم اللہ
سلیم اللہ
علیم اللہ
بی بی التفاتا، زوجہ عبدالرحیم قدوائی، لاولد

حلیم اللہ — چمن میاں
نسیم اللہ — چونو میاں
رفیق اللہ
وسیم اللہ — بچن میاں
امیم اللہ — اچھو میاں
سمیع اللہ
وصی اللہ
مسیح اللہ
ساجدہ
سیدہ
...

شجرہ علماء فرنگی محل لکھنؤ

شجرہ نمبر ۱۳

FROM: NO 3



شجرۂ نسب شیخ بایزید انصاری ''پیر روشن''

ابوایوب خالد بن زید رضی اللہ عنہ

خواجہ ایوب انصاری
شیخ احمد انصاری
شیخ منصور محمد انصاری
خواجہ زید احمد انصاری
شیخ محمد انصاری
شیخ منصور انصاری
شیخ خداداد انصاری
شیخ لقمان انصاری
شیخ خلیل انصاری
شیخ شمس الدین انصاری
شیخ داؤد انصاری
خواجہ محمود انصاری
شیخ زادہ حمزہ انصاری
مولانا ابراہیم انصاری
شیخ چراغ الدین انصاری
شیخ سراج الدین انصاری
شیخ محمد انصاری
شیخ بایزید انصاری
شیخ محمد انصاری
شیخ عبداللہ قاضی انصاری
شیخ بایزید انصاری ''پیر روشن''

پیر روشن پیدائش ۹۳۲ھ (۱۵۲۵ء) وفات ۹۸۰ھ (۱۵۷۲ء)

آپ کی اولادیں مغلوں سے جنگ میں شہید ہوگئیں

شیخ عمر — نور الدین — خیر الدین — کمال الدین — جلال الدین

شیخ عمر
احمد داد خان انصاری
عبدالقادر انصاری شاہ جہاں کے دربار سے منسلک ہوگئے ان کی اولادیں دہلی کے گرد و نواح میں بس گئیں۔

جلال الدین
اللہ داد خان
ان کو مغلوں کے دربار سے چار ہزاری عہدہ ملا۔

خواجہ ابو منصور محمد متؒ الانصاری
خواجہ منصور انصاری
خواجہ جعفر انصاری
خواجہ علی انصاری
خواجہ احمد انصاری
خواجہ علی ابو معاذ انصاری
خواجہ محمد ابو منصور انصاری
شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل عبداللہ ہراتی''
(376_ 481 H)
(شجرہ نمبر 3 ملاحظہ ہو)

شجرہ نسب مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ

شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہراتی
خواجہ ہاشم بزرگ
خواجہ منہاج الدین
خواجہ تاج الدین
خواجہ شرف الدین
خواجہ رکن الدین
خواجہ کبیر الدین
خواجہ عبدالحمید
خواجہ شرف الدین
خواجہ نجم الدین
خواجہ رکن الدین
خواجہ علاء الدین
خواجہ ہاشم
خواجہ محمد فاضل
خواجہ فرید الدین
امین الدین (قاضی امین)
نظام الدین
محمد فضیل
عبدالرشید

غلام محی الدین
شرف الدین
شاہ محمد
شاہ قطب علی
شاہ احمد علی

محمد علی — محمد نواز — مجید علی — انصار علی — احمد حسن — حبیب محمد

محمد علی: محمد تقی — فضل حق
محمد تقی: محمد یعقوب
انصار علی: مولوی عبداللہ
حبیب محمد: مولانا صدیق احمد — انوار احمد — سلطان احمد — منیر احمد
مجید علی: محمود النساء — مولانا خلیل احمدؒ — مولوی نذیر احمدؒ — مولوی رشید احمدؒ

اس کتاب کی ترتیب وتالیف میں جن کتابوں سے استفادہ کیا گیا ان کی فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔	نورالانوار	شیخ قادر بخش انصاری سدھوری
۲۔	عبداللہ انصاری آف ہرات	اے۔جی۔راون، فرحدی
۳۔	جامع الصحیح	امام بخاریؒ
۴۔	صحیح مسلم	امام مسلمؒ
۵۔	مسند احمد	امام احمد بن محمد بن حنبلؒ
۶۔	کتاب الاصابہ	ابن حجر عسقلانیؒ
۷۔	تاریخ طبری	محمد بن جریر الطبریؒ
۸۔	البدایہ والنہایہ	ابن کثیرؒ
۹۔	مشارق الانوار	رضی الدین بن حسن صنعانیؒ
۱۰۔	حضرت ابوایوب انصاریؓ	جناب طالب ہاشمی
۱۱۔	سیر الانصار	مولانا سعید انصاری
۱۲۔	ارض القرآن	مولانا سید سلیمان ندویؒ
۱۳۔	اردو دائرہ معارف اسلامیہ	پنجاب یونیورسٹی
۱۴۔	زادالمعاد	ابن قیّمؒ
۱۵۔	قسطنطنیہ	نوازش علی خان
۱۶۔	لطائف اشرفی	نظام الدین یمنی
۱۷۔	بشارت المریدین	سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ
۱۸۔	خزینۃ الاصفیاء	مفتی غلام سرور لاہوری
۱۹۔	تذکرۃ اولیاء کرام	صباح الدین عبدالرحمن
۲۰۔	حالنامہ	پیر روشن میاں بایزید انصاریؒ

آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی، اخلاق و
خصائل اور صفات، جمال و کمال میں
اشرف و اعلیٰ ہے، آپ ﷺ کے کمالات
و محاسن کا احاطہ کرنا اور ان کو بیان کرنا انسانی
قدرت و طاقت سے باہر ہے۔ وہ تمام
کمالات و محاسن جن کا عالمِ امکان میں
تصور ممکن ہے، سب کے سب
آنحضرت ﷺ کو حاصل ہیں۔